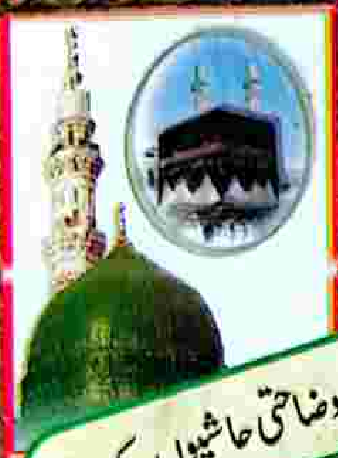


إنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

الحدیث

ماہ ذی الحجہ کے حوالہ سے خطیب العصر کی معرکۃ الآرا تقاریر کا مجموعہ تحقیق وتخریج اور وضاحتی حاشیوں کے ساتھ

تجلیاتِ ذی الحجہ

12

آئینہ مضامین

- فضیلت آیت الکرسی
- فضیلت حج
- عظمت مدینہ
- امتحانات خلیل
- واقعہ قربانی
- سیدنا عثمان بن عفانؓ
- اسلام میں عورت کا مقام
- تحریک آزادی
- ماہ ذی الحجہ اور اس کے احکام وفضائل
- ماہ ذی الحجہ میں وفات پانے والی شخصیات

افادات

خطیب العصر علامہ عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہ

خانپور

صدر دار المبلغین مجلس علماء اہلسنت پاکستان

خلیفہ مجاز مرشد العلماء حضرت سید نفیس شاہ صاحب

مولانا قاری جمیل الرحمن اختر

مولانا محمد عمیر شاہین

ناشر

انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ

باغبانپورہ لاہور 042-6862816 0300-9496702

مدرسہ عربیہ امداد العلوم

0300-6746806 0300-6746806

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجلیات ذی الحجہ

إن من البيان لسحرا

ماہ ذی الحجہ کے حوالے سے خطیب العصر کی معرکۃ الآراء تقاریر کا حسین مجموعہ

تخریج و تحقیق اور وضاحتی حاشیوں کے ساتھ

سلسلہ نمبر 12

تجلیات ذی الحجہ

افادات

خطیب العصر گلشن رسالت کے عندلیب

حضرت مولانا عبد الکریم ندیم صاحب

صدر المبلغین مجلس علماء اہل سنت والجماعت پاکستان

مدیر مدرسہ امداد العلوم خانپور ضلع رحیم یار خان

نظر ثانی

مولانا قاری جمیل الرحمن اختر قادری

مہتمم جامعہ حنفیہ قادریہ باغبانپورہ لاہور

تحقیق و تخریج

مولانا محمد عمیر شاہین

صفدریہ اسلامک ریسرچ سنٹر مدرسہ عربیہ

جامع مسجد مکی ریلوے روڈ میلسی ضلع وہاڑی

نام کتاب .... تجلیات ذی الحجہ

افادات .... خطیب اسلام حضرت مولانا عبد الکریم ندیم مد ظلہ

مرتب .... مولانا محمد عمیر شاہین

نظر ثانی .... حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن اختر قادری

معاون .... خبیب الرحمن

سن طباعت .... ۱۴۳۸ھ بمطابق 2018ء

ناشر .... انجمن خدام الاسلام رجسٹرڈ حنفیہ قادریہ باغبانپورہ لاہور

042-36862816, 0300-9496702

چند ملنے کے پتے

- مدرسہ عربیہ امداد العلوم مغربی ریلوے پھاٹک خانپور ضلع رحیم یار خان
- جامعہ حنفیہ قادریہ 285 جی ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور
- صفدریہ اسلامک ریسرچ سنٹر مدرسہ عربیہ مکی مسجد میلسی ضلع وہاڑی
- مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
- مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
- ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
- کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ حقانیہ نزد ٹی بی ہسپتال ملتان
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
- مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
- مکتبہ عائشہ اردو بازار لاہور

انتساب

حضور سرور کائنات ﷺ کے جد اعلیٰ

اور

جد الانبیاء والمرسلین امام الموحّدین

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام

اور

حضرت اسماعیل علیہ السلام

کے نام

ت

تاثرات

محقق العصر محدث عصر شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہم

Abdul Majeed

Shaikh-ul-Hadees & Rees ul Mudarseen
Jamia Islamia Bab-ul- Uloom (Reg)
Kehror Pacca Distt. Lodhran.
0608 342983
Tel: 342 857

باب العلوم

عبدالمجید
شیخ الحدیث و رئیس المدرسین
الجامعۃ الاسلامیۃ باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

مولانا عبدالکریم صاحب ندیم میرے قدیم دوست اور میرے علم میں صالح نوجوان ہیں صحیح العقیدہ صالح العمل ہونے کے ساتھ ساتھ معیاری مبلغ بھی ہیں، جن کے بیانات علمی دلائل سے مدلل اور اہلسنت والجماعت کے مسلک کے صحیح ترجمان ہوتے ہیں۔ بارہا ان کی مجلس وعظ میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔۔ ہمیشہ معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ ان کے خطبات جو مرحلہ وار طبع ہو رہے ہیں علمی معلومات سے بھرپور ہیں اور ان کے اخلاص کی بناء پر سامعین اور قارئین پر بہت اچھا اثر ڈالتے ہیں

دعا کرتا ہوں کہ جیسے ان کے بیان کو اللہ تعالیٰ نے عوام و خواص میں مقبولیت عطا فرمائی ہے۔۔ ان کے مطبوعہ خطبات کو بھی اسی طرح قبولیت سے نوازے اور امت کی اصلاح و عقائد کا ذریعہ بنائے۔

آمین دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد

عبدالمجید غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

۷ مئی ۲۰۰۶

آئینہ مضامین

1۔ فضیلت آیت الکرسی 15

2۔ فضیلت حج 51

3۔ عظمت مدینہ 89

4۔ امتحانات خلیل 115

5۔ واقعہ قربانی 147

6۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ 179

7۔ اسلام میں عورت کا مقام 223

8۔ تحریک آزادی 263

9۔ ماہ ذی الحجہ اور اس کے احکام وفضائل 295

10۔ ماہ ذی الحجہ میں وفات پانے والی شخصیات 307

حرف اوّل

اچھی کتاب ایک بہترین ساتھی ہے۔آج کے ترقی یافتہ دور جس میں الیکٹرانک میڈیا کی یلغار سے کوئی فرد نہیں بچ رہا۔نوجوانوں کو اس کی آزادی نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔جس کو دیکھو موبائل کانوں سے لگائے یا ہینڈ فری کانوں میں ٹھونسے دنیا سے وراء اپنی دنیا میں کھویا پھر رہا ہوتا ہے یا پھر بیڈ روم میں کمپیوٹر کے سامنے نیٹ کھولے دنیا جہاں کی سیر کر رہا ہوتا ہے۔اگر ماں باپ اس کو متوجہ کر کے کسی کام کی طرف بھیجنا چاہیں تو تھوڑی دیر کا کہہ کر ایسا مگن ہوتا ہے کہ اس کو یاد ہی نہیں رہتا کہ مجھے کچھ کہا گیا تھا۔جہاں اس کے فوائد ہیں وہاں اس سے زائد نقصانات لیکن اس کے باوجود آج بھی لوگ اس حقیقت سے انکار نہیں کر پا رہے ہے کہ پرانے زمانے سے جو علم کا ذریعہ تھا وہ کسی بھی موضوع پر لکھی گئی کتاب کا ساتھ تھا اس کی روشن مثال موجود ہے۔کہ باوجود ان سب ذرائع کے آج بھی کتب اسی طرح چھپ رہی ہیں جس طرح میڈیا کی یلغار سے قبل چھپتی تھیں۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی اچھی سے اچھی اور مخرب اخلاق کتاب بازار سے عام مل جاتی ہیں۔

یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کی طلب اور خواہش سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج بھی اسی طرح اس ساتھی کو حضرات تلاش کرتے ہیں۔

صرف دیر ہے تو ہماری طرف سے جو دیگر مصروفیات کے ساتھ اس کی اشاعت

میں دیر کر رہے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ دو سال کے بعد اس سلسلہ کی یہ چھٹی اور ساتویں جلد آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور تاخیر کی معذرت بھی چاہتا ہوں۔ خصوصاً ان سینکڑوں علماء، خطباء اور طلباء سے جنہوں نے بار بار فون کر کے مجھے اس کی اشاعت کے لئے متوجہ کیا اور ان سے درخواست بھی ہے کہ دعا فرمائیں کہ باقی جلدیں بھی بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب مدظلہ ایک منجھے ہوئے خطیب ہیں جو اپنی خطابت کا سکہ ملک اور بیرون ملک منوا چکے ہیں۔ ہر خطیب اور عالم دین خواہ کوئی اپنا ہے یا پرایا ہے مولانا کے انداز بیان سے متاثر ہے۔ نکتہ وری اور نکتہ بیانی آپ پر ختم ہے۔ دراصل یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ آپ کی خطابت کو زندگی میں کسی بھی صاحب نسبت بزرگ جس نے ایک بار آپ کا بیان قریب بیٹھ کر سنا ہے، وہ دل سے حضرت ندیم صاحب کو دعائیں دیتا رہا ہے اور ان کی توجہات آج بھی جاری اور ساری ہیں۔

آخر میں گزارش ہے کہ آپ تجلیات میں سے کسی حصہ کا مطالعہ کرنے سے پہلے یا تو حضرت ندیم صاحب کا بیان سامنے بیٹھ کر سنیں یا ان کی کیسٹ لے کر اس کو چند بار سنیں، تاکہ جملوں کی ادائیگی اور اتار چڑھاؤ کا پتہ چل جائے تو پھر اس سے استفادہ آسان ہوگا۔

دعا جو دعا گو بھی ہے

جمیل الرحمٰن اختر

عرضِ مرتب

چشمِ فلک نے صرف ایک مرتبہ دیکھا...... زمین نے اپنے اوپر ہونے والا یہ پہلا منظر دیکھا...... شجر و حجر اور خدا کی پیدا کردہ لاتعداد مخلوق نے یہ عجیب نظارہ...... عجیب انداز سے دیکھا...... کہ ایک باپ وہ بھی نیک اور پاک باز اور خلیلِ خدا اپنے ہاتھوں سے اپنے لختِ جگر کو...... جس کو رب سے رو رو کر مانگا تھا...... اللہ نے اسّی سال کی عمر میں دیا ہو...... پوری تیاری کے ساتھ رب کے حضور قربانی کے لئے پیش کر رہے تھے...... بعض عقل کے اندھوں نے کہا کہ کیا عجیب واقعہ ہے......؟ یہ کیا ظالمانہ حرکت ہے......؟ العیاذ باللہ...... لیکن انہیں کیا معلوم...... کہ خلیل اپنے رب کا حکم مان رہے ہیں...... کہ جس کی میں قربانی لے رہا ہوں اس کی اولاد سے میں نے امام الانبیاء فخرِ انسانیت سرورِ کونین حضرت محمد ﷺ کو پیدا کرنا ہے۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ایک ادا کو تا قیامت باقی رکھیں گے۔

اللہ کے جتنے مقرب تھے...... سب آزمائے گئے...... سب پہ مصائب و آلام آئے...... وطن سے بے وطن ہوئے...... ان کے سکون برباد ہوئے...... انہیں زندہ گاڑا گیا...... پسِ دیوارِ زنداں ہوئے...... ناخن ہاتھوں سے جدا کر دیئے گئے...... ابلتی دیگوں میں ڈال دیئے گئے...... دہکتے انگاروں پہ لٹا دیا گیا تھا...... کھولتے کڑاہوں میں ڈال

دیئے گئے...... نیزے کی انیوں پہ لٹکایا گیا...... تختہ دار پہ لٹکایا گیا...... جسم کو آرے سے کاٹ دیا گیا...... آنکھیں نکال دی گئیں...... زبانیں گدی سے کھینچ لی گئیں...... ناک کان کاٹ کر مثلہ کیا گیا...... برہنہ کر کے برف کے بلاکوں پہ لٹا کر تشدد کا نشانہ بنائے گئے ......سور کی کھالوں میں بند کر کے جلا دیئے گئے...... بیوی بچوں سے جدا کر دیئے گئے...... لیکن یہ اللہ کے نیک بندے کردار کے بادشاہ...... پاکیزہ زندگیاں گذارنے والے...... حقوق کے محافظ......عزت وناموس کے چوکیدار......اخلاق ومروت کے تاجدار......توحید کے علمبردار...... پیشانیوں کو داغ شرک سے بچانے والے......رسومات و بدعات سے کوسوں دور......غیروں کی محبت سے بے نیاز......اللہ کی محبت میں جان کی بازی لگانے والے...... مصنوعی خداؤں سے ٹکرانے والے...... جدالانبیاء حضرت ابراہیمؑ اپنے پیارے اللہ کے عشق میں بغیر کسی پرواہ کئے......آگ میں کود گئے......اقبال کی زبانی ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

حضرت ابراہیمؑ کا بے باکانہ خطاب نمرود کے دربار میں اللہ کی مقدس کتاب قرآن کریم میں محفوظ ہے......اس لاجواب خطاب کی عکاسی اقبال کا یہ شعر کرتا ہے۔

بندہ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے
قوت فرمانروا کے سامنے بے باک ہے

داماد نبی حیاء کے پیکر عظیم حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت بھی ذی الحج میں ہے۔ آگے چل کر انہیں خطبات میں آپؓ کے حالات پر مفصل بیان آپ پڑھیں گے۔

یہ خطبات وتجلیات' علم وادب' خطابت وروحانیت' درس حریت وشجاعت حق گوئی وبیباکی' اخلاقیات وحق شناسی' تہذیب وثقافت' ایمان ویقین' عزم وہمت' دعوت وتبلیغ' اتحاد واتفاق خودداری واستغناء' خودی وخودشناسی' گر سیادت وقیادت' تعلیم وتربیت'

عشق ومحبت' جذبہ ایثار و ہمدردی' عہد رفتہ کی حسین یادوں کا حسین وجمیل' اکمل واجمل اور احسن مرقع ہے......اور یہ مجموعہ علمی خطیب اعصر علم وعمل' زہد وتقویٰ' محبت واخوت کے پیکر بے مثال گلشن رسالت کے عندلیب حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب کا ہے۔

موصوف ندیم صاحب کی زندگی جہد مسلسل اور عظیم قربانیوں سے عبارت ہے......اسفار وتبلیغی دوروں کی کثرت یہ آپ کی زندگی کا خاصہ ہے......میں نے خود دیکھا ہے کہ کبھی بسوں کے ڈنڈوں سے لٹک کر' کبھی بسوں کی چھتوں پر بیٹھ کر......کبھی میلوں پیدل سفر کر کے......سخت بیماری کے عالم میں......کڑی پابندیوں کے باوجود مشن حق وصداقت کا یہ علمبردار اپنا سفر آج بھی جاری رکھے ہوئے......گویا کہ یہ حالت ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں ہے جہاں کے لئے
مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیر گل کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے

ایک مرتبہ مجھے حضرت ندیم صاحب کے رفیق سفر محترم حافظ محمد سلیم مہر صاحب سلمہ' کہنے لگے کہ حضرت ندیم صاحب مدظلہ مظفر گڑھ کے علاقہ میں ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے گفتگو فرما رہے تھے......ایک شاتم رسول کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت نے فرمایا جوانو! تمہاری جوانی کس کام کی تمہارے علاقہ میں آمنہ کے در یتیم' اللہ کے محبوب حضرت محمد ﷺ کا گستاخ زندہ ہو اور دندناتا پھر رہا ہو......اٹھو! دو نوجوانوں نے اپنے عزم کا اظہار کرتے ہوئے مجمع عام میں خنجر لہرایا......کچھ دنوں بعد آپ کی یہ محنت رنگ لائی۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوف باطل کیا ہے غارت گر باطل بھی تو

حضرت ندیم صاحب نے وہاڑی کی معروف درسگاہ جامع مسجد باغ والی میں آنا تھا...... میں نے فون پر رابطہ کیا...... حضرت نے فرمایا بیٹا! میں عصر کی نماز مدرسہ عثمانیہ علی المرتضیٰؓ حضرت مولانا قاری محمد اطہر شاہ صاحب مدظلہٗ کے پاس پڑھوں گا ...... وہاں آجائیں...... وہاڑی وہاں سے اکٹھے جائیں گے...... میں وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گیا...... شاہ صاحب کو میں نے مطلع کیا کہ حضرت ابھی آپ کے ہاں آنے والے ہیں...... یہ خبر سن کر شاہ صاحب کا چہرہ فرط مسرت سے کھلنے لگا...... ابھی آپس میں محو گفتگو تھے...... کہ حضرت کی گاڑی مدرسہ کے باہر آ کھڑی ہوئی ...... حضرت نے بغیر کسی طرف توجہ کیے وضو کرنا شروع کر دیا...... بعد ازاں میں نے آگے بڑھ کر معانقہ کیا...... شاہ صاحب بھی ملنے لگے ...... دوران معانقہ ہی ایک حدیث میرے دماغ میں آئی ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تو محسوس یوں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے واقف ہی نہیں...... مسجد کی طرف چل دیتے...... میں نے یہی کیفیت حضرت ندیم صاحب میں دیکھی...... خیر نماز سے فراغت کے بعد شاہ صاحب نے خوب خاطر تواضع کی...... بعد ازاں ہم وہاڑی کے لیے گاڑی پر سوار ہوئے ...... بغیر کسی لغو گفتگو کے علمی بحث ومباحثہ شروع ہوا...... (علماء کی شان ہی اسی میں ہے) کئی مسائل زیر بحث آئے...... دوران گفتگو فرمانے لگے کہ دیکھو! بھائی حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسان کے تین باپ ہیں۔ایک وہ جس نے علم پڑھایا۔دوسرا وہ جس نے جنا۔تیسرا وہ جس نے اپنی بیٹی دی۔

الحمدللہ ہمارے اکابر اور ہم تینوں لحاظ سے ٹھیک ہیں ...... ہم تینوں باپوں کا احترام کرتے ہیں...... ہمارے علمی ابا بھی ہیں...... نسبی ابا بھی ہیں...... ہمارا علمی سلسلہ بھی محفوظ ہے کہ میں نے فلاں استاذ سے پڑھا اس نے فلاں استاذ سے پڑھا...... اس نے فلاں استاذ سے پڑھا...... اسی طرح یہ سلسلہ حضور سرور کائنات ﷺ تک محفوظ ہے۔خیر باتیں چلتی رہیں...... مغرب کا وقت قریب ہوا...... تو فرمانے لگے کہ نماز بھائی جماعت

کے ساتھ ادا کرنی ہے...... راستہ میں علاقہ کرم پور میں قاری محمد نواز صاحب مدظلہٗ کے پیچھے نمازِ مغرب ادا کی...... میں نے حضرت کو بتایا کہ یہ وہ مسجد ہے...... جہاں فائرنگ ہوئی تھی کہ دوران تراویح کئی جانیں تڑپا دی گئیں تھیں...... حضرت بہت خوش ہوئے...... کہ بھائی آپ نے تو بہت ہی اچھا کیا...... اس جگہ نماز پڑھی ہے جہاں شہدائے ناموس صحابہؓ کا خون گرا ہے۔

نماز سے فراغت کے بعد ہم گاڑی میں بیٹھے ہی تھے تو حضرت فرمانے لگے...... یہی کرم پور ہے جہاں میں اور حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ وعظ کے لئے آئے تھے...... ہمارے میزبان حاجی منظور احمد چنیوٹی صاحب تھے...... رات کے وقت تقریر سے فراغت کے بعد انہوں نے مجھے اس جگہ جا کر سلا دیا جہاں ان کی بھینس وغیرہ بندھی ہوتی تھیں...... خیر میں سو گیا مجھے نیند خوب آئی...... جب صبح ہوئی میں وہاں سے روانہ ہونے لگا...... تو چنیوٹی صاحب مجھے کہنے لگے...... جناب! میں نے آج آپ کی سادگی کا امتحان لیا ہے...... میں نے آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ حضرت دین پوریؒ کے جانشین ہیں...... میں نے سوچا کہ آج آزما کر ہی دیکھ لیں...... لیکن حضرت دین پوریؒ تو سادگی میں باکمال تھے...... میں نے آج شب آپ کو آزما لیا ہے کہ آپ واقعی حضرت دین پوریؒ کے صحیح جانشین ہیں...... سادگی پر مجھے ایک واقعہ استاذ الکل شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحبؒ (ظاہر والی) کا یاد آیا...... میں درجہ خامسہ کا جامعہ باب العلوم میں طالب علم تھا...... میرے ذمہ سٹیج اور حضرت نعمانیؒ کی خدمت تھی...... حضرت نعمانیؒ نے صحیح بخاری کا آخری سبق پڑھایا...... جب ہم حضرت نعمانیؒ صاحب کو لے کر سٹیج سے نیچے اترے تو حضرت کے جوتے غائب تھے...... ہم نے بھی تلاش کرنے کی زیادہ کوشش نہ کی۔ میں نے حضرت نعمانیؒ سے عرض کی کہ حضرت میرا جوتا حاضر ہے قبول فرمائیں...... حضرت فرمانے لگے...... بیٹا میں جوتا پہنوں اور آپ ننگے پاؤں چلیں میں

نے عرض کی حضرت میں تو آپ کا بیٹا ہوں...... میری خیر ہے...... فرمانے لگے...... نہیں!
...... میرا جی چاہتا ہے...... کہ میں کمرہ تک ننگے پاؤں چلوں...... ایسے اصحاب فضل وکمال
جو ہمہ وقت اپنے رب کی یاد میں مست اور وادی علم میں غوطہ زن رہتے ہیں......

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

ہم وہاڑی جامع مسجد باغ والی میں پہنچے...... جہاں پہلے ہی سے شاعر اسلام جناب عبدالعزیز انجم صاحب اور مدرسہ کے مہتمم جناب حافظ شبیر احمد صاحب استقبال کے لئے موجود تھے...... ہم ابھی مہمان خانہ میں بیٹھے ہی تھے کہ اچانک علم حدیث کے ماہر صاحب علم وحکمت شیخ المحدثین حضرت مولانا استاذیم عبدالمجید لدھیانوی (کثر اللہ تعالیٰ امثالہم) تشریف لائے...... آپ کے ہمراہ جامعہ باب العلوم کے رئیس دارالافتاء حضرت مفتی ظفر اقبال صاحب مولانا منیر احمد ریحان صاحب بھی تھے...... وہاں تھوڑی دیر بعد جامعہ حنفیہ بورے والہ کے رئیس حضرت مولانا قاری محمد طیب حنفی صاحب اور مولانا عبدالرؤف صاحب بھی تشریف لے آئے...... شیخ لدھیانوی مدظلہ نے اپنی دعاؤں سے ندیم صاحب کو نوازا...... فرمانے لگے ندیم صاحب آپ کی ہمت ہے کہ دن رات سفر میں ہیں...... ماشاءاللہ دین اسلام کی نشر واشاعت میں مصروف ہیں...... اللہ قبول فرمائے۔

تقریر سے قبل جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی کے مہتمم حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب نے پرزور اصرار کیا کہ حضرت میرے ہاں رات کو قیام کریں...... ندیم صاحب کی تقریر کے بعد حالت یہ تھی کہ میرا سہارا لے کر مہمان خانہ میں تشریف لائے ...... نیم بے ہوشی کے عالم میں پہنچے...... صبح نماز کے فوراً بعد ہم جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی پہنچے ...... مولانا ظفر احمد قاسم صاحب نے ہماری خوب خاطر تواضع کی......

حضرت ندیم صاحب کے بیانات علمی ادبی تحقیقی اصلاحی اور تاریخی ہوتے ہیں

......جس سے یقیناً زندگیاں بدلتی ہیں......آپ کی یہی آواز وصدا ہوتی ہے۔

مصارف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پر نیاں ہوجا

یہ مجموعہ خطبات ''تجلیات ذی الحجہ'' کے نام سے موسوم ہے اس میں حضرت کی آٹھ تقریریں شامل ہیں۔

میں اپنے محسنین خصوصاً حضرت شیخ مولانا منیر احمد منور صاحب' مولانا قاری عبدالرحمان صاحب' حضرت مولانا جمیل الرحمٰن اختر صاحب (لاہور) حضرت مولانا محمد صدیق طارق صاحب (مدیر مدرسہ صدیق اکبر ظفیر پور ٹامیوالی) مولانا اطہر شاہ صاحب' حضرت مولانا محمد کلیم اختر صاحب (اطال اللہ عمرہٗ) مولانا محمد شعیب صدیقی صاحب' جناب حافظ محمد سلیم مہر صاحب، صاجبزادہ حافظ محمد احمد صاحب' حافظ سعد اللہ اور حافظ محمد اسعد ندیم صاحب کا مشکور وممنون ہوں۔جنہوں نے اپنے مفید مشوروں اور دعاؤں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے میرے اساتذہ اور والدین کے لئے بلند درجات کا سبب بنائے۔(آمین)

والسلام

اخوکم فی الدین

احقر الانام محمد عمیر شاہین

صفدریہ اسلامک ریسرچ سنٹر مدرسہ عربیہ محمدیہ حنفیہ، جامع مسجد مکی ریلوے روڈ میلسی ضلع وہاڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلت آیت الکرسی

چمکتے ہیں نجوم و کہکشاں تیرے سہارے پر
کھڑا ہے بے سہارا آسماں تیرے سہارے پر
چمن کو سینچتا ہے باغباں تیرے سہارے پر
بناتے ہیں پرندے آشیاں تیرے سہارے پر
کسانوں کی مشقت بھی ترے رحم و کرم پر ہے
کھڑی ہیں لہلہاتی کھیتیاں تیرے سہارے پر
بھنور سے پار کر دے اہلِ غم کی کشتیاں یارب
کہ چلتی ہے ہر اِک موجِ رواں تیرے سہارے پر
کوئی بندہ کسی بندے کی بگڑی کیا بنائے گا
کہ بے شرکت ہیں قائم دو جہاں تیرے سہارے پر
نگاہیں اُٹھ رہی ہیں رہروانِ راہِ منزل کی
کہ منزل سے ملے گا کارواں تیرے سہارے کی
کہ نازاں ہوں خداوندِ جہاں تیرے سہارے پر
تری توفیق پر ہے منحصر حمد و ثناء تیری
اب دانش پہ ہے تیرا بیاں تیرے سہارے پر

فضیلت آیت الکرسی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ فِیْھَا آیَۃٌ سَیِّدَۃُ آیِ الْقُرْآنِ لَا تُقْرَاءُ فِیْ بَیْتٍ فِیْہِ شَیْطَانٌ اِلَّا خَرَجَ مِنْہُ آیَۃُ الْکُرْسِیِّ [1] صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

---

1 مستدرک حاکم، ص285 ج2، بر المکتبۃ الشاملہ / المعجم الکبیر، ص162 ج4

تمہیدی کلمات!

لائق صد تعظیم وتکریم!

واجب الاحترام بزرگو، دوستو اور بھائیو!

آج کے خطبہ میں قرآن مجید کی معروف ترین آیت مبارکہ جس کو آیت الکرسی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے...... وہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے...... اس آیت کریمہ کی فضیلت اس کی اہمیت اور اس کا مختصر سا مفہوم...... معنیٰ اور مطلب عرض کرنا چاہتا ہوں...... اس لئے کہ یہ آیت مبارکہ تقریباً اکثر مسلمانوں کو یاد ہوتی ہے...... جب کسی آدمی کو کوئی پریشانی لاحق ہو...... کسی اللہ والے کے پاس کسی عالم کے پاس جائے عام طور پر بتایا جاتا ہے...... بھائی آیت الکرسی پڑھ لیا کرو ٹھیک ہو جاؤ گے۔

آیۃ الکرسی کے فوائد

سفر میں آیت الکرسی پڑھو...... تو سفر آسانی سے کٹتا ہے...... ویسے پڑھ لیا تو حالات ٹھیک رہتے ہیں...... یہ عام طور پر ہم ایک بات سنتے رہتے ہیں...... احادیث مبارکہ میں بھی اس کے بہت سارے فائدے بیان کئے گئے ہیں۔

قرآن کریم میں سب سے عظمت والی آیت' آیت الکرسی ہے

حدیث پاک میں آتا ہے...... نبی کریم ﷺ کا مقدس ارشاد ہے...... کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کا اہتمام کرتا ہے...... اس کے اور جنت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے[1]...... کیا مطلب؟ کہ جونہی اسے موت آتی ہے...... اللہ اسے ایمان کی سعادت کی موت عطا کرتے ہیں...... اس کے پڑھنے والے پر وقت موت ہی سے جنت کے اثرات مرتب ہونا شروع ہو جاتے ہیں...... اور اس کے لئے جنت کے راستے کھلنا شروع ہو جاتے ہیں...... اور جنت کی خوشبو آنا شروع ہو جاتی ہے...... یہ اس آیت مبارکہ کی سب

1. معارف القرآن ص612 ج1/ نسائی ص ...... / المعجم الکبیر ص114 ج8/ المعجم الاوسط ص92 ج8/ الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ 293 ج2

سے بڑی عظمت اور فضیلت ہے...... حدیث پاک میں آتا ہے...... ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے معروف ترین صحابی رسول سیدنا ابی ابن کعب انصاریؓ جو رسول اللہ ﷺ کی جماعت میں سب سے اچھا قرآن پڑھنے والے تھے...... اور ان کے متعلق مشہور تھا:

"اَقْرَأُهُمْ اُبَیٌّ ابْنُ كَعْبِ الْاَنْصَارِیُّ" [1]

"حضور ﷺ نے فرمایا میری ساری امت میں سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا یہ شخص ہے۔"

آپ ﷺ نے اسے فرمایا...... کہ ابی کیا تو جانتا ہے...... کہ اللہ کے قرآن میں سب سے بڑی عظمت والی آیت کونسی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کے محبوب ﷺ وہ آیت الکرسی ہے...... تو حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ تیرا علم تجھے مبارک کرے" [2] تو نے سچ کہا ہے...... اس صحابی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے علم کے اضافہ کی بھی دعا مانگی...... اور اس کی برکت کی بھی دعا مانگی...... اور فرمایا یہ واقعی آیت الکرسی ہی ہے...... جس کی یہ عظمت اور فضیلت ہے۔

آیت الکرسی پڑھنے والا جنت کا وارث ہے

پڑھتے سارے ہیں کہتے سب ہیں بتاتے سب کے سب ہیں...... لیکن اس آیت الکرسی کے وہ الفاظ جو ہم ادا کرتے ہیں...... ان کے مفہوم کی وسعت کو دیکھنا چاہئے...... کہ آخر اس میں اتنا بڑا وزن کیوں ہے...... کہ اس کے پڑھنے والا محفوظ ہے...... اس میں اتنی بڑی طاقت کیوں ہے؟ ...... کہ اس کے پڑھنے والا جنت کا وارث ہے...... اس کے صدقہ سے اتنی بڑی نعمت اور فضیلت کیوں ملتی ہے...... کہ جو شخص اس کو پڑھتا ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں...... اس کو جنت عطا فرماتے ہیں:

---

1 مشکوۃ 566 ج 2 / ترمذی ص 2 یا ابا المنذر الدری ای آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ معک اعظم قلت اللہ ورسولہ، اعلم، قال یا ابا المنذر الدری ای آیۃ من کتاب اللہ تعالیٰ معک اعظم قلت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم قال فضرب فی صدری وقال یھنک العلم یا ابا المنذر (صحیح مسلم ص 271 ج 1 مشکوۃ ص 185 ج ا فضائل القرآن / معارف القرآن ص 612 ج 1)

حضور ﷺ رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرتے تھے

حتیٰ کہ حدیث پاک میں آتا ہے......رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا......کہ رات کو آپ سونے سے پہلے جو مختلف چیزیں پڑھا کرتے تھے......ان میں آپ سورت ملک کی تلاوت بھی فرماتے تھے...... اسی طریقہ سے آپ کی یہ عادت شریفہ تھی...... کہ آپ چاروں قل!

"قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْن، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس"

ان کو پڑھنے کے بعد آیت الکرسی کو پڑھتے......اور پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پہ یوں دم کرتے اپنے سر مبارک سے پاؤں مبارک تک......سارے جسم پر اللہ کے محبوب یوں ہاتھ پھیرتے......1 ان روایات سے پتہ چلتا ہے۔

- کہ جو شخص اس کو گھر کے اندر پڑھے
- گھر کی حفاظت
- سفر کے اندر پڑھے سفر میں محفوظ
- صبح وشام اس کے پڑھنے کا اہتمام کرے اس کی جان محفوظ

اور پھر اگر اولاد کی نیت سے اسکو پڑھتا ہے چھوٹے بچوں پر پڑھ کر اس کو دم کرتا ہے اللہ بچوں کی حفاظت فرماتے ہیں......اس آیت میں اتنا بڑا وزن کیوں ہے؟ اس کی یہ خوبیاں کیوں ہیں؟ اس میں یہ صلاحیتیں اللہ نے کس لئے رکھی ہیں؟

آیت الکرسی میں بنیادی مسئلہ کی وضاحت ہے

اس کا اصل سبب یہ ہے...... کہ اس آیت میں سب سے بڑا وہ بنیادی مسئلہ بیان کیا گیا ہے...... کہ جس مسئلہ کے لئے اللہ نے آدم علیہ السلام سے محمد ﷺ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو مبعوث فرمایا...... ہر پیغمبر نے آ کر اس مسئلہ کی وضاحت کی......امت کو

---

1 السنن الکبریٰ للنسائی ص 13 ج 5 / التبویب الموضوعی للاحادیث ص 14933، ج1

دعوت دی......اپنی اپنی قوموں کو ہدایت کی طرف بلایا......یہی وہ مسئلہ تھا......جس کو مسئلہ توحید کہتے ہیں۔

اور اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ عقیدۂ توحید کو کھولا گیا ہے......اس مختصر سے وقت میں مَیں اسی عقیدۂ توحید پر ہی گفتگو کرنا چاہتا ہوں......اس آیت کریمہ یعنی آیت الکرسی میں اللہ کی دس صفات کا تذکرہ ہے......اس کے ذاتی نام کے ساتھ ساتھ دس صفتوں کو بیان کرنے کے بعد نچوڑ کے طور پر ایک بات کہی گئی ہے......کہ جس کی یہ صفات ہوں......جس کی یہ ذات ہو "لاالـــہ الا ھـــو" پھر وہی ایک ذات ایسی ہے......جس کی عبادت کی جائے......اس کے علاوہ عبادت کے قابل اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ، اللہ کا ذاتی نام ہے باقی سب صفاتی نام ہیں

"اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم"

سب سے پہلے اللہ کا ذاتی نام لایا گیا......کہ اللہ وہ ذات ہے......جس کے سوا کوئی معبود نہیں......علماء نے لکھا ہے......کہ اللہ، اللہ کا اسم ذات ہے......یہ ذاتی نام ہے......باقی صفاتی نام ہزاروں کی تعداد میں ہیں......بعض علماء نے یہ لکھا ہے......کہ ہر مخلوق میں علیحدہ علیحدہ اللہ کے صفاتی اسماء ہیں......یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان اسماء کے ساتھ یاد کرتے ہیں......عام طور پر قرآن مجید کے دائیں بائیں "۹۹" اسماء گرامی لکھے ہوتے ہیں:

اللہ کے نام میں بڑے مزے ہیں

"ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰامُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ"

یہ سب کے سب جو ہم پڑھا کرتے ہیں......یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی نام ہیں......بعض علماء نے ساڑھے تین ہزار اسماء مختلف کتابوں میں نقل کئے ہیں......اور ہر قوم کے لوگ ہر زبان کے لوگ اپنی اپنی زبان سے......اپنے اپنے انداز سے......اللہ کی صفات کو سمجھنے کے بعد......پھر وہ جو اس کا نام اپنی زبان میں لیتے ہیں......وہ بھی اللہ کے

اسماء صفاتی ہیں......لیکن ذاتی نام عرب میں بھی عجم میں بھی...... ہر ایک زبان میں ایک ہی نام ہے...... جو اس کا ذاتی نام آتا ہے...... اور وہ نام ہے اللہ...... ہمارے شیخ درخواستیؒ فرماتے تھے......اللہ ھُو کے بڑے مزے جو چاہے چکھ لے......اللہ کے نام کی بڑی تاثیر ہے۔

آیت الکرسی میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے

جب آدمی اللہ کہتا ہے......یقیناً پورا جسم اس کا ہل جاتا ہے......ایک عجیب کیفیت اس پہ طاری ہو جاتی ہے......اس لئے آیت الکرسی کو جب شروع کیا......اللہ کی صفات بیان کرنے سے پہلے اللہ نے اپنے ذاتی نام کا تذکرہ کیا......کہ جس کی صفتیں تم ابھی پڑھو گے......کہ وہ "حیٌ" بھی ہے "قیوم" بھی ہے......زمین و آسمان کا مالک بھی ہے......سونے اور اونگھ اور نیند کرنے سے پاک بھی ہے...... پوری کائنات کا علم اس کے قبضہ قدرت میں ہے...... ہر چیز اس کے احاطہ میں ہے......اس کی کرسی بڑی وسیع ہے ......وہ بڑے علم والا ہے......وہ بڑے حلم والا ہے......وہ بڑی قدرت والا ہے......وہ بڑی عظمت والا ہے...... یہ ساری صفات جس کو اب تم سننے والے ہو......جس کی صفات کی گفتگو ہے......وہ ہستی کونسی ہے...... یہ ذات کونسی ہے......اس ذات کا ایک ہی نام ہے ......جس کو اللہ کہتے ہیں۔

سب صفاتی ناموں کا کوئی نہ کوئی معنیٰ ضرور ہے

"اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ "

ایک بات یہاں پر بڑی عجیب ہے اس پر غور کریں......دیکھیں صفاتی نام اللہ کے جتنے ہیں......ان سب ناموں کا کوئی نہ کوئی معنیٰ ہے۔

- "الرحمٰن" بہت بڑا مہربان
- "الرحیم" نہایت رحم کرنے والا
- "الکریم" کرم کرنے والا

- "الستار" عیبوں پر پردہ ڈالنے والا
- "غفار" گناہوں کو بخشنے والا

جس کا نام حیرت و پریشانی میں مبتلا کر دے وہ اللہ ہے

ہر نام کا کوئی نہ کوئی معنیٰ ہے، اللہ کا کیا معنیٰ ہے؟ یہ ذاتی نام ہے اللہ کا اس کا کیا معنیٰ ہے؟ اللہ کس کو کہتے ہیں؟

یہ عجیب بات ہوگی...... کہ بھائی ہم ہر نام کا معنیٰ یاد کرتے ہیں...... اور جب کوئی پوچھے...... اللہ کا کیا معنیٰ؟ یہ تو جی اس کا ذاتی نام اللہ...... اللہ ہی ہے...... اللہ کا کیا معنیٰ؟ یہ کہہ کے ہم ٹال دیتے ہیں...... حالانکہ میں سمجھانے کے لئے کہتا ہوں...... کوئی نام ہو...... عبدالغفار ایک نام ہے...... حافظ بن رہا ہے...... تو حافظ عبدالغفار ہے...... قاری بن رہا ہے...... تو قاری عبدالغفار ہے...... عالم بن رہا ہے...... تو مولانا عبدالغفار ہے...... یہ ساری صفات آپ اس کی بیان کریں...... لیکن آپ کو کوئی پوچھے عبدالغفار کا معنیٰ کیا ہے؟ تو آپ کہیں گے...... یہ اس کا نام ہے...... بھائی اس نام کا کوئی معنیٰ تو ہوگا۔

جیسے حافظ ہونا اس کی صفت ہے...... قاری ہونا اس کی صفت ہے...... عالم ہونا صفت ہے...... اس کے نام میں بھی تو کوئی خوبی ہوگی؟ اس کے نام کا بھی تو کوئی مفہوم ہو گا...... اللہ کس کو کہتے ہیں؟ اللہ کے نام کا معنیٰ کیا ہے؟ علماء نے اس کے دو معنیٰ لکھے ہیں...... جن کی طرف میں نشاندہی کرنا چاہتا ہوں...... ایک تو علامہ بیضاویؒ نے لکھا ہے...... کہ اللہ اس ہستی کو کہتے ہیں...... جس کا نام زبان سے نکلتے ہی اس کا نام آتے ہی اس نام کو سنتے ہی انسانیت حیرت میں ڈوب جاتی ہے...... ششدر ہو جاتی ہے...... پریشان ہو جاتی ہے...... جس کا نام حیرت و پریشانی میں مبتلا کر دے وہ اللہ ہے...... زمین کس نے بچھائی ہے؟ (اللہ نے) حیران ہو جاتا ہے...... آدمی یہ کہہ کے کہ اللہ نے اتنی بڑی زمین کیسے بچھا دی۔

آسمان کس نے بنایا؟ (اللہ نے) اس لئے اللہ نے کسی جگہ جب بھی کافروں

سے سوال کیا ہے......تو وہاں یہی سوال ہے......کہ پیغمبر آپ ان سے پوچھئے......کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے......آپ ان سے پوچھئے!......کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ ان سے پوچھئے!......کہ اس پوری کائنات کا نظام کون چلاتا ہے؟ آپ ان سے پوچھئے سورج کو طلوع اور غروب کون کرتا ہے؟ آپ ان سے سوال کیجئے......اور ہر سوال کے جواب میں قرآن یہی کہتا ہے......کہ یہ یہی کہیں گے......کہ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے......

عبادت بے شک کسی اور کی کرتے ہیں......سجدے بے شک کسی غیر کے آگے کرتے ہیں۔ منتیں اوروں کی مانتے ہیں......لیکن یہ ماننے پر مجبور ہیں......کہ ان سارے نظام و کائنات کو چلانے والی ذات کا نام کیا ہے؟ (اللہ) اللہ حیرت کنندہ جو سب کو حیرت میں ڈال دے......جس کے نام کی عظمت اتنی ہے......جب زبان پہ نام آئے......آدمی حیرت میں ڈوب جاتا ہے......اس کا تخیل نہیں کر سکتا......اس کا تصور نہیں کر سکتا......اسے اپنے ہاتھوں میں محفوظ نہیں کر سکتا......اس کا احاطہ نہیں کر سکتا......سوچتا رہتا ہے......کہ میری سوچ کی انتہا ہے......اللہ کی کوئی انتہاء نہیں......میری فکر ختم ہے......اللہ کی ذات اس سے بھی عظیم ہے......میرا تدبر ختم ہے......اللہ کی ذات اس سے بھی عظیم ہے......میں جتنی بلندی پہ سوچوں......میرا رب اس سے بھی عظیم ہے......اللہ ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ حیران کرنے والا۔

جس میں تمام صفات بدرجہ اتم بیک وقت پائی جائیں وہ اللہ ہے

اور دوسرا معنی اللہ کے نام کا بڑا عجیب ہے......اللہ اس ہستی کو کہا جاتا ہے۔

وَاللهُ عَلَمٌ عَلَى الْاَصَحِّ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ ٥ [1]

جس میں اس کی تمام صفات سب کی سب اکٹھی بیک وقت بدرجہ کمال موجود ہوں......اور جمع ہوں......اس کو اللہ کہتے ہیں......ہر آدمی میں کئی صفتیں ہوتی ہیں......مثلاً سمجھانے کے لئے کہتا ہوں......میں بول رہا ہوں......یہ بولنا بھی ایک صفت ہے......

---

1. شرح التہذیب ص 1

آپ چپ کر کے بیٹھے ہیں...... چپ رہنا بھی انسان کی ایک صفت ہے...... دونوں صفتیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں...... یا بولتے ہوں گے...... یا آپ چپ ہوں گے...... دونوں میں سے ایک ہوگا...... دونوں اکٹھی نہیں ہوسکتیں...... غصہ بھی انسان کی ایک صفت ہے...... پیار' نرمی' محبت بھی انسان کی ایک صفت ہے...... دونوں چیزیں اکٹھی جمع نہیں ہوتیں...... کہ جس وقت وہ شدید غصہ میں ہو...... اس وقت وہ محبت میں بھی ہو...... جب آدمی کو غصہ آتا ہے...... تو بیٹا بھی باپ کے سامنے بات نہیں کرتا...... کہ ابا آج جلال میں بیٹھا ہوا ہے...... اس وقت اس کے غصہ کی وجہ سے پریشان ہو جاتا ہے...... حتیٰ کہ بیوی اپنے شوہر کے سامنے بات نہیں کرتی...... اس وجہ سے کہ اس کو غصہ ہے...... اگر میں کوئی اور بات کروں...... تو یہ اور غصہ میں آجائے گا...... اس کی حالت کو کیفیت کو دیکھ کر...... اسی کے مطابق گفتگو کرنی چاہئے...... جس وقت وہ جلال میں ہو...... اس وقت اسے جمال نہیں آتا...... جس وقت وہ جمال میں ہو...... اس وقت اسے جلال نہیں آتا...... جب پیار' نرمی اور محبت کی گفتگو ہو رہی ہو...... اس وقت فوری طور پر غصہ نہیں آیا کرتا...... یہ دو صفتیں علیحدہ علیحدہ ہیں...... آدمی میں یہ صفتیں بیک وقت جمع نہیں ہوتیں...... ایک موجود ہوگی...... تو دوسری معدوم ہوگی...... اگر بولتا ہے...... تو خاموش نہیں...... خاموش ہے تو بولتا نہیں...... غصہ میں ہے تو پیار نہیں...... پیار میں ہے...... تو غصہ نہیں......

اللہ وہ جو اپنی تمام صفات پہ بدرجہ کمال قائم ہے

اللہ! وہ ہستی جس میں اسکی تمام کی تمام صفات بدرجۂ کمال بیک وقت جمع ہوتی ہیں...... کیا مطلب؟ جس وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات رحمان ہے...... رحیم ہے...... جس وقت اس کی مہربانی کی انتہاء ہے...... اس وقت وہی اللہ قہار بھی ہے...... جس وقت وہ اللہ کی ذات کریم ہے...... اسی وقت وہ جبار بھی ہے...... قہار بھی اسی وقت ہے...... رحمان بھی اسی وقت ہے...... کریم بھی اسی وقت ہے...... یہ ساری صفات اس کے اندر بیک وقت اکٹھی ہیں...... جس وقت وہ نافع دنیا کو نفع پہنچا رہا ہے...... اس

وقت اس میں صفت ضار بھی موجود ہے......تو بیک وقت وہ نقصان بھی دیتا ہے......نفع بھی دیتا...... بیک وقت وہ زندہ بھی کرتا ہے...... مارتا بھی ہے......یہ تمام صفات جو مختلف قسم کی ہیں...... ایجابی ہوں ......یا سلبی ہر قسم کی صفات ساری کی ساری اکٹھی کر لی جائیں......اگر کسی ذات میں یہ جمع کی جائیں......تو وہ ایک ہی ذات ہے......جس کو اللہ کہتے ہیں......اللہ وہ جو اپنی تمام صفات پہ بدرجہ کمال قائم ہے......اور اس کی ہر صفت اس میں موجود ہے......اس کو اللہ کہتے ہیں......اب ایسی ہستی دنیا میں کوئی نہیں......جس میں ساری صفتیں جمع ہوں......وہ صرف اللہ ہے۔

عبادت کے لائق ہی وہی ذات ہے جس میں تمام صفات جمع ہوں

جب وہ اللہ ہے......تو قرآن کہتا ہے:

"اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم "

"عبادت ہر ایک کی نہیں کی جاتی......عبادت کے لائق ہی وہی ذات ہے......جس میں تمام صفات جمع ہوں......اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

"لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُـو " "اِلٰہ" کوئی نہیں " اِلٰہ " کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے "اِلٰــہ" کا معنیٰ میں اور آپ عام طور پر معبود کرتے ہیں......معبود کا لفظ عبادت سے ہے ......اور عبادت عبد سے ہے......عبد کا معنیٰ بندہ ہونا غلام ہونا......"اِلٰہ" یعنی وہ ہستی جس کے سامنے جھکا جائے ......وہ ہستی جس کا کہا مانا جائے ......وہ ہستی جس کی غلامی کی جائے...... وہ ہستی جس کے آداب تسلیم کئے جائیں ......وہ ہستی جس کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیا جائے ......وہ ہستی جس کے سامنے کوئی چیز پَر نہ مار سکے......وہ ہستی جو سب پہ قدرت رکھتی ہو......وہ ایک ہی ہستی ہے......جس کا نام اللہ ہے......اس کے سوا کوئی معبود نہیں...... کیا مطلب؟ خالق کوئی نہیں ...... مالک کوئی نہیں ...... رازق کوئی نہیں......مشکل کشا کوئی نہیں...... داتا کوئی نہیں ......عبادت کے لائق کوئی نہیں......وہ صرف ایک ہی ہستی ہے!

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

جس میں دس صفات جمع ہوں وہ عبادت کے لائق ہے

جو آگے صفات بیان کی جا رہی ہیں...... دس صفتیں قرآن نے بیان کی ہیں ......اللہ کہتا ہے ......کبھی دنیا میں نگاہ دوڑا کے دیکھ لینا ......جس میں یہ صفات جمع ہوں ......اس کی عبادت کرنا......جس میں جمع نہ ہوں......وہ عبادت کے قابل نہیں......ان میں سب سے پہلی صفت ہے۔ "اَلْحَیُّ" اللہ وہ ہے جو زندہ ہے، کیا ہے؟ (زندہ ہے) آپ بھی تو زندہ ہیں؟ سمجھئے زندگی کیسی ہے؟ "حَیُّ" اس زندگی کو کہتے ہیں...... جو ہمیشہ سے ہو ہمیشہ تک رہے...... ہمیشہ کی بھی کوئی حد ہے......اس کی زندگی کی کوئی حد نہیں...... جب کچھ نہیں تھا......تو وہ تھا......جب زمین نہیں تھی......تو تب بھی زندہ تھا......آسمان نہیں تھا......تو تب بھی زندہ تھا......عرش کرسی لوح وقلم نہیں تھے......تو تب بھی زندہ تھا......جن فرشتے انسان نہیں تھے......تو تب بھی زندہ تھا......نظام کائنات نہیں تھا......تب بھی زندہ تھا۔

اور اب سب کچھ ہے......وہ اب بھی زندہ ہے......اور کل آنے والے دن میں جب اللہ سب کو فنا کر دیں گے...... پوری کائنات میں قیامت برپا ہو جائے گی......زمین و آسمان ختم ہو جائیں گے......چاند سورج ستارے ختم ہو جائیں گے......مخلوق کو فنا کر دیا جائے گا......حتیٰ کہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی......فرشتے ختم کر دئے جائیں گے ......وہ ملک الموت جس کے قبضہ میں موت ہے...... وہ صور اسرافیل پھونکنے والا ......اسرافیل فرشتہ موت کا فرشتہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے گا......جب کچھ نہیں تھا......اس وقت بھی اللہ تھا......جب یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا......اس وقت بھی اللہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ زندہ ہے

"الحیُّ" اپنی قدرت کے ساتھ زندہ......ایک بات' اس زندگی میں وہ کسی کا محتاج بھی نہیں "الحیُّ" ہم زندگی میں کتنے محتاج ہیں......کھانے میں محتاج ہیں...... پینے

میں محتاج ہیں...... صحت میں محتاج ہیں...... بیوی بچوں میں محتاج ہیں...... دیکھنے میں آنکھوں کے محتاج ہیں...... بولنے میں زبان کے محتاج ہیں...... سننے میں ہم کانوں کے محتاج ہیں...... کام کاج میں ہاتھوں پیروں کے محتاج ہیں...... سوچنے میں دل اور دماغ کے محتاج ہیں...... گفتگو میں ہم دوستوں سگے عزیزوں کے رشتہ داروں کے...... اور قرابت داروں کے محتاج ہیں...... ہم سب زندہ ہیں...... احتیاجی کے ساتھ وہ زندہ ہے...... بے نیازی کے ساتھ "الحیُّ" ایسا زندہ ہے...... کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اللہ وہ زندہ ہے جو کسی کا محتاج نہیں

ایک بات بتاتا ہوں سمجھنا! اللہ ایسے زندہ ہیں...... ہم دیکھنے میں محتاج زندگی میں...... وہ دیکھتا ہے مگر آنکھوں کا محتاج نہیں...... توجہ کریں! میں اور آپ دیکھتے ہیں...... آنکھوں کے محتاج ہیں۔

"اَللّٰہُ سَمِیْع" سنتے ہیں کانوں کے محتاج نہیں۔ "بَصِیْر" دیکھتے ہیں آنکھوں کے محتاج نہیں...... ہمارے کان نہ ہوں ہم سن نہیں سکتے...... کان کا پردہ پھٹ جائے سن نہیں سکتے...... آنکھ میں کوئی تکلیف ہو جائے دیکھ نہیں سکتی...... اس کے اوپر کوئی پردہ آجائے یہ دیکھ نہیں سکتی...... اس کی قوت اور بینائی والی وہ طاقت اگر ختم ہونا شروع ہو جائے...... ہم کہتے ہیں اتنے نمبر کا چشمہ لگالیا ہے...... اور اسکی بینائی ختم ہو رہی ہے...... ہم زندہ ہیں...... آنکھوں کے محتاج ہیں...... زندہ ہیں کانوں کے محتاج...... زندہ ہیں کھانے پینے کے محتاج ہیں...... کام کاج کے محتاج ہیں...... زندہ ہیں ان ساری احتیاجیوں میں پھنسے ہوئے ہیں...... تیری میری کیا زندگی ہے...... جو محتاجی کی ہے...... اللہ وہ زندہ ہے...... جو کسی کا بھی محتاج نہیں

وہ اللہ سب سے اول سب سے آخر سب سے ظاہر سب سے باطن ہے

"حیُّ وقیوم" یہ اللہ کی دو عجیب صفتیں ہیں "حیُّ" نے ثابت کیا کہ وہ واجب

الوجود ہے……اس کا وجود ہے جب کچھ نہیں تھا……تو وہ تھا اور جب کچھ نہیں ہوگا……تو وہ ہوگا……تو اللہ سے پہلے کیا تھا؟ اللہ ہی تھا یہ کوئی نہیں کہہ سکتا……اس سے پہلے کوئی اور چیز تھی کب سے ہے؟ اس کو قرآن نے کھول کے کہا:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ"

"سب سے اول ہے سب سے آخر ہے سب سے ظاہر ہے سب سے باطن ہے۔"

وہ ظاہر اتنا ہے کہ اس کی قدرت کے نظارے ہر چیز میں نظر آتے ہیں……وہ باطن اتنا ہے……کہ تم اسے تلاش کرنا چاہو……تو وہ تمہیں نظر نہ آئے……وہ اول اتنا ہے کہ جب کچھ نہیں تھا……تو تب بھی وہ تھا……وہ آخر اتنا ہے……کہ جب سب کچھ ختم ہو جائے گا……اس وقت وہی رہے گا……اول بھی آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک دھریہ سے مناظرہ

امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ ہمارے بزرگوں میں بہت بڑے عالم اور امام گزرے ہیں……ان کا ایک دہریہ اور بے دین سے مناظرہ ہو گیا……دہریہ اسے کہتے ہیں……جو سرے سے اللہ کے وجود کا منکر ہو……وہ کہتا ہے اللہ ہے ہی نہیں نظام خود بخود چل رہا ہے……ایسے پاگل بھی زمین پر ہیں…… یہ بھی بیوقوف ہیں……جو اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے ہیں……لیکن وہ ان سے بھی بڑے بیوقوف کہ نظام خود بخود چل رہا ہے…… اب جو یہ کہے کہ نظام خود بخود چل رہا ہے……اللہ کو نہیں مانتا آپ کے قرآن کو کیسے مانے گا……جو اللہ کو نہیں مانتا……وہ نبی کی حدیثوں کو کیا مانے گا……جو اللہ کے وجود کا قائل نہیں……وہ فرشتوں کو کیا مانے گا؟ جو اللہ کو نہیں مانتا……وہ جنت جہنم کو کیا مانے گا؟……جو کہتا ہے میں نہ مانوں……اسے ہم منوا ہی نہیں سکتے……لیکن اللہ نے جن کو یہ عظمت دی ہے……وہ منوایا کرتے ہیں……امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ جس کو محدثین "سراج الامت" کہتے ہیں……جو امت کے محدثین میں استاد المحدثین تھے……یہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ جتنی کتابوں کے مصنف ہیں……یہ سب کے سب بالواسطہ بلاواسطہ

ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں...... بہت بڑے عظیم آدمی تھے...... دہریہ سے بات ہوئی مناظرہ طے ہوگیا...... وقت سے تھوڑا سا دیر سے آئے...... اس نے کہا یہ مسلمانوں کا مولوی ہے...... طے یہ ہوا تھا...... آیا اب ہے...... وقت پر نہیں آیا...... فرمایا غصہ میں نہ آؤ...... کم از کم مجھ سے پوچھو! تو سہی دیر سے کیوں آیا ہوں...... اس نے کہا بتاؤ کیوں دیر کی ہے؟ فرمایا میں آرہا تھا...... راستہ میں دریا تھا...... بڑی نہر تھی پار کرنا تھا...... بڑا پریشان تھا...... تیراکی مجھے نہیں آتی...... کشتی میرے پاس نہ تھی۔

وہاں پر کوئی چیز نہ تھی...... میں ہکا بکا کنارہ پر کھڑا کہ دوسری طرف جاؤں کیسے؟ تم تک پہنچوں کیسے؟ اچانک کھڑے دیکھتا ہوں...... ایک درخت نیچے گرتا ہے...... گرنے کی دیر تھی...... وہ ٹوٹ کے زمین پر گر پڑا...... پھر اس کے بعد میں دیکھ ہی رہا تھا...... کہ میری آنکھوں نے عجیب نظارہ دیکھا...... کہ وہ چرنا شروع ہوگیا...... صاف ہونا شروع ہوگیا...... اس کے تختے بننے شروع ہوگئے؟ ساتھ ہی وہ تختے آپس میں جڑنا شروع ہوگئے...... ان تختوں میں میخیں ٹھکنا شروع ہوگئیں...... پھر میخیں ٹھک کے کشتی بننا شروع ہوگئی...... آخر وہ کشتی تیار ہوتی ہے...... وہ خشکی پہ کھڑی تھی...... میں بڑا پریشان کہ اب اس کو چلاؤں گا...... کیسے وہ خود بخود اٹھ کے دریا میں آجاتی ہے...... اور پھر میرے قریب آکر رک جاتی ہے...... جب وہ میرے قریب آئی...... تو میں چھلانگ لگا کر اس میں بیٹھا...... تو میں حیران ہوگیا...... کہ وہ خود بخود چلنا شروع ہوگئی...... دوسرے کنارے پہ آئی...... اب اتر کے آگیا ہوں...... بات کرو کیا کہنا چاہتے ہو۔

کائنات کے نظام کی کشتی اللہ کے بغیر نہ بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے

اس نے کہا مناظرہ بعد میں ہوگا...... پہلے یہ بتاؤ! تمہارا مولوی کتنا بڑا جھوٹا آدمی ہے...... حد ہوتی ہے جھوٹ کی...... درخت کو گرائے کوئی نہ خود بخود گر جائے...... اس کو پھاڑے کوئی نہ خود بخود تختے چر جائیں...... ان کو جوڑے کوئی نہ خود بخود جڑ جائیں...... ان کی کشتی کوئی بنائے نہ خود بخود بن جائے...... اسے کوئی چلائے نہ چل جائے...... عقل اس

بات کو نہیں تسلیم کرتی ...... یہ نہیں ہو سکتا...... تو جھوٹ بولتا ہے...... فرمایا یہی تو میں تجھے بتانا چاہتا تھا...... بدبخت! دنیا کی کشتی بنانے والے کے بغیر نہ بن سکتی ہے...... نہ چل سکتی ہے ...... تو کائنات کے نظام کی کشتی بھی اللہ کے بغیر نہ بن سکتی ہے...... نہ چل سکتی ہے...... اس کشتی کو چلانے والا کون ہے؟ (اللہ) اس نے کہا چلو یہ مان لیتا ہوں...... وہ بادشاہ ماننے والے تھے...... یہ ہمارے اکھڑ مزاج ہوتے ہیں...... جو نہیں مانتے...... اس نے کہا مانتا ہوں چلو ہے...... لیکن دکھاؤ کہاں ہے؟ یہ بھی تو ہے۔ "حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا تو طور پہ جاتا ہے اللہ سے باتیں کر کے آتا ہے...... ہمیں بھی تو دکھا رب ہے کہاں؟ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو مانیں؟ دیکھا تو کلیم اللہ نے بھی نہیں تھا...... ہمیں دکھاؤ کہاں ہے؟ اور یہ عقل کے اندھے ہیں...... ان کو پتا نہیں بہت ساری چیزیں بن دیکھے آپ بھی مانتے ہیں...... سر میں کسی کو درد پڑ جائے...... اس کا سر کھول کے رکھ دو...... دکھا دو درد کہاں ہے؟ یہ درد ایک چیز ہے مانتے ہو...... نظر نہیں آتی...... ہوا ہے...... پتے ہلتے نظر آتے ہیں...... کبھی کسی نے ہوا دیکھی ہو...... تو بتائیں؟ سر سے پاؤں تک سارا جسم ہے...... چلتا پھرتا حرکت کرتا ہے...... روح نکل جاتی ہے...... آنکھیں ہیں دیکھتی نہیں ...... زبان ہے بولتی نہیں...... ہاتھ پاؤں ہیں...... کام کاج نہیں کرتے۔

تو دل میں آتا ہے پر نظر نہیں آتا

یہ کیا چیز تھی؟ جو اس جسم کو چلا رہی تھی ...... یہ ایک روح ہے...... روح کسی نے نہیں دیکھی...... تیرے جسم کو چلانے والی روح تو نظر نہیں آتی...... کائنات کو چلانے والا خدا تمہیں کیسے نظر آئے گا؟...... حضرت نانوتویؒ نے عیسائی کو یہی جواب دیا تھا...... امام اعظمؒ کہنے لگے...... چل میں بھی تجھے جواب دیتا ہوں...... دودھ کا پیالہ ہاتھ میں اٹھا کر فرمایا...... بتا اس دودھ میں مکھن ہے؟ دودھ میں مکھن ہوتا ہے...... یا نہیں ہوتا ہے؟ (ہوتا ہے) مگر یہاں نہیں ہوتا...... مکھن وہاں ہوتا ہے...... جہاں خالص دودھ نکال کے لایا گیا ہو...... کہا دودھ میں مکھن ہے...... کہ نہیں؟ اس نے کہا جی ہے...... امام صاحبؒ فرمانے

لگے...... دکھا کہاں ہے؟

کس کونے میں ہے...... کس جگہ ہے دکھا؟ وہ کہتا ہے ہے تو سہی دیکھنے کے لئے وقت چاہئے...... اس دودھ کا دہی بنے گا...... دہی کی لسی بنے گی...... پھر اس کے بعد جا کے اس میں سے مکھن نکلے گا...... فرمایا اللہ ہے...... اس کے دیکھنے کے لئے بھی وقت چاہئے...... اللہ والوں کی جوتیوں میں آنا پڑے گا...... اللہ اللہ کرنا پڑے گا...... اللہ کی قدرت کے دلائل وعجائبات کو سمجھنا پڑے گا...... پھر نظر آئے گا کہ اللہ بھی ہے۔

تو دل میں آتا ہے پر نظر نہیں آتا
بس جان گئے ہم تیری پہچان یہی ہے

اللہ زمین وآسمان میں نہیں بلکہ مومن کے دل میں سماتا ہے

مولانا دین پوریؒ مرحوم ایک جملہ کہا کرتے تھے...... بڑا پیارا فرماتے تھے...... لوگو! تم اگر اللہ کو تلاش کرنا چاہو...... تو تمہارے راکٹ، طیارے، میزائل پھٹ جائیں گے...... اللہ نظر نہیں آئے گا...... اور اگر واقعی تم اس کی قدرت کے نظارے دیکھنا چاہتے ہو تو...... تم آنکھیں بند کرو...... تو تمہارے دل میں اب بھی ڈیرہ ڈال کے بیٹھا ہے...... اللہ خود فرماتے ہیں...... زمین وآسمان میں کہیں نہیں سماتا...... سوائے مؤمن کے دل کے یہ دل میرا مرکز ہے...... جب یہ مجھے یاد کرتا ہے...... تو میرا سب سے بڑا ڈیرہ ایمان والے کے دل میں ہوتا ہے...... اب تیسری بات اس نے کہا یہ بھی مانا کہ ہے...... اور یہ بھی مان لیتا ہوں...... کہ نظر نہیں آتا...... لیکن دیکھیں! میں آپ کو دیکھ تا ہوں...... آپ مجھے دیکھتے ہیں...... اللہ کس کو دیکھتا ہے؟ بیک وقت ہر طرف تو آدمی نہیں دیکھ سکتا...... میری نظر آپ کی طرف...... آپ کی نظر میری طرف...... مجھے پیچھے کا پتہ نہیں...... آپ کو اپنی پشت کا پتہ نہیں...... تو اللہ بیک وقت سب کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ چراغ جلایا روشن کیا...... فرمایا بتاؤ! اس کی روشنی کا رخ کس طرف ہے؟ اس نے کہا چاروں طرف ہر طرف...... فرمایا یہ تمہارا مصنوعی نور ہے...... یہ ہر طرف:

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض" جو پوری کائنات کی روشنی کا خالق ہے......
اس کا نور بھی ہر طرف ہے......اس نے کہا چلو یہ بھی سمجھ لیا کہ ہر طرف ہے...... یہ بھی سمجھ لیا کہ نظر نہیں آتا......اس نے پھر وہی سوال کیا......جس پر میں گفتگو کر رہا تھا......اس نے کہا یہ بتاؤ ہر چیز سے پہلے کوئی چیز ہوتی ہے......اللہ سے پہلے کون تھا؟ ہم مانتے ہیں "الحیُّ" زندہ ہے......اس سے پہلے کون ہے؟

عجیب جواب دیا فرمایا تمہیں گنتی آتی ہے؟ کہا بالکل آتی ہے......فرمایا دس سے پیچھے گنو؟ اس نے گنے دس، نو، آٹھ، سات، چھ، پانچ، چار، تین، دو، ایک جب ایک پہ آ کر رکا......تو امام صاحب نے فرمایا......ایک سے پیچھے بھی تو گن؟ اس نے کہا ایک ایک ہی ہوتا ہے......ایک سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا پاگل! اگر اس ایک سے پہلے کوئی نہیں تو اس ایک سے پہلے بھی کوئی نہیں......ایسا ایک ہے جس سے پہلے کوئی نہیں۔

واحد اور احد میں بڑا فرق ہے

اس لئے قرآن نے جب اللہ کی وحدانیت کی صفت بیان کی ہے تو فرمایا:
قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد "پیغمبر کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔"

واحد اور احد میں بڑا فرق ہے......واحد اس کو کہتے ہیں......جس کا تثنیہ اور جمع ہو احد اس ایک کو کہتے ہیں......جس کا تثنیہ اور جمع بھی نہیں ہوتا......واحد اس کو کہتے ہیں جو اجزاء اور حصوں میں تقسیم ہو......احد اس کو کہتے ہیں......جس کے کوئی اجزاء اور حصے نہیں ہوتے۔

- وہ ایسا اکیلا ہے جس کا تثنیہ کوئی نہیں
- وہ ایسا اکیلا ہے جس کا جمع کوئی نہیں
- وہ ایسا اکیلا ہے جس کے ماں باپ کوئی نہیں
- وہ ایسا اکیلا ہے جس کے بیوی بچے کوئی نہیں

- وہ ایسا اکیلا ہے جس کا قریب کوئی نہیں
- وہ ایسا اکیلا ہے جس کا بڑا اور چھوٹا کوئی نہیں
- وہ ایسا اکیلا ہے جس کا ثانی کوئی نہیں
- ایسا اکیلا ہے

خود قائم ہے اوروں کو قیام عطاء کرتا ہے

کہ : "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْم"

"الحیؒ" زندہ بھی ہے.....قدرت کے ساتھ "القیوم" دنیا کو وجود بھی عطا کرتا ہے.....اور ایسا وجود عطا کرنے والی اکیلی وہ ہستی ہے..... جسے کبھی اونگھ بھی نہیں آئی.....اسے کبھی نیند بھی نہیں آئی۔ "الحیؒ" زندہ ہے.....اگلی صفت ہے کہ "القیوم" قیوم سمجھو کیا ہے؟ "حیؒ" کا معنی خود زندہ.....توجہ سے سمجھنا! خود بخود زندہ ہم زندگی میں بھی تو محتاج ہیں.....خود پیدا ہونے میں ہم محتاج تھے.....ماں باپ نہ ملتے تو ہم کہاں سے آتے.....وہ خود بخود ہے.....اس احتیاجی سے پاک زندہ ہے "الحیؒ" نے بتایا.....کہ واجب الوجود ہے خود ہے "القیوم" نے بتایا.....کہ صرف اس کا اپنا وجود نہیں.....بلکہ "القیوم" واجب الوجود بھی ہے.....کہ دنیا کو وجود بخشتا ہے.....لوگوں کو قائم رکھتا ہے.....خود قائم ہے اوروں کو قیام عطا کرتا ہے۔ زمین کو اس نے بچھایا ہے.....اس کا وجود عطا کرتا ہے.....آسمان کو وجود عطا کیا ہے.....چاند، سورج، ستاروں کو وجود عطا کیا ہے..... شمس وقمر، زہرا، عطارد، مشتری، سیاروں، ستاروں، کو وجود بخشتا ہے۔

"القیوم" اس کو کہتے ہیں جو ہر ایک کو زندگی بخشنے والا.....فرشتوں کو وجود دینے والا.....جنوں کو وجود دینے والا.....انسانوں کو جسم بخشنے والا.....کائنات کو وجود عطا کرنے والا.....خود اپنی قدرت کے ساتھ قائم ہے.....اور پوری کائنات کو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ قائم رکھا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی سب کو زندگیاں بخشنے والے ہیں

القیوم ''اس نے سب کو قائم کیا ہوا ہے۔''

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ' فرماتے ہیں......غزوہ بدر کی رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا......کہ پوری رات اللہ کے نبی نے اپنی پیشانی پتھر پہ رکھی......اور پوری رات رسول اللہ ﷺ روتے رہے لیکن کہتے کیا ہیں......میں نے قریب جا کے دیکھا......کہ حضور ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو پوری رات پیغمبر ﷺ کی زبان پہ یہی جملہ تھا:

''یا حیُّ یا قیُّوم' یا حیُّ یا قَیُّوم' یا حیُّ یا قیُّوم'' [1]

اے اللہ تو ہی زندہ ہے......تو ہی زندگیاں بخشنے والا ہے......تو خود بھی زندہ ہے......تیری قدرت سے سارا نظام زندہ ہے......تو خود قائم ہے تیری قدرت سے سارا نظام قائم ہے......اے اللہ جب تیرے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے......تو جس کو چاہے زندگی بخشے......جس کو چاہے ختم کردے......اے اللہ میں یہ تین سو تیرہ نہتے لے کے آیا ہوں......میرے مولیٰ مجھ محمد ﷺ کی دعا کے صدقے ان کو بقا عطا کردے......ان کے مخالفین کو فنا عطا کردے۔

''الحیُّ القیوم'' جو خود زندہ ہے......دوسروں کو قائم رکھتا ہے......وہ ایسا زندہ ہے......جسے فنا نہیں......فنا اسی کو آتی ہے......جس کو موت آئے......اور یہ نیند جو ہے یہ موت نہیں......لیکن اس کو ''اخت الموت'' کہا گیا ہے......کہ موت کی بہن ہے......یہ بات یاد رکھیں!......جسے موت کی بہن ملے......اسے موت ضرور آتی ہے......اس لئے اللہ کی صفت بیان کی......کہ اللہ نے پورے نظام کو اپنی قدرت سے ایسا تھاما ہے کہ:

''لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ''

''اللہ وہ ہستی ہے کہ جسے کبھی اونگھ بھی نہیں آئی اسے کبھی نیند بھی نہیں آئی۔''

---

1. معارف القرآن ص 613 ج 1 (از مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ)

اگر اس کو اونگھ اور نیند آ جائے ......تو نظام ختم ہو جائے گا......موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں کہہ دیا تھا......کہ اے اللہ تو نظام کو چلا رہا ہے......ایک دن ہمیں بھی دیدے...... اللہ نے کہا یہ تیرے اختیار میں نہیں...... یہ میرے قبضۂ قدرت میں ہے......تم نے تو ہر ایک کو اختیارات اللہ کے دیئے ہوئے ہیں...... یہاں سے لکڑی نہ توڑنا......کوئی چیز تمہارا نقصان نہ کر دے......ان پیروں کا یہی کام باقی رہ گیا ہے۔ اس قبرستان کی فلاں چیز کو ہاتھ نہ لگانا......کہیں تمہارا ہاتھ نہ ٹوٹ جائے......کیا اللہ والوں کا یہی کام ہے...... جہالت دیکھئے!

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْم "اونگھ بھی نہیں نیند بھی نہیں۔"

اللہ بتانا چاہتا ہے کلیم! یہ اختیارات ہمارے ہیں تمہارے نہیں۔ اللہ نے کہا چل رات کو پانی کا پیالہ لے کے کھڑے ہو جا! صبح کو پی لینا!......تقاضے کے مطابق رات ڈھلتی گئی نیند کا غلبہ ہوتا چلا گیا...... جب رات کے بارہ ایک دو بجے نیند کا جھٹکا آیا...... جب نیند آتی ہے......تو اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں......اعضاء ڈھیلے ہو جائیں......تو آدمی کو اپنے حواس کا بھی پتہ نہیں رہتا...... ہاتھ ہلا پانی کا پیالہ زمین پر جا گرا...... پانی سارا گر گیا آنکھ کھلی بے تاب ہوئے...... پریشان ہوئے......سوچا! اللہ کو صبح کیا جواب دوں گا؟ ......پوچھا اللہ نے......کلیم علیہ السلام! وہ پیالہ کہاں گیا؟ اس نے کہا مولیٰ مجھے رات اونگھ آئی ہے...... پیالہ گر گیا ہے......اب سمجھ گیا ہوں اگر تو سو جائے......تو نظام ہی ختم ہو جائے اس لئے:

"لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْم" اسے اونگھ بھی نہیں آتی اسے نیند بھی نہیں آتی۔

بیت اللہ کے دروازے رات کو کھلے اور مسجد نبوی کے دروازے بند کیوں؟

ہمارے استاد تھے حافظ القرآن والحدیث شیخ الاسلام مولانا عبداللہ درخواستیؒ بڑے عظیم آدمی تھے......ایک سال حج پہ تشریف لے گئے......عرب کے بڑے بڑے جید

علماء موجود تھے......ان علماء نے ایک سوال کیا......ان میں سے ایک عربی نے آ کر پوچھا اور یہ عجیب اتفاق تھا کہ بڑے بڑے عرب کے......اور پاکستان کے اس وقت کے محدثین میں مولانا ادریس کاندھلویؒ علامہ یوسف بنوریؒ مفتی محمد شفیعؒ یہ سب بڑے بڑے جبال العلم لوگ تھے......علم و عمل کے پہاڑ تھے......تشریف فرما تھے......تو انہوں نے کہا علماء پاکستان اس سوال کا جواب دو......تم کہتے ہو قرآن ایسی کتاب ہے کہ:

تِبْیَانً لِّکُلِّ شَیْءٍ ''اللہ نے ہر چیز اس میں کھول کر بیان کر دی ہے۔''

آپ ہمیں ایک سوال کا جواب قرآن سے دیں......بیت اللہ کے دروازے رات کو کیوں کھلے رہتے ہیں......مسجد نبوی کے دروازے عشاء کے بعد کیوں بند ہو جاتے ہیں......قرآن سے جواب دو؟ علماء نے کہا کہ اس سوال کا تعلق قرآن سے نہیں......مسجد نبوی کے دروازے بنے بعد میں......اس لئے رات کو پہلے یہ کھلے رہتے تھے۔

نور الدین زنگی بادشاہ کے دور میں عیسائیوں نے بدمعاشی کی......رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کو نکالنے کی سازش کر رہے تھے......اس سازش کا انکشاف ہوا......بادشاہ نے سیسہ پگھلا کے چاروں طرف دیوار میں نیچے زمین میں ڈال دیا......تاکہ کوئی بدمعاش آگے نہ پہنچ سکے......پھر رات کو دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں......تاکہ اندر جانے کی کوئی جسارت نہ کرے......سبب یہ تھا اس کے علاوہ اور کوئی سبب نہیں......انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے......تم کہتے ہو قرآن میں سب کچھ ہے......اس سوال کا جواب قرآن سے چاہتا ہوں......یہ بتاؤ کہ مسجد نبوی کے دروازے کیوں بند ہوتے ہیں؟......کعبہ کے دروازے کیوں کھلے رہتے ہیں؟ سید بنوریؒ نے حضرت درخواستیؒ کو دیکھ کر کہا......آپ کو لوگ حافظ الحدیث کہتے ہیں......آپ جواب دیں!

جو سو جائے اس کے دروازے رات کو بند ہو جاتے ہیں جو جاگتا رہے اس کے دروازے کھلے رہتے ہیں

حضرت فرمایا کرتے تھے...... جب کوئی حدیث مشکل ہو...... سمجھ نہ آئے روضۂ اطہر پر نگاہ پڑے......تو حدیث حل ہو جاتی ہے......اور جب قرآن مجید کی آیت سمجھ میں نہ آئے......تو کعبۃ اللہ کو دیکھتا ہوں......تو قرآن کی آیت سمجھ آجاتی ہے۔ شیخ کی نگاہ اٹھی......بیت اللہ کی طرف یوں دیکھا......بے ساختہ زبان پہ یہ آیت کریمہ جاری ہوئی:

"اَللّٰہُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْم"

یہ پڑھا اور پڑھ کر فرمایا......اللہ قرآن میں کہتے ہیں......اللہ وہ ہے......جس کے سوا کوئی معبود نہیں......وہ زندہ ہے......وہ قیوم ہے......پورے نظام کائنات کو اس نے تھاما ہوا ہے:

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْم "اس کو اونگھ بھی نہیں آتی نیند بھی نہیں آتی۔"

سونا مخلوق کی صفت ہے......جاگنا اس کا خاصہ ہے......آقا مخلوق ہیں......اللہ خالق ہے......مدینہ نبی کی جگہ ہے......کعبہ رب کا گھر ہے......مخلوق سوتی ہے......رات رب نے سونے کے لئے بنائی ہے......جو سو جائے اس کے دروازے رات کو بند ہوتے ہیں......جو جاگتا رہتا ہے......اس کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَانَوْم "اونگھ بھی نہیں آتی اسے نیند بھی نہیں آتی"

"لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْض "

"اللہ وہ قدرت والی ذات ہے زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہے"

"لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْض "

دیکھئے اللہ نے دلائل ہی ایسے پیش کیے ہیں "کہ دنیا میں کوئی مشرک ان کا رد پیش کر ہی نہیں سکتا......کسی سے پوچھو! "حیّ" جو ہمیشہ سے ہو......اور ہمیشہ رہے کبھی اس کو فنا نہ آئے......کسی بڑے سے بڑے کافر سے بھی پوچھو......کہ وہ کون ہے......تو کیا کہے گا؟ (اللہ) نہ ماننے والے ملحد بے دین سے پوچھو!......وہ بھی کہے گا......اللہ، یہودی سے

پوچھو! وہ بھی کہے گا اللہ، عیسائی سے پوچھو! تو وہ بھی کہے گا اللہ، سکھوں سے پوچھو! تو وہ بھی کہیں گے یہ اللہ ہے...... گائے کا پیشاب پینے والے کافر سے پوچھو کہ وہ ہستی کون ہے...... کہ جب کوئی نہ تھا وہ تھا...... جب کچھ نہیں ہوگا...... وہ ہوگا تو یہ بھی کہے گا...... وہ اللہ ہے۔ یہ پوچھو! کہ زمین و آسمان کو کس نے سمیٹا ہوا ہے...... کس نے اپنی قدرت سے تھاما ہوا ہے:

تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ " کونسی ہستی ہے۔"

"قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

"جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے...... جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے...... جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے...... جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے...... اپنے قبضۂ قدرت میں سارے نظام کو رکھا ہوا ہے...... اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے...... سب کو وجود عطا کیا ہوا ہے...... جب تک چاہتا ہے دیتا ہے...... جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے۔"

ایسی کائنات میں کونسی ہستی ہے؟ مشرک بھی کہے گا...... اللہ کے سوا اور کوئی نہیں...... پھر پوچھو! بڑے سے بڑا پیر ہو قطب' ولی ہو' غوث ہو' ابدال ہو اور نبی امام الانبیاء کیوں نہ ہوں...... رات آتی ہے تو سوتے ہیں...... اماں عائشہؓ کہتی ہیں حضور ﷺ سوتے تھے...... نبوت کو جب نیند آتی تو نیند میں ہلکے سے خراٹے کی آواز محسوس ہوتی تھی پتہ چلتا تھا...... کہ حضور ﷺ اب گہری نیند میں ہیں...... یہ کائنات کا سردار بھی سو گیا ہے...... لیکن مالک مختار نہیں سوتا کہ:

"لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" کسی دشمن سے مشرک سے پوچھو! ایسی کونسی ہستی ہے...... جس کو کبھی نیند نہ آتی ہو...... اس کو نہ اونگھ آئے...... نہ نیند آئے...... وہ بھی کہے گا

کہ......وہ ایک ہی ہستی ہے......جس کو اللہ کہتے ہیں......ہم نے تو مردوں کو پوجنا شروع کیا......کہ آنکھوں کے سامنے مرتے ہیں......ان کو کفن پہناتے ہیں......زمین میں دفن کرتے ہیں......پھر ان کو مشکل کشا مانتے ہیں......اللہ کہتے ہیں جو دنیا میں تمہارے سامنے سو رہے تھے......ان کو نیند آ جاتی تھی......ان کو اس دنیا کے حالات کی خبر نہیں ہوتی تھی......وہ مرنے کے بعد تمہارا مشکل کشا کیسے بن سکتا ہے؟

زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے

"لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا......کہ زمین و آسمان پہ میری مالکیت میرا قبضہ ہے......تو یہ کہے گا یہ گھر میرا ہے......چوہدری یہ کہے گا یہ زمین میری ہے......امیر کہہ سکتا ہے یہ فیکٹری میری ہے......سربراہ یہ کہہ سکتا ہے یہ مملکت میری ہے......لیکن دنیا میں آج تک کسی مائی کا ایسا لال نہیں پیدا ہوا جو یہ کہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے میرا ہے......وہ ایک ہی ہے جو کہتا ہے:

"لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" جب وہ اتنی بڑی ہستی ہے......سب کچھ اسی کا ہے......وجود وہ دیتا ہے......قبضہ اسی کا ہے......سب کو زندہ بھی وہ کرتا ہے......قبضہ میں بھی اسی کے ہے......تو اب اس کے سامنے کون ہے......جو دم مار کے یوں کہے......اس کو ایسے کیوں بنایا ہے......اور اس کو ایسے کیوں بنایا ہے؟

اللہ کے سامنے بغیر اجازت کوئی سفارش نہیں کرے گا

"مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ"

"خبردار! اللہ کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کا کسی کو کوئی حق نہیں"

ہمارے جاہل کہہ دیتے ہیں......بعض دفعہ میں ان کی جہالت کے واقعات نہیں سناتا......قیامت والے دن پیران پیر کہے گا......اللہ میاں اس کی بخشش کر......ورنہ میں خفا ہو کے جا رہا ہوں......اللہ منت کر کے کہے گا......اچھا میں اس کی منت کر کے مانتا

ہوں...... جو یہ کہتا ہے اس کی مانو! جہالت کی باتیں ہیں۔ "مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ"

سارے لوگ حضور ﷺ کے پاس سفارش کے لئے آئیں گے

اور حدیث میں آتا ہے: جس وقت شفاعت کبریٰ کا وقت آئے گا...... ساری انسانیت جمع ہو کے ابا آدم کے پاس جائے گی...... پیغمبر آدم کہہ دے گا...... اللہ کا جلال غالب ہے...... سفارش نہیں کرتا...... نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے...... نبی جواب دیدیں گے...... خلیل علیہ السلام کے پاس جائیں گے...... پیغمبر جواب دے دیں گے...... اسماعیل علیہ السلام کے پاس جائیں گے...... نبی جواب دے دیں گے...... اللہ سے ہم کلام ہونے والے کلیم کے پاس جائیں گے...... کلیم علیہ السلام جواب دے دیں گے...... عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے...... وہ جواب دے دیں گے...... سارے دروازوں سے مایوسی ہو جائے گی...... پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے...... میرے بعد ختم الرسل نے آنا تھا...... آؤ امام الانبیاء کے پاس چلتے ہیں...... سارے نبی بھی ساری انسانیت جمع ہو کر حضور ﷺ کے پاس آئیں گے...... محبوب آپ سفارش کریں۔[1]

علماء نے لکھا ہے: پیغمبر ﷺ بھی اللہ کی جلالت کیوجہ سے اللہ کے رعب کی وجہ سے اللہ کی عظمت اور کبریائی کی وجہ سے خاموش ہوں گے...... چپ ہوں گے...... پھر پیغمبر ﷺ فرمائیں گے...... لیکن میں اپنے رب کو راضی کرنے کا ایک طریقہ استعمال کرتا ہوں......

حدیث میں آتا ہے: آپ مقام محمود پر پہنچیں گے...... سر سجدہ میں رکھیں گے ...... ایک ہفتہ کی مقدار تک میرا اور تیرا محبوب نبی سر سجدہ میں ڈال کر اللہ کی کبریائی بیان کریں گے...... اس کی عظمت بیان کریں گے...... اس کی جلالت بیان کریں گے...... اس کا تقدس بیان کریں گے...... اس کی الوہیت اور ربوبیت بیان کریں گے...... اور حضور ﷺ

---

1. معارف القرآن ص614 ج1/ مشکوٰۃ شریف ص488 ج2 عن انس/ صحیح بخاری/ صحیح مسلم

فرماتے ہیں......اس وقت میں اپنے مالک کی وہ تعریف کروں گا......جو میں نے اس دنیا میں بھی نہیں کی ہوگی......اور جب میری تعریف کی انتہاء ہوگی......اس کا جلال جمال میں بدلے گا......اس کا غصہ پیار میں بدلے گا۔

محمد ﷺ تو اب سفارش کر تیرا رب تیری سفارش قبول کرے گا

پھر رب مجھے کہے گا محبوب:

"اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" [1]

"محبوب تو سر اٹھا سوال کر جواب دینا چاہتا ہوں مانگنا شروع کر عطا کرنا شروع کرتا ہوں۔ سفارش کر میں قبول کرتا ہوں تمنا کر پوری کرتا ہوں ہاتھ اٹھا دعاؤں کو پورا کرتا ہوں۔"

ارفع راسک "سر تو اٹھا تو کہنا شروع کر میں سننا شروع کرتا ہوں۔"

اشفع تشفع "محمد تو اب سفارش کر رب تیری سفارش قبول کرے گا۔"

جو مختار کل ہوتا ہے وہ ہفتوں سجدے نہیں کرتا...... یہ اتنی دیر گڑگڑانے کے بعد رونے کے بعد رب کہے گا......اب تو سر اٹھا اور اب بھی یہ اختیار نہیں......جس کو چاہوں جنت میں بھیج دوں......جس کو چاہوں جہنم میں بھیج دوں......نہیں ایک ہی سفارش ہو گی......اللہ آج اس بھرے میدان میں ساری انسانیت سسکتی کھڑی ہے......نفسا نفسی کا عالم ہے......ہر آدمی اپنے پسینہ میں غرق ہے......میرے مالک اتنا تو کر ان کا حساب لے ......نیکوں کو نیکی کی جزا دے...... بروں کو برائی کی سزا دے فیصلہ کر......جنت میں کون جائے گا؟......جہنم میں کون جائے گا؟......اس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں:

اللہ کے سامنے کوئی چیز مخفی نہیں

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ ○

---

1. مشکوٰۃ ص 489 ج 2/ صحیح مسلم بخاری / صحیح مسلم / ابن ماجہ ص 320

''اللہ وہ ہستی ہے زمین والو! جو کچھ تمہارے سامنے ہے وہ بھی جانتا ہے جو کچھ تم سے مخفی ہے وہ بھی جانتا ہے اللہ کے سامنے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں''

''يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ''

''جس کو ہم دیکھتے ہیں اس کو بھی وہ دیکھتا ہے جسے ہم نہیں دیکھتے اسے بھی وہ دیکھتا ہے''

یوں نہیں ہے کہ کوئی چیز اللہ کے سامنے ظاہر ہے کوئی چیز مخفی ہو:

اللہ کا علم تام ہے مخلوق کا علم ناقص ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَة ''حاضر وغیب کو جاننے والا ہے۔''

یہاں بھی معنیٰ یہی ہے کہ جو تمہارے سامنے ظاہر ہے...... اس کو بھی جانتا ہے ...... جو ہم سے چھپا ہوا ہے...... وہ اسے بھی جانتا ہے...... ایک بات یاد رکھو! اللہ کا علم، علم کلی ہے...... مخلوق کے پاس جز ہے...... اللہ کا علم ذاتی ہے...... مخلوق کے پاس صفاتی ہے ...... اللہ کا علم تام ہے...... مخلوق کا علم ناقص ہے...... اللہ کہتے ہیں:

رب کے علم کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا

''وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا''

اللہ کہتے ہیں از اول تا آخر...... اس قیامت کے آنے تک...... جتنے انبیاء اولیاء صدیقین شہداء صالحین سب کے سب...... ان سب کو میں نے جتنا علم دیا ہے...... ان سب کے سارے علم کو جمع کر دو ''الا قلیلا'' اللہ کے علم کے مقابلے میں تھوڑا ہے...... کتنا تھوڑا ہے...... علماء نے کہا...... جیسے سمندر ہو...... بحر بے کراں ہو...... چلتے ہوئے سمندر سے...... سوئی ڈبو کے نکالو...... اس سوئی کے نکے پہ جتنا پانی لگتا ہے...... تو مخلوق کے علم اور اللہ کے علم میں یہی تفاوت ہے...... اللہ کا علم سمندر بے کنار ہے...... مخلوق کا علم اس سوئی کی نوک پر لگے ہوئے پانی کے برابر ہے۔

يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ○

رب کے علم کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا...... مگر اللہ جس کو کچھ چاہتے ہیں دے دیتے ہیں...... علماء کو علم دیا ہے۔

- قرآن کا علم
- سنت کا علم
- احکام کا علم

فرشتوں کو علم عطا کیا ہے...... کہ فلاں کو موت فلاں وقت فلاں جگہ دینی ہے...... فلاں جگہ فلاں کام کرنا ہے...... یہ علم اللہ نے تقسیم کیا ہے...... لیکن **"الا بما شاء"** جس جس کو جتنا تھوڑا تھوڑا چاہا دیا...... سارا علم اللہ کے پاس ہے...... اتنا علم کسی کے پاس نہیں:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ "اللہ کی کرسی زمین و آسمان سے وسیع ہے۔"

یہ کرسی کیا چیز ہے؟ اس کے دو معنیٰ علماء نے لکھے ہیں...... ایک معنیٰ تو یہ ہے ...... کہ اللہ کی حکومت زمینوں و آسمانوں پر ہے...... زمین و آسمان سے بھی بڑی وسعت والی حکومت ہے...... آج کسی کو تحصیل کا اختیار مل جائے...... وہ کتنا خوش ہوتا ہے...... ضلع کے اختیارات مل جائیں...... اسکی کیا کیفیت ہوتی ہے...... گورنر بن جائے...... اس کا کیا حال ہوتا ہے...... صدر بن جائے...... وہ ویسے بھی زمین پر نہیں سماتا۔

اور وہ تو! "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ"

کرسی سے مراد اللہ کا اقتدار ہے

یہ کرسی نہیں جس پہ بیٹھ کے ہاتھ مار کے کہا...... ہماری کرسی بڑی مضبوط ہے......

وہ کرسی جوزمین وآسمان سے بھی وسیع ہے......حدیث میں آتا ہے......کہ ساتویں آسمان پر وہ کرسی ہے......اور یہ سارے آسمان وزمین کے نظام کو محیط ہے۔[1] اور کرسی کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں......کہ اللہ اس کرسی پر بیٹھ جاتا ہے......اگر اللہ اس کرسی پر بیٹھے......تو اس کا معنیٰ کرسی اللہ سے بڑی ہوگئی......اللہ اس میں سما گئے......پھر تو اللہ اس کرسی سے بھی چھوٹے ہوگئے......اس لئے کہ ظرف میں جب کوئی چیز آجائے......تو ظرف بڑا ہوتا ہے...... مظروف چھوٹا ہوتا ہے......یہاں یہ معنیٰ نہیں......بلکہ جیسے کہا جاتا ہے......یہ کرسی فلاں کی ہے......یعنی فلاں کا اقتدار ہے......آج حکومت کے اقتدار کی کرسی پر فلاں بیٹھا ہے...... یہاں مراد اللہ کا اقتدار ہے:

نظام کائنات چلانے میں اللہ کبھی تھکتے نہیں

"وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا"

کیا قدرت ہے......اس زمین وآسمان کے چلانے میں......نظام کائنات کے چلانے میں اللہ کبھی تھکتے نہیں......تم تین گھنٹے کام نہیں کرسکتے......اگر رات کو دو گھنٹے پہرہ دیں......تو صبح کو آرام کرتے ہیں......کہ رات کو جاگتے رہے ہیں......اور جسکی حالت یہ ہے......کہ چھ چھ گھنٹے آرام کرے......اس کو مشکل کشا مانتے ہو......اور زمین وآسمان کا نظام جب سے بنا ہے......اس وقت سے چل رہا ہے......اور اس کی حفاظت سے جوذات تھکتی نہیں......عبادت کے لائق بھی وہی ہے۔ "وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ"

اللہ "العلی" بہت بلند وبرتر اعلیٰ جہاں تمہارا تصور نہ پہنچ سکے وہاں اللہ کی کبریائی ہے۔ "العظیم" بڑی عظمت والی ذات ہے......کبریائی والی ذات ہے عظمت والی ذات ہے......اس لئے جو اتنا عظیم ہے......اتنا بڑا ہے......وہ اس قابل

---

1 معارف القرآن ص615 ج1

ہے...... کہ عبادت اسی کی، کی جائے ......اور جتنی صفات اس آیت کریمہ میں اللہ نے بیان کیں ......اگر ہم ان صفات پر غور کریں ......تو اللہ گواہ ہے......اللہ کی ذات کے علاوہ یہ صفات کسی میں نہیں پائی جاتیں...... جب کسی میں نہیں پائی جاتیں......تو عبادت کے لائق بھی کوئی نہیں...... کسی سے پوچھو "حــیّ" کون ہے......وہ کہے گا اللہ "قیــوم" کون ہے......وہ کہے گا اللہ! زمین و آسمان پر قبضہ کس کا ہے؟ اللہ کا......اس پہ قدرت کس کی ہے......اللہ کی!

اس کا علم سب سے وسیع ہے۔

☆...... اس کی قدرت کا تذکرہ

☆...... اللہ کے علم کا تذکرہ

☆...... اللہ کے اقتدار کا تذکرہ

☆...... اللہ کی حاکمیت کا تذکرہ

☆...... اللہ کے واجب الوجود ہونے کا تذکرہ

☆...... اللہ کے کائنات کو وجود بخشنے کا تذکرہ

☆...... اللہ کی کبریائی اور عظمت کا تذکرہ

یہ تمام صفات کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو اختیار نہیں کہ سفارش کر سکے...... اللہ کے سامنے کسی کو طاقت نہیں کہ دم مار سکے......جو اللہ اتنی قدرت والی ذات ہے۔

اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں

اللہ کہتا ہے: "اللّٰہُ لا الــہ الا ھــو" اے انسان تجھے کیا ہو گیا......تو اس رب کو چھوڑ کے ان کے دروازوں پہ جھکتا ہے...... جو اپنے آپ کے مالک نہیں...... ان کے سامنے جھکتا ہے......جو نیند کرتے ہیں......ان کے سامنے جھکتا ہے...... جو سارا دن اونگھتے ہیں...... ان کے سامنے جھکتا ہے......جو کام کاج کریں......تو تھک جاتے

ہیں......تو ان کے سامنے جھکتا ہے...... جو خود پلنے میں محتاج ہیں...... جن کے اندر اتنی احتیاجی ہے...... جب تیرا خالق و مالک کہتا ہے...... تیرا مشکل کشا کہتا ہے...... عبادت سجدہ، تعظیم و تکریم اس رب کو زیب دیتی ہے...... جو ان تمام صفات کا مالک ہے...... اور ان صفات کا مالک اکیلا اللہ ہے۔

اس لئے اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں...... جب آدمی اس جذبہ سے اس آیت الکرسی کو پڑھے...... کیسے جن اس کے پاس آئے؟ کیسے شیطان اس کے پاس آئے...... کیسے کوئی مصیبت اس کے پاس آئے...... کیونکہ اس نے اللہ کی کبریائی کا تذکرہ کیا ہے...... اپنے مالک کی امان میں آگیا ہے...... اپنے خالق کی حفاظت میں آگیا ہے...... جس کو اتنا بڑا تقدس مل جائے...... اس پر کوئی چیز حملہ نہیں کر سکتی...... اس لئے میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... یہ "آیت الکرسی" اتنی عظمت والی چیز ہے...... کہ جو آدمی اس کو پڑھتا ہے...... پڑھنے کی عادت بنالے...... ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھ لے...... اللہ اس کی حفاظت فرماتے ہیں...... رات کو پڑھ لے...... تو صبح سے پہلے صبح کو پڑھ لے...... تو شام سے پہلے...... اگر اس دوران اس کی موت آجائے...... اللہ اس کو سیدھا جنت میں بھیجیں گے۔[1]

ہر نماز کے بعد پڑھ کے اپنے آپ پر دم کرلیا کرے...... اللہ اس کی جان کی بھی حفاظت کرتے ہیں...... مال پر پڑھے مال کی بھی حفاظت کرتے ہیں...... اولاد کو سکھادے ...... اللہ اس کی اولاد کی بھی حفاظت کریں گے...... اس لئے کہ:

"وَلَا یَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ"

تم تھک جاتے ہو...... تمہارے چوکیدار تھک جاتے ہیں...... رات کو تمہارے چوکیدار کھڑے ہوتے ہیں...... پھر بھی تمہارا مال چوری ہو جاتا ہے...... اس لئے کہ تھک

---

1. مشکوٰۃ ص185 ج1

جاتے ہیں......ان کو اونگھ آتی ہے......نیند آتی ہے۔

"وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم".

وہ پورے نظام کائنات کو چلا رہا ہے......اس کی منت کیا کرو......اس کے سامنے جھکا کرو......اس کی امان میں سب کچھ دیا کرو......اپنے آپ کو اس کی حفاظت میں دو گے......وہ حفاظت کرنے سے کبھی نہیں تھکتا......اللہ ہمیں اپنی کبریائی سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے......اپنے دروازے پہ جھکنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

تو نے پتھر میں کیڑے کو پالا
خشک مٹی سے سبزہ نکالا
بحر و بر میں تُو خشک و تر میں ہے تو اے خدایا
کس نے تیری حقیقت کو پایا
تیری رحمت کا ہر دم اُجالا
تو نے گرتے ہوؤں کو سنبھالا
چاند تاروں میں تُو مرغزاروں میں تُو اے خدایا
کس نے تیری حقیقت کو پایا
تو نہاں تیرا جلوہ عیاں ہے
تیری ہستی کا مظہر جہاں ہے
پھول میں مثلِ بُو چُھپ کے بیٹھا ہے تو اے خدایا
کس نے تیری حقیقت کو پایا
بحرِ عصیاں سے مجھ کو بچا لے
دل کی کشتی ہے تیرے حوالے
تُو ہی غفار ہے تُو ہی ستار ہے اے خدایا
کس نے تیری حقیقت کو پایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلت حج

یہ حقیقت ہے کہ جینا وہی جینا ہوگا
جب مرے پیش نظر حسنِ مدینہ ہوگا
شوقِ دل رہنما بن کے چلے گا آگے
جب رواں سوئے حرم اپنا سفینہ ہوگا
آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
یا خدا کیسا مبارک وہ مہینہ ہوگا
میری آنکھوں میں سمٹ آئے گا حُسنِ کونین
جس طرف آنکھ اٹھاؤں گا مدینہ ہوگا
جب نگاہیں درِ احمدؐ کی بلائیں لیں گی
صرف آنکھیں ہی نہیں قلب بھی بینا ہوگا
حاضری ہوگی بصد شوق مواجہ کی طرف
دل حضوری میں سعادت کا خزینہ ہوگا
نغمۂ صل علیٰ ہوگا لبوں پر جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہوگا
چومتا نقشِ قدم ان کے پھروں گا ہر سُو
کیسا پُر تکلف یہ جینے کا قرینہ ہوگا
بابِ جبرئیل سے گزروں گا دعائیں پڑھتا
ذوق اور شوق سے معمور یہ سینہ ہوگا
ان کی جب چشم کرم ہوگی دل کیفی پر
دل نہیں پھر تو یہ انمول نگینہ ہوگا

●●●●.....●●●●

فضیلت حج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاہِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ○ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاہِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ○ وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَااَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا [1] وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ [2]

صدق اللّٰہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العالمین ○

1. صحیح مسلم ص 432 ج 1 / مشکوٰۃ ص 221 ج 1 / مشکوٰۃ ص 211 ج 1 / بخاری رقم 6744 / ترمذی رقم 2603 / نسائی رقم 2572 / ابن ماجہ رقم المقدمہ ص 1 / مسند احمد رقم 7063
2. صحیح بخاری ص 338 ج 1 / صحیح مسلم ص 436 ج 1 / مشکوٰۃ ص 221 ج 1 / ترمذی رقم 855 / نسائی رقم 2575 / ابن ماجہ رقم 2879 / مسند احمد رقم 705 / موطا امام مالک ص 675

تمہیدی کلمات:

قابل صد اعزاز وتکریم!

واجب الاحترام!

بزرگو دوستو اور بھائیو!

آج کے خطبہ میں انتہائی اختصار سے حج کی اہمیت اور اس کی حیثیت آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

حج یہ عربی زبان کا لفظ ہے...... اس کا معنیٰ ہے...... ارادہ کرنا...... ایک شخص جب ایک طویل سفر کا ارادہ کرتا ہے...... اور یہاں سے اپنے......

☆ والدین کو

☆ خاندان کو

☆ برادری کو

حتیٰ کہ اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر...... ایک طویل سفر کر کے آدمی وہاں پر چلا جاتا ہے...... اس مناسبت سے اس سفر کو سفر حج کہا جاتا ہے...... کہ یہ سفر ایک خاص ارادے سے ہوتا ہے۔ جس ارادہ میں......

☆ نہ دولت کمانا مقصود ہے

☆ نہ دنیا کو جمع کرنا مقصود ہے

☆ نہ سیر وسیاحت مقصود ہے

بلکہ وہ ایک خالصتاً ایسا سفر ہوتا ہے...... جس میں مالک کو یاد کرنا...... اور اس کے حکم کی تعمیل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حج تکمیل دین کا ذریعہ ہے

حج ایک ایسا عظیم ترین فریضہ ہے...... جس سے بہت سارے سبق ہمیں ملتے

ہیں......ایک تو حج وہ فریضہ ہے......جو تکمیل دین کا ذریعہ ہے......اس لئے جب ہمارے علماء ارکان اسلام گنتے ہیں......تو کلمہ نماز، زکوۃ، روزہ اور آخر میں حج کو شمار کیا جاتا ہے......احادیث میں بھی جو ترتیب پیش کی گئی......اس میں بھی حج کو سب سے آخر میں ذکر کیا گیا......نبی ﷺ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے نبی:

اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ

بتایئے اسلام کیا ہے؟ تو محبوب خدا نے بتایا کہ اسلام یہ ہے کہ:

ان تشهدان لااله الا الله وان محمد رسول الله وتقيم الصلوٰة وتوتی الزكوٰة وتصوم رمضان وتحج البيت ان استطاع اليه سبيلاًo

اسلام اس چیز کا نام ہے کہ:

- اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانو!
- اس کے رسول کو سچا تسلیم کرو!
- نماز کا اہتمام کرو!
- زکوۃ ادا کرو!

رمضان المبارک کے روزے رکھو! اور اگر اللہ نے طاقت عطا کی ہے تو حج بیت اللہ کرو۔

جیسے ارکان میں حج آخری رکن ہے......ایسے ہی احکام دین کی تکمیل میں بھی سب سے آخری حکم حج ہے......حج ہی وہ حکم ہے......جس کے موقع پر پیغمبر ﷺ پر قرآن کی یہ آیت کریمہ اتری:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا o

کہ پیارے محبوب آج ہم نے......

اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

اپنے یاروں کو بتایئے! مسلمانو! آج ہم نے تمہارا دین تم پر کامل کر دیا۔

اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

ہم نے اپنی نعمتیں تم پر مکمل دی ہیں۔

"وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً"

اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسندیدہ دین چن لیا ہے۔

عبادت حج ارکان مخصوصہ اور ایام مخصوصہ میں ادا ہوتی ہے

حج ایک ایسی عبادت ہے...... جو ارکان مخصوصہ وایام مخصوصہ میں یعنی یوں سمجھ لیجئے...... کہ خاص دنوں میں ......خاص مقامات پر......خاص طریقہ سے احکامات کی ادائیگی کو حج کہا جاتا ہے......نماز وہ عبادت ہے...... جو آپ یہاں بھی پڑھ سکتے ہیں...... سفر میں بھی پڑھ سکتے ہیں......گھر میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

- مشرق میں ہوں
- مغرب میں ہوں
- شمال میں ہوں
- جنوب میں ہوں
- جہاز پر ہو
- بحری جہاز میں ہوں
- ٹرین میں ہوں
- کسی جگہ پر ہوں
- زمین کے اوپر ہوں
- یا نیچے ہوں

- فضا میں ہوں
- یا خلا میں ہوں

ہر جگہ پر آپ نماز کو ادا کر سکتے ہیں......اس کے لئے ضروری نہیں......کہ کوئی خاص جگہ ہو......وہاں تو آپ نماز ادا کریں گے......باقی جگہ پر نماز نہیں ہوگی......اتنی احتیاط ضروری ہے......کہ جگہ پاک ہو......جہاں بھی ہو......آپ زکوٰۃ دیتے ہیں......اس کے لئے بھی ضروری نہیں......کہ آج ہی ادا کرو گے تو ہوگی......اگر آج ادا نہ کی نہ ادا ہوگی......یہ شرط ہے کہ جو رقم آپ کے پاس ہے......اس پر سال گزر جائے۔

- ☆ زکوٰۃ آپ پر فرض ہے
- ☆ اب وہ ایک دن اکٹھی دیدیں
- ☆ ......تب بھی ادا ہو جائے گی
- ☆ تھوڑی تھوڑی کر کے دیں
- ☆ تب بھی ادا ہو جائے گی
- ☆ ایک مستحق کو دیں تب بھی ادا ہو جائے گی
- ☆ مختلف مستحقوں کو دیں
- ☆ تب بھی ادا ہو جائے گی
- ☆ ایک جگہ پر رہنے والے کو دیں
- ☆ تب بھی ادا ہو جائے گی
- ☆ مختلف جگہوں پر رہنے والوں کو دیں
- ☆ تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی

وہ ایک ایسا فریضہ ہے......جو ہر وقت ادا ہو سکتا ہے......ہر جگہ ادا ہو سکتا ہے......اور اس قسم کے لوگ جو مصرف ہیں......جن کو اسلام نے دینے کا حکم دیا ہے......وہ

جہاں تمہیں مل جائیں......اس کو ادا کر دو۔

- روزہ ہے آپ گھر میں
- تب بھی رکھنے کی اجازت ہے
- سفر میں ہیں
- تب بھی رکھنے کی اجازت ہے
- آپ گاڑی میں ہیں
- تب بھی اجازت ہے
- آپ زمین پر بیٹھے ہیں
- تب بھی اس کے رکھنے اور کھولنے کی اجازت ہے......جو اس کی ترتیب ہے اس

ترتیب سے......لیکن ان تمام عبادات میں......حج ایک ایسی عبادت ہے......جس عبادت کے کرنے کے لئے۔

- جگہ کا بھی تعین ہے
- اوقات کا بھی تعین ہے
- ارکان کا بھی تعین ہے
- وہ عبادت ہر مقام پر بھی نہیں ہو سکتی
- ہر ایک جگہ پر بھی نہیں ہو سکتی
- ہر ایک کے سامنے بھی ادا نہیں کی جا سکتی

سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں ......ہر دن کو بھی وہ عبادت ادا نہیں کی جا سکتی...... پھر ساری دنیا میں روئے زمین پر ایک مرکز اللہ تبارک وتعالیٰ نے قائم کیا ......جس کا نام کعبۃ اللہ ہے......صرف وہاں پر وہ عبادت ادا ہو سکتی ہے......اور کسی مسجد میں ادا نہیں ہو سکتی۔

- کسی بڑی سے بڑی درسگاہ میں ادا نہیں ہو سکتی
- کسی خانقاہ میں چلے جاؤ حج کی عبادت ادا نہیں ہو گی
- بیت المقدس میں چلے جاؤ حج کی عبادت ادا نہیں ہو گی
- روضۂ رسول اللہ پر ٹھہر جاؤ حج کی عبادت ادا نہیں ہو گی

اس کے لئے اللہ نے جگہ بھی مخصوص و متعین کی ہے......ایام بھی خاص کئے ہیں ......کہ پورے سال میں وہ چار یا پانچ ایام مخصوص ہیں ......جن کو ایام حج کہا جاتا ہے ......ان دنوں میں ان مقاماتِ مخصوصہ پر......وہاں پر جا کر خاص قسم کی اداؤں کو اپنانا ضروری ہے......اگر وہ ادائیں ترک ہو جائیں......تب بھی حج نہیں ہوگا......یہ دن چھوٹ جائیں......تب بھی حج ترک ہو جائے گا......وہ مقام اور جگہ چھوٹ جائے......تو تب بھی حج ترک ہو جائے گا۔

حج ایک ایسی عبادت ہے......جس کے لئے اللہ نے یہ شرطیں لگائیں ہیں۔

حج جس میں اللہ کے نیک بندوں نے ادائیں پہلے کیں حکم بعد میں بنا ہے

- اب اگلی بات سمجھیں......
- نماز کے لئے یہ پابندیاں نہیں
- روزہ کے لئے یہ پابندیاں نہیں ہیں
- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے یہ پابندیاں نہیں ہیں

حج کے لئے کیوں ہیں؟

توجہ کریں! نماز آپ جہاں ہیں پڑھ لیں......جس کے پاس ہیں پڑھ لیں......جس جگہ ہیں......وہاں پر پڑھ لیں......سال بھر پڑھتے رہیں......ہر وقت پڑھتے رہیں......اسکی قضا بھی ممکن ہے......کہ آپ نے فجر کی نماز نہیں پڑھی......سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لیں......سورج ڈھلنے کے بعد پڑھ لیں......ظہر کے بعد پڑھ

لیں......آپ کی ایک نماز قضا ہو گئی...... دوسرے وقت میں پڑھ لیں...... رمضان المبارک کا روزہ آپ رمضان میں نہیں رکھ سکے......شوال میں آپ اس کو رکھ لیں...... آپ پر آج زکوٰۃ فرض تھی......آپ نے ادا نہیں کی......کل آپ ادا کر دیں......لیکن حج ایک ایسا فرض ہے......کہ جن ایام میں اس کا حکم ہے......ان دنوں میں ادا کرو گے......تو حج ہو گا......اس کے بعد کروڑوں چکر کعبہ کے لگاتے رہو......حج جیسی نعمت سے مالا مال نہیں ہو سکتے......اس میں حکمت کیا ہے؟ توجہ کریں......حالانکہ وہ پہلی تین عبادتیں......

- نماز
- روزہ
- زکوٰۃ

حج کی نسبت زیادہ اہم عبادتیں ہیں...... حج کی نسبت ان کی فرضیت بھی پہلے ہے......اہمیت بھی ان کی زیادہ ہے......حج کی اہمیت ان کی نسبت کم ہے......پھر دیکھیں حج پوری زندگی میں......ایک مرتبہ فرض ہے......زکوٰۃ جب سرمایہ ہو......اس وقت فرض ہے......آپ ہر سال روزے رکھیں گے ......روزانہ نماز ادا کریں گے ......جو عبادت پوری زندگی میں ایک دفعہ ہے......اس کے لئے اتنی کڑی شرطیں خدا نے لگائی ہیں...... کہ اس کے لئے جگہ کا بھی تعین کیا ہے......دنوں کا بھی تعین کیا ہے......عبادت کے انداز کا بھی تعین کیا ہے......وہاں کے مقامات کا بھی تعین کیا ہے......کہ اگر اس میں تھوڑی سی گڑبڑ ہو گئی......اللہ حج کو قبول نہیں کریں گے۔

میں اس کی حکمت بتا کر آگے تھوڑا سا فلسفہ بیان کرنا چاہتا ہوں......اس میں کیا حکمت ہے ......کہ نماز کے لئے یہ پابندی نہیں ......زکوٰۃ کے لئے یہ پابندی نہیں ......روزہ کے لئے یہ پابندیاں نہیں ہیں......حج کے لئے کیوں ہیں؟

اس میں حکمت یہ ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ، یہ تینوں عبادتیں اللہ کے حکم ہیں......

اور حکم خداوندی ہے...... کہ نماز پڑھو...... روزہ رکھو...... زکوٰۃ ادا کرو...... یہ پہلے حکم بنے ہیں...... بعد میں اللہ کے نیک بندوں نے ان احکامات کو اپنانا شروع کیا ہے...... پہلے حکم آیا ہے...... کہ نماز پڑھو...... تو اللہ کے نبی نے نماز پڑھنا شروع کی ہے...... حکم دیا ہے...... کہ روزہ رکھو...... پیغمبر نے روزہ رکھنا شروع کیا ہے...... حکم آیا ہے...... کہ زکوٰۃ دو...... اللہ کے نبی نے حکم دیدیا...... کہ زکوٰۃ ادا کرنا شروع کرو...... حج ایک ایسی عبادت ہے...... کہ ان تمام عبادات میں حکم پہلے آیا ہے...... اللہ نے قانون بعد مین بنایا ہے حج وہ عبادت ہے...... کہ جس میں ادائیں اللہ کے نیک بندوں نے کی پہلے...... حکم بعد میں بنا ہے۔

حج اللہ کے محبوب بندوں کی یادگار ہے

خدا کے برگزیدہ بندوں نے...... نیک بندوں نے...... چنے ہوئے بندوں نے...... اللہ کے منتخب بندوں نے...... اس ادا کو اپنایا...... پہلے ہے...... جب اپنایا ہے...... جس جگہ یہ اپنایا ہے...... جس طریقہ سے اپنایا ہے...... اللہ کو اپنے محبوب بندوں کی ادائیں محبوب ہوئی ہیں...... اس لئے خدا نے اس کو حج بنا کر یہ قانون بنادیا...... کہ میرے جس پیارے بندے نے جن کی اداؤں کو میں نے حج قرار دیا ہے...... ان بندوں نے...... جو ادا جس جگہ ادا کی ہے...... وہاں پر تم ادا کرو گے...... ان کی اداؤں کے مطابق تب تمہارا حج قبول ہوگا...... جو ادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ میں پوری کی ہے...... اسی طریقہ سے کعبہ میں جانا پڑے گا...... اس ادا کو اپنانا پڑے گا...... اگر کوئی صفا اور مروہ کی ادا ہے...... وہ وہاں پر پوری کرنی پڑے گی...... کوئی ملتزم کو چمٹ کر دعا مانگی گئی ہے...... جب تک ملتزم پر نہیں آؤ گے...... اس کو چمٹو گے نہیں...... اس طریقہ سے دعا نہیں مانگو گے...... حج قبول نہیں کیا جائے گا...... اگر کوئی منیٰ کی ادا ہے...... اسے وہاں پر جا کر، کرنا پڑیگا...... مزدلفہ کی کوئی ادا ہے...... مزدلفہ میں پوری کرنی پڑے گی۔

عرفات کی کوئی ادا ہے......عرفات میں پوری کرنی پڑے گی......اللہ کے نیک بندوں نے جتنی ادائیں پیش کی تھیں......اللہ کو اپنے محبوب بندوں کی محبوب ادائیں پسند آئیں......اللہ نے قانون بنا دیا...... کہ نماز میرا حکم ہے......روزہ میرا حکم ہے......زکوۃ میرا حکم ہے......حج حکم تو میرا ہے......لیکن نماز، روزہ، زکوۃ، یہ احکامات میں نے پہلے دیے ہیں......بندوں نے عمل بعد میں کیا ہے۔

☆ یہ حج وہ عبادت ہے

☆ جو میرے بندوں کی یادگار ہے

☆ میرے بندوں کی ادائیں ہیں

☆ میرے بندوں کی وفائیں ہیں

ان کے نرالے طریقے ہیں...... جو مجھے پسند آئے ہیں......جو انہوں نے کام کیا ہے میں تمہارے ذمہ لگاتا ہوں کہ میرے محبوبوں کی جو ادا اپناتے چلے جاؤ گے میرے محبوب بنتے چلے جاؤ گے۔ حج کو اس انداز سے فرض کیا ہے کہ حج میں ہیں ہی اللہ کے محبوب بندوں کی ادائیں۔

- حج کس کو کہا جاتا ہے
- حج نام ہے اللہ کے نیک بندوں کی اداؤں کا
- حج نام ہے اللہ کے نیک بندوں کی وفاؤں کا
- حج نام ہے اللہ کے نیک بندوں کی دعاؤں کا
- حج نام ہے خدا کی خاص عطاؤں کا

کسی پیارے نے جو ادا اپنائی حج بن گئی......وفا اپنائی تو حج بن گئی...... کسی پیارے نے اللہ کے برگزیدہ بندے نے جو طریقہ اختیار کیا......تو اللہ نے حج بنا دیا......تو حج نام ہے وفاؤں کا......اداؤں کا......دعاؤں کا......اور خدا کی عطاؤں کا۔

حضرت ہاجرہ کی ادا کو اللہ نے قیامت تک کے لئے قانون بنا دیا ہے

یہ تمام چیزیں صرف حج کے اندر آتی ہیں...... اللہ کے نیک بندوں کی ادائیں دیکھ لیجئے! ایک مکان ہے...... اس کے ارد گرد ایک شخص چکر لگاتا ہے...... یہ ادا رب کو پسند آئی...... اللہ نے قیامت تک کے لئے قانون بنا دیا...... کہ حاجی اس مکان کا چکر لگائے...... اس کی ادا کو شریعت بنا دیا ہے...... ایک ادا ایک شخص پیش کرتا ہے...... عورت ہے...... جنگل بیابان ہے...... ویران جگہ ہے...... قریب کوئی جگہ نہیں ہے...... ایک ننھا سا بچہ ہے...... بلبلا رہا ہے...... چیخ رہا ہے...... اس کے لئے پانی کی تلاش میں دو پہاڑوں کے درمیان عورت دوڑتی ہے...... عورت وہاں چکر لگاتی ہے...... یہ دوڑنے کی ادا مالک کو پسند آ گئی...... اکیلی عورت ہے...... تنہا جان ہے...... جنگل بیاباں ہے...... ننھا سا بچہ ہے...... شیر خوار بچہ ہے...... بلک رہا ہے...... بلبلا رہا ہے...... دودھ کے لئے...... پانی کے لئے ترس رہا ہے...... اس کی اس ادا کو کہ یہ ننھے بچے کو لیکر...... جنگل بیاباں میں آ کر...... مجھے راضی کرنے کے لئے...... دو پہاڑوں کے درمیان دوڑتی ہے...... عورت کی ادا اتنی محبوب ہوئی...... قیامت تک کے لئے قانون بنایا۔

- ولی آئے تب دوڑے
- غوث آئے تب بھی دوڑے
- قطب آئے تب بھی دوڑے
- ابدال آئے تب بھی دوڑے
- نبی آئے تب بھی دوڑے

امام الانبیاء سید الانبیاء آپ پوری کائنات کے سردار ہیں۔

جب تک آپ ہاجرہ کے قدموں پر دوڑیں گے نہیں...... حج آپ کا بھی قبول نہیں کیا جائے گا...... حج نام ہے اداؤں کا...... جو ادا دکھا دی ہے...... اللہ نے اسے حج بنا

دیا ہے۔

میرے پیغمبر ﷺ کی دعاؤں کے مجموعہ کا نام حج ہے

اللہ کے نیک بندوں نے جو دعائیں مانگی...... وہ حج ہیں...... آپ میں سے جو لوگ حج کر چکے ہیں...... وہ اس بات کو جانتے ہیں...... اور جنہوں نے نہیں کیا...... اللہ ان سب کو اس سعادت سے مالا مال کرے۔ (آمین)

آپ بھی اس بات کو دیکھ لیں گے...... کہ وہاں پر ایک ایک مقام پر پڑھنے کی دعائیں ہیں۔

☆...... ملتزم کو چمٹو تو کیا دعا مانگو

☆...... حجر اسود کے قریب جاؤ تو کیا دعا مانگو

☆...... بوسہ دینے لگو تو کیا دعا مانگو

آپ جب کعبہ کا طواف کر رہے ہیں...... تو پہلے چکر میں کونسی دعائیں ہیں...... دوسرے چکر میں کونسی دعائیں پڑھنی ہیں...... تیسرے چوتھے پانچویں چھٹے ساتویں چکر میں کونسی دعائیں ہیں...... ختم کرتے وقت کیا دعائیں ہیں...... نوافل میں کونسی دعائیں ہیں...... صفا و مروہ کی پہاڑیوں میں دوڑتے ہوئے...... کونسی دعائیں پڑھنی ہیں...... آپ جب منیٰ میں پہنچے ہیں...... کونسی دعا ہے...... عرفات کے میدان میں آپ نے کونسی دعائیں پڑھنی ہیں...... مزدلفہ میں پہنچ کر آپ نے کونسی دعا مانگنی ہے۔

میرے پیغمبر ﷺ نے ایک ایک موڑ پر جتنی دعائیں بتائی ہیں...... ان دعاؤں کے مجموعے کا نام حج ہے...... جس طریقہ سے اللہ کے نیک بندوں کی اداؤں کو حج کہا گیا ہے...... ایسے پیغمبر کی دعاؤں کا خلاصہ بھی حج ہے...... حج کے اندر یہ تمام چیزیں ملتی ہیں۔

اللہ کے برگزیدہ بندوں کی وفاؤں کا نام حج ہے

تیسری چیز کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی وفاؤں کو حج قرار دیدیا گیا۔

وفا ایک بڑی عظیم چیز ہوتی ہے...... جس کو آدمی کبھی نہیں بھولتا...... تو خدا بھی اپنے بندوں کی وفاؤں کو نہیں بھولتا...... حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد...... جب جنگل بیابان میں...... اللہ کے گھر کو تعمیر کر لیتے ہیں...... تو یہ ادا ہی اللہ کو اتنی پسند آئی...... اللہ نے کہا خلیل علیہ السلام!

اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ

''آپ لوگوں میں اعلان کیجئے حج کا''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللہ! میری آواز ان تک پہنچے گی؟ فرمایا اللہ نے! خلیل آواز لگانا تیرا کام ہے...... عالم ارواح تک اس کی صداؤں کو پہنچانا میرا کام ہے...... جو تیری آواز پر لبیک کہے گا...... جتنی دفعہ کہے گا...... اتنی دفعہ کعبۃ اللہ میں حاضری دے گا۔

تو وہ وفائیں اللہ کو پیاری لگیں...... ادائیں اللہ کو پیاری لگیں...... نیک بندوں کی دعائیں اللہ کو پیاری لگیں...... اللہ نے اس کو حج قرار دیدیا...... میں نے ایک بات آپ کو یہ بتائی...... کہ تمام عبادتیں، پہلے عبادت ہے...... ادائیں بعد میں ہیں...... حج ادا پہلے ہے...... عبادت بعد میں ہے...... تمام عبادتیں ہر جگہ ادا ہو سکتی ہیں...... حج وہاں ادا ہو گا...... جہاں ان بندوں نے ادا کیا تھا...... ان دنوں میں ادا ہو گا...... جن دنوں میں ان لوگوں نے ادا کیا تھا...... اسی طریقہ سے ادا ہو گا...... جس طریقہ کو ان لوگوں نے اپنایا تھا...... اگر اس میں تھوڑی سی تبدیلی ہو جائے...... تو عبادت مردود ہو جاتی ہے۔

اللہ کے حضور آہ وزاری کرنے اور مصائب برداشت کرنے کا نام حج ہے

پھر حج کی ایک اور تعریف حدیث میں ہے...... صحابیؓ نے پوچھا:

اَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟

''محبوب حج کا سب سے افضل طریقہ کیا ہے؟''

کون سا افضل حج ہے کہ ہم حج پر جائیں اور ہمیں فضیلت مل جائے؟ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلعَجُّ وَالثَّجُّ [1]

حج میں دو چیزیں ہوں......تو پھر تم سب سے بڑی فضیلت کے مالک ہو......ایک تو حج نام ہے...... چیخ و پکار کا......آہ وزاری کا......رونے کا......گڑگڑانے کا......دوسرا مصائب و مشکلات برداشت کرنا...... تکلیفیں برداشت کرنے کا ......ایک تو گڑ گڑانے ......اور چیخ و پکار کا نام حج ہے......دوسرا مصائب و مشکلات برداشت کرنے کا نام حج ہے...... اگر یہ دونوں باتیں حج کے اندر ہیں...... پھر تو تمہارا حج اللہ کے ہاں مقبول بھی ہے ......منظور بھی ہے...... اگر تمہارے اندر یہ نہیں...... حج کر کے واپس آ گئے...... چیخ و پکار نہیں......آہ وزاری نہیں ......رونا نہیں......گڑگڑانا نہیں......اللہ کے حضور عاجزی نہیں ......انکساری نہیں......تواضع نہیں ......پھر آپ کا یہ حج اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہو گا...... حج کے لئے ضروری ہے ......کہ آدمی گڑگڑائے ......اور روئے ......اور یہ بھی ضروری ہے......کہ رونے کے ساتھ......وہ شخص اتنی چیخ و پکار کرے ......جیسے کسی کا کچھ گم ہو جاتا ہے...... بیٹا گم ہو جائے......کوئی پیاری محبوب چیز گم ہو جائے ......اس کی تلاش میں بیتاب ہوتا ہے......ایسے اللہ کی رحمت کے لئے اس کو بے تاب ہونا چاہیے۔

اَلعَجُّ وَالثَّجُّ

ان دو چیزوں کا نام ہے......اور یہ دونوں چیزیں حج کے اندر موجود ہیں...... آپ

---

[1] مشکوٰۃ ص 222، ج 1، عن ابن عمر/ اخبار مکۃ للفاکہی ص، 475، ج 2/ البحر الزخار مسند البزار ص 82، ج 1/ السنن الکبریٰ للبیہقی ص 303، ج 1/ المعجم الاوسط ص 190، ج 5/ سنن الدارقطنی ص 217، ج 1/ صحیح کنوز السنۃ النبویۃ ص 33، ج 1/ مسند شافعی ص 798/

دیکھیں ...... آدمی جب حج پر جاتا ہے ...... ابتدا ہی سے وہ کیفیت اپناتا ہے ...... بلکہ ایک روایت میں ہے ...... کہ وہ حاجی اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے ...... جو حاجی پراگندہ بال ہو ...... پریشان حال ہو ...... اجڑا ہوا لباس پہنا ہوا ہے ...... بکھرے ہوئے بال ہیں ...... کنگھا نہیں ...... تیل نہیں ...... سرمہ نہیں ...... یہ ساری چیزیں ترک کر کے ...... دو کفن کے ٹکڑے پہن کر۔

لبیک اللّٰھم لبیک

صدائیں لگاتے ہوئے ...... اللہ کے حضور حاضری دیتے ہوئے ...... پاگلوں اور دیوانوں کی طرح آئے ...... کہ جب اللہ کے دربار میں جانا پڑے ...... دیوانے بن کر ...... جاؤ پاگل بن کر جاؤ ...... دیوانے بن کر جاؤ ...... اپنے آپ کو مٹا کر جاؤ ...... جیسے ایک عاشق اپنے محبوب کے دروازے پر جاتا ہے ...... گڑگڑاتا ہے ...... روتا ہے ...... چیخیں مارتا ہے ...... سسکیاں بھرتا ہے ...... اس ساری چیخ و پکار کا مقصد یہ ہے ...... کہ میرا محبوب راضی ہو جائے ...... اس کی مجھ پر توجہ ہو جائے ...... اس کی نظر کرم میری طرف ہو جائے ...... یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے ...... بندے! تو اپنے معبود حقیقی مسجود حقیقی خالق حقیقی رب العزت کے دربار میں جائے ...... تیرے اندر وہ کیفیت ہو کہ:

اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ

چیخ و پکار ہو ...... آہ و زاری ہو ...... رونا ہو ...... کہ مالک کو تیری حالت پر ترس آئے ...... کہ یہ بندہ تھا کہ عمدہ بستروں پر آرام کرتا تھا ...... کبھی یہ حالت تھی ...... کہ اعلیٰ قسم کا لباس پہنتا تھا ...... کبھی یہ شان و شوکت تھی ...... کہ دوستوں کی محفل میں رہتا تھا ...... وطن کو چھوڑ کے ...... بیوی بچوں کو چھوڑ کے ...... قبیلے اور خاندان کو چھوڑ کے ...... کفن کے دو ٹکڑے پہن کر ...... بکھرے ہوئے بال کر کے ...... چہرہ مرجھایا ہوا کہ ...... اپنے آپ کو خطا کار گناہگار بنا کر ...... میرے دربار میں پیش کر کے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ 1

''اللہ میں حاضر ہوں اللہ میں حاضر ہوں تعریف تیری ہے حمد تیری ہے نعمتیں تیری ہیں تیرے بغیر میرا اور کوئی نہیں میرے لئے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اللہ میں تیرا بندہ تیرے دروازے پر حاضر کھڑا ہوں''

حج قیامت کا منظر پیش کرتا ہے

حاجی تو! اس انداز سے جا...... کہ خدا کو تیری حالت دیکھکر...... تجھ پر رحم آجائے...... حج کہتے اس ادا کے اپنانے کو ہیں...... حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے دو باتیں بڑی عجیب لکھی ہیں...... ایک تو انہوں نے بتایا...... کہ حج درحقیقت قیامت کا ایک منظر پیش کرتا ہے محشر کا۔

حج محبؔ اور محبوب کے درمیان محبت کا ایک منظر پیش کرتا ہے

اور دوسری چیز یہ کہ حج...... محبؔ اور محبوب کے درمیان محبت کا ایک منظر پیش کرتا ہے...... قیامت کا منظر...... آدمی جب دنیا میں فوت ہوتا ہے...... آپ جانتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جاتا ہے...... کفن کے دو کپڑے پہنائے جاتے ہیں...... عزیز رشتہ دار سب جمع ہوتے ہیں ہر کوئی اس کی جدائی میں اداس ہو رہا ہوتا ہے......

......اس پر عطر چھڑکتے ہیں...... ہر ایک دوسرے کو بلا بلا کر کہتا ہے...... اس کا چہرہ دیکھ لو...... پھر یہاں سے روانہ ہوتے ہیں...... اس کی میت اٹھائی جاتی ہے...... عزیز عورتیں بچے گھر میں ہی چھوڑ دیتے ہیں...... کچھ قبر تک ساتھ جاتے ہیں...... وہاں پر چھوڑ کے آجاتے ہیں...... پھر آگے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے...... پھر وہاں پر جزا و سزا کا ترتب قبر سے شروع ہو جاتا ہے...... پھر میدان محشر میں

---

1 صحیح بخاری ص 210 ج 1/ صحیح مسلم ص 375، ج 1/ مشکوۃ ص 223، ج 1/ جامع الترمذی ص 169، ج 1/

پہنچتا ہے...... وہاں پر بھی اللہ کے دربار میں ایک بہت بڑی پیشی ہوتی ہے...... وہ نقشہ میدان محشر کا دنیا میں دیکھنا ہو تو...... میدان عرفات اسی کا نقشہ پیش کرتا ہے...... وہاں پر آدمی کھڑا ہوگا...... ہر شخص سب کے سب ایک ہی انداز میں کھڑے ہوں گے...... کسی کے وجود پر لباس اور کپڑا نہیں ہوگا۔

سب کے سب سورج کے نیچے کھڑے ہوں گے...... کسی کے لئے سائبان کا کوئی انتظام نہیں ہوگا...... سوائے اس کے کہ اللہ کسی پر اپنی شان کریمی کے ساتھ...... شانِ رحمت کے ساتھ...... اس کو اپنی رحمت کے سائبان میں ڈھانپ لے...... سب کے سب ایک ہی جگہ پر کھڑے ہوں گے...... سب ایک ہی انتظار میں ہوں گے...... کہ اللہ کے دربار سے ہمارے متعلق کیا فیصلہ ہوتا ہے...... اور وہ ایک بہت بڑا دن ہوگا...... جس دن پوری دنیا کو انتظار کرنا پڑے گا۔

حج درحقیقت میدان محشر کی یادگار ہے

علماء نے لکھا ہے: حج درحقیقت میدان محشر کی ایک یاد ہے...... کہ ہر شخص جب دنیا سے جاتا ہے...... رشتہ دار اس کو قبر تک چھوڑنے کے لئے جاتے ہیں...... یہ حاجی جب حج کا ارادہ کرتا ہے...... یہاں سے روانہ ہوتا ہے...... رشتہ دار جمع ہو جاتے ہیں...... اس کو نہلایا دھلایا جاتا ہے...... خوبصورت کپڑے پہنائے جاتے ہیں...... اب یہ یہاں سے روانہ ہوتا ہے...... کچھ لوگ تو گھر میں چھوڑ دیتے ہیں...... کچھ گاڑی پر چھوڑ دیتے ہیں ...... اور سب سے آخری منزل جو اس کی قبر کی پہلی منزل ہوتی ہے...... جس کو میں اور آپ جہاز کہتے ہیں...... جب اس کے کنارے پر پہنچتا ہے...... جس کا ویزہ لگ چکا ہو...... جسکو اجازت مل چکی ہو...... جس کے لئے آڈر ہو...... جس نے وہ خاص قسم کا لباس پہن لیا ہو...... جس نے احرام باندھ لیا ہو...... اس کو اندر جانے کی اجازت ہوتی ہے...... عام آدمی کو اندر جانے کی اجازت نہیں...... وہاں پر باقاعدہ آدمی کھڑے ہوتے ہیں...... وہاں

پر فوج کھڑی ہوتی ہے...... پولیس کھڑی ہوتی ہے...... وہ اپنا نظام علیحدہ سنبھالتی ہے ...... جب آپ جہاز کے اندر چلے جاتے ہیں ......وہاں حساب و کتاب شروع ہوتا ہے ...... ہر شخص کا پاسپورٹ دیکھا جاتا ہے......ویزہ دیکھا جاتا ہے...... اجازت نامہ دیکھا جاتا ہے۔

پھر وہیں سے جزا وسزا کا سلسلہ......وہی قبر جیسے نظام سے انسان گزرتا ہے ......اور جب وہاں اللہ کے حضور پہنچتا ہے......حج کے لئے جاتا ہے...... جس مقام پر پہنچتا ہے......کل قیامت کے دن جو میدان محشر کا نقشہ ہوگا......وہ میدان عرفات میں منظر نظر آتا ہے ۔

☆ امیر ہو
☆ غریب ہو
☆ قریب کا ہو
☆ دور کا ہو
☆ اپنا ہو
☆ بیگانہ ہو
☆ خواہ شاہی محل میں رہنے والا ہو
☆ یا جھونپڑی میں رہنے والا ہو

سب کا ایک ہی لباس ہوگا......سب کی ایک ہی زبان ہوگی......سب کی زبان پر ایک ہی صدا ہوگی......ایک ہی نعرہ ہوگا......سب نے دو ہی کپڑے، کفن کا لباس پہنا ہوا ہوتا ہے......احرام کی دو چادریں باندھی ہوئی ہیں......سب کی زبان پر "لبیک اللّٰھم لبیک" کا ایک ہی ترانہ ہوتا ہے......سب کے سر ننگے نظر آتے ہیں......سب کے پاؤں میں ایسی جوتیاں جو بند نہ ہوں......اس انداز کی ہوتی ہیں...... کسی کو اس پورے منظر میں

......اس پوری کیفیت میں ......ان تمام دنوں میں سُرمہ لگانے کی اجازت نہیں ......سر میں کنگھا دینے کی اجازت نہیں ......اپنے بالوں کو سنوارنے کی اجازت نہیں ......خوشبو لگانے کی اجازت نہیں ......یہ میدان محشر میں ......اللہ کے دربار میں کھڑا ہے ......اب پورا دن عرفات کا گزر جاتا ہے ......جب شام کو واپسی ہوتی ہے۔

حج متبول کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے

یقیناً حج کا رکن اعظم پورا ہو جانے کے بعد فیصلہ ہوتا ہے ......اس کا حج قبول ہے ......یا اس کا حج مردود ہے ......جس کا قبول ہو جاتا ہے ......میرے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ......اس کے متبول حج کی نشانی یہ ہے ......کہ واپس آنے کے بعد اس کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے ......اگر پہلے بے نمازی تھا ......اب نماز شروع کر دیگا ......اگر پہلے تلاوت نہیں کرتا تھا ......اب تلاوت شروع کر دے گا ...... پہلے بے عمل تھا ......اب اس کے اعمال میں تبدیلی آجائے گی ......اور اگر حج کرنے کے بعد بھی ......وہی رشوت خوری ہے ......وہی بدمعاشی ہے ......وہی عیاشی ہے ......وہی بداعمالی ہے ......وہی بے برکتی کے کام کرنا شروع کر دیے ہیں ......تو اللہ کے ہاں وہ حج متبول نہیں ......بلکہ یہ مردود ہے ......یہ جنت کی طرف نہیں جا رہا ......جہنم کی طرف جا رہا ہے ......یہ دنیا کا حج قیامت کے میدان محشر کا نقشہ پیش کرتا ہے ......اس لئے محشر کی تیاری سے پہلے ......اس دنیا میں حج کر کے ......اس کی تیاری کا انداز اختیار کرو ......یہ ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

ہر محبّ اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے کچھ ادائیں اختیار کرتا ہے

اور دوسرا طریقہ اس کا یہ ہے ......ہر محبّ اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے ......یہ ساری ادائیں اپناتا ہے ......غالباً رمضان ہی کے کسی جمعہ میں ......میں نے ایک بات بتائی تھی ......حضرت قریشیؒ نے لکھا ......کہ عشق کی پانچ منزلیں ہیں ......ہر آدمی ان منزلوں کو پورا کرتا ہے ......پہلی منزل ہے ......کہ محبوب کے دروازے پر آئے جائے

......دن میں کئی کئی چکر لگائے آئے......اور جائے...... چکر لگا تا رہے......اس ادا کو نماز کہا جاتا ہے......دن میں پانچ مرتبہ آدمی آتا......اور جاتا ہے۔

حج کی دوسری کیفیت اس کا دوسرا رخ اور دوسرا پہلو یہ ہے......کہ ایک محب اپنے محبوب کے دروازے پر جا رہا ہے......اور یہ حج پر جانے کا اس کا انداز ہی بالکل منفرد ہے......آدمی اپنے محبوب کی محبت میں جان کی قربانی......مال کی قربانی......وطن کی قربانی...... گھر کی قربانی...... یہ تمام قربانیاں پیش کر کے ایک ہی کو راضی کرنا چاہتا ہے......کہ میرا یار راضی ہو جائے...... حج میں وہ منظر ہے......کہ آپ حج کے لئے جب روانہ ہوتے ہیں ......یہ ننھے ننھے بچے ساتھ ہیں...... ان کو چھوڑ کے......اس کو راضی کرنے کے لئے جا رہے ہیں...... بڑی محبوب بیوی ہے......جس سے کبھی جدائی نہیں اپنائی......آج ایک طویل عرصہ کے لئے......آپ اس کو بھی چھوڑ رہے ہیں......دوکان سے بڑا پیار ہے...... نہیں چھوڑ سکتے......لیکن جب حج پر جانے کا وقت آیا ہے......اس محبوب کو راضی کرنے کے لئے......یہ محبوب بھی قربان ہو رہا ہے۔

دوکان بڑی محبوب ہے......لیکن بڑے محبوب کے لئے اس کو قربان کیا جا رہا ہے...... بیوی سب سے زیادہ محبوبہ ہے......مگر اس محبوب کو راضی کرنے کے لئے اس کو قربان کیا جا رہا ہے......بچے بہت محبوب ہیں......اس محبوب کو راضی کرنے کے لئے ان کو قربان کیا جا رہا ہے...... پیسہ بڑا محبوب ہے......اگر تین لاکھ چار لاکھ جو آپ حج پر خرچ کر رہے ہیں...... یہاں کام پر لگائیں......تجارت بھی ہو سکتی ہے......یہاں پر لگائیں ......آپ ایک کمرہ بھی تیار کر سکتے ہیں......یہاں پہ لگائیں......کوئی چیز آپ خرید سکتے ہیں ......مگر یہ سارا اس لئے خرچ کر رہے ہیں......کہ بڑا محبوب راضی ہو جائے......جس کے بغیر گزارا نہیں......صرف اس ذات کو راضی کرنا ہے...... اب راضی کرنے کے لئے ......آپ چلے اب چلنے میں اداؤں کی ضرورت ہے...... جیسے وہ راضی ہو......اس طریقہ

سے راضی کرو۔

بڑا امیر کبیر ترین انسان ہے......وہ چاہتا ہے...... میں سلا ہوا لباس پہن کے جاؤں...... محبوب چاہتا ہے...... میرے دروازے پر کفن کے ٹکڑے پہن کے آ...... اس لباس کو پہن کے جائے گا...... اپنا لباس چھوڑ دے گا...... کہ یار اسی میں راضی ہوتا ہے...... بڑی خوبصورت اور ہزاروں روپے کی ٹوپی پہننے کا عادی تھا...... حسین پگڑی پہننے کا عادی تھا...... خوبصورت رومال باندھنے کا عادی تھا...... مگر یار یوں راضی ہے...... کہ میرے دربار میں ننگے سر آ...... اب اس محبوب کو راضی کرنے کے لئے...... یہ پگڑی بھی اتار کے پھینک دیتا ہے......دستار بھی اتار دیتا ہے...... کپڑے بھی اتار دیتا ہے...... اب یہ ساری کیفیت ہے......اب یہاں سے جب روانہ ہوا ہے...... بڑی اچھی جوتیاں پہنا کرتا تھا......یار اس پہ راضی ہے...... کہ ایسی چپل پہن کے آ...... جس سے تیرا سارا پاؤں ظاہر ہو......وہ جوتا پہنا ہے...... جو محبوب کو پسند ہے......وہ کپڑے پہنے ہیں...... جو محبوب کو پسند ہیں......وہ اجڑا ہوا لباس زیب تن کیا ہے...... جو محبوب کو پسند ہے...... میری زینت ہے...... میں سرمہ لگاؤں...... یار اس پر راضی ہے...... کہ سرمہ نہیں لگا لگا...... میں اس کو حسن سمجھتا ہوں...... کہ کنگھا دوں...... یار اس پر راضی ہے...... کہ کنگھا نہیں دیتا...... میں اس کو حسن سمجھتا ہوں...... کہ خوبصورت خوشبو لگاؤں...... یار اس پر راضی ہے...... کہ خوشبو نہیں لگائی......اوئے سب سے بڑی ادا یہ ہے...... کہ محبوب کو راضی کرنا ہے......وہ جس طریقہ سے راضی ہو...... اسی طریقہ سے راضی کرو......وہ عید کے دن راضی ہوتا ہے...... خوشبو لگانے سے عید کے دن راضی ہوتا ہے...... اچھے کپڑے پہننے سے عید کے دن راضی ہوتا ہے...... سرمہ لگانے سے عید کے دن راضی ہوتا ہے...... ان اداؤں کو اپنانے سے......مگر جب آپ حج پر جا رہے ہیں...... اس کے راضی ہونے کا انداز اور ہے۔

رب یہ کہتا ہے...... اب جب میرے دربار میں آ رہا ہے۔

- بڑا چوہدری ہے
- بڑا سیٹھ ہے
- بڑا امیر ہے
- بڑا کبیر ہے

مگر جب تو میرے دربار میں آرہا ہے...... یہ ساری ادائیں ختم کردے...... دنیا مت کہے...... کہ کسی ملک کا سربراہ آرہا ہے...... کوئی مت کہے...... کہ بڑا چوہدری آرہا ہے...... کوئی مت کہے...... کہ سردار و خان و رئیس آرہا ہے...... جب تو میرے دربار میں آئے...... تو اس انداز سے آ...... کہ دنیا کو پتہ چلے کہ:

- ☆ ایک حاکم ہے
- ☆ یہ محکوم ہے
- ☆ وہ داتا ہے
- ☆ یہ منگتا ہے
- ☆ وہ سب کچھ ہے
- ☆ یہ کچھ بھی نہیں
- ☆ وہ با اختیار ہے
- ☆ یہ بے اختیار ہے
- ☆ وہ محبوب ہے
- ☆ یہ محبّ ہے
- ☆ وہ معشوق ہے
- ☆ یہ عاشق ہے

یہ اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے...... ہر وہ ادا اپنا رہا ہے...... جس پر وہ

راضی ہوتا ہے......آپ چلے گئے...... جونہی اللہ کے گھر کے قریب پہنچے......آدمی جب دور ہوتا ہے......عام طور پر تو لوگوں میں عادت یہ ہوتی ہے...... کسی کی فوتگی پر بھی آدمی جا رہا ہو...... بڑے سہمے ہوئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کر کے آدمی جاتا ہے......لیکن جب اس کی میت پر جا کے کھڑا ہو تو......اس کی چیخیں نکل جاتی ہیں......وہاں نہیں سہم سکتا...... بے تاب ہو جاتا ہے۔

تلبیہ کے کلمات ساتھ ساتھ کائنات کا ذرّہ ذرّہ کہتا ہے

لیکن یہاں انداز کچھ اور ہے......جب باہر سے آئے:

لبیک اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک۔

کہتے جاؤ کہلاتے جاؤ...... بلند آواز سے پڑھتے جاؤ[1] میرے پیغمبر ﷺ کی حدیث ہے...... اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا...... جب تم تلبیہ کے یہ کلمات کہتے ہو...... تمہارے ساتھ فرشتے بھی "لبیک اللّٰھم لبیک" کہتے ہیں......شجر بھی کہتے ہیں...... حجر بھی کہتے ہیں......درخت بھی کہتے ہیں...... پتے بھی کہتے ہیں......زمین کے وہ ذرات بھی کہتے ہیں...... جہاں سے تم گزر رہے ہو[2] اور یہ سارے ذرات قیامت کے دن...... اس بات کی گواہی دیں گے......اے اللہ جب یہ تیری دربار میں آیا تھا "لبیک" کہتا ہوا آیا تھا...... کہ اللہ میں تیری دربار میں حاضر ہو رہا ہوں...... زور سے چیخیں مارتے ہیں...... کہتے ہوئے جا رہے ہیں......غور کرنا! اور جونہی محبوب سامنے نظر آیا ہے......اللہ کا گھر......کعبہ نظر آیا ہے......پہلی نظر پڑی ہے......علماء سے پوچھو......تلبیہ بند کرنے کا حکم

---

1 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فامرنی ان آمر اصحابی ان یرفعوا اصواتھم بالا ھلال او بالتلبیة (مشکوٰۃ ص223 ج1 / ابوداؤد ص251 ج1 / الترمذی ص171 ج1 / نسائی وابن ماجہ)

2 ترمذی ص......ج / مشکوٰۃ ص223 ج1 /

ہے...... کہ خاموش ہو جاؤ...... اب تمہیں لبیک کہنے کی اجازت نہیں۔

خاموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

باہر بے شک چیختا رہے...... جب اللہ کے دربار میں حاضر ہوا ہے...... کعبہ سامنے آیا...... اب یہاں ذرا سہم جا...... ٹھہر جا...... رُک جا...... زبان پر بلند آواز سے جملہ نہ آئے...... تڑپ بے شک تیری آنکھوں میں آنسو آئیں ...... محبت کی علامت ہے ...... تیرے جسم پر کپکپی طاری ہو...... محبت کی علامت ہے...... لرزہ براندام ہو جائے...... محبت کی علامت ہے...... لیکن زور سے چیخنے کی اجازت نہیں...... کہیں بے ادبوں میں نام نہ لکھا جائے...... یہاں انداز ہی بدل دیا گیا ہے...... اب اور آگے ہوئے...... جب اس کے گھر میں آئے...... یار کا آستانہ سامنے نظر آیا...... اس کا مکان نظر آیا...... محبوب کی گلیاں نظر آئیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہائے! ہائے! گلستان میں شیخ سعدیؒ نے شاید یہ واقعہ لکھا ہے...... کہ مجنوں کو کسی نے دیکھا...... کہ لیلیٰ کی گلیوں میں پھرتا تھا...... اور زمین پر اس کا نام لکھتا تھا...... اس سے کسی نے کہا...... یہ کیا! کیوں ان گلیوں میں پھر رہے ہو؟ کہا اور تو کچھ نہیں...... یہاں سے کبھی میری محبوبہ گزرا کرتی تھی...... کہا اس کا نام لکھنے سے کیا ہوگا؟

کہنے لگا اور تو کچھ نہیں اس کا نام لکھنے سے میرے دل کو تسکین ملتی ہے...... جب دنیا کے مجازی عشق میں یہ کیفیت ہے...... تو خالق حقیقی سے محبت کا یہ عالم کیوں نہیں ہونا چاہئے...... اب جب آپ کعبہ میں اندر تشریف لے گئے ...... پہلی نظر پڑی ...... آپ پچاس سال کے بعد گئے...... ساٹھ سال کے بعد گئے...... جب یہاں تھے...... ہر نماز میں کہتے تھے ...... دو رکعت نماز فجر...... منہ طرف کعبہ کے...... چار رکعت نماز ظہر منہ

طرف...... کعبہ کے تین رکعت...... نماز مغرب منہ طرف...... کعبے کے ہر نماز کی یہ کیفیت
...... کہ منہ طرف کعبہ کے...... آپ کھڑے ہیں...... مگر جب آپ وہاں کھڑے ہیں......
تو کعبہ سامنے نظر آرہا ہے...... ایک سیکنڈ کے لئے...... ذرا سوچو! کہ اللہ یہ حقیقت ہے
...... یا میں خواب دیکھ رہا ہوں...... کیا میں اس قابل ہوں...... کہ یہاں پہ آجاؤں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا

کیا میری کیفیت اور...... کیا اس مقام کا تقدس...... کتنی عظیم جگہ پہ آکے کھڑا ہو گیا ہوں...... کعبہ پر نظر پڑتی ہے...... علماء نے لکھا ہے...... پہلی نظر میں جو دعا مانگو...... اللہ قبول کر لیتے ہیں...... اور اس کے لئے بھی رحمۃ للعالمین ﷺ نے ایسی دعا بتائی...... جس دعا کا مقابلہ دنیا کی کوئی دعا نہیں کر سکتی...... حضور اکرم ﷺ نے فرمایا...... پہلی نظر میں پہلی دعا مانگا کرو...... اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا۔

یہ بڑی مختصر سی دعا ہے...... اس کا آسان زبان میں ترجمہ یہ ہے...... کہ اے اللہ میں تیرے گھر میں آکر کھڑا ہوں...... پہلی نظر میں آنکھ نہ جھپکنے پائے...... اور یہ کہہ دے ...... کہ اے اللہ جو دعا میں مانگوں...... اسے قبول کر...... یہی ایک دعا مانگے...... اب یہ دعا اتنی جامع ہے...... کہ اس کے بعد جو دعا مانگے گا...... وہ قبول ہو جائے گی...... اب اس کے بعد...... اس نے اولاد کے لئے دعا مانگی ہے...... بیوی کے لئے دعا مانگی ہے...... خاندان کے لئے...... دعا مانگی ہے...... وطن کے لئے مانگی ہے...... دوستوں کے لئے مانگی ہے ...... جس کے لئے جو کچھ مانگا ہے...... سب قبول ہوتا چلا جائے گا...... اگر یہ پہلی دعا خدا نے قبول کر لی ہے۔

اب جو مانگا جائے گا...... خدا دے گا...... اس دعا کی وجہ سے پھر یہاں تک بس نہیں ...... اس میں کمال محبت یہ ہے...... کہ آدمی ظاہراً بھی مال کی قربانی پیش کر رہا

ہے......کہ آپ منیٰ میں جا کر......جانور ذبح کر رہے ہیں......عرفات کے میدان میں تو انسانیت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا ہے......پوری انسانیت کے برگزیدہ اور نیک لوگ جن کے حصہ میں وہ سعادت لکھی ہوئی ہوتی ہے......وہاں پر جمع ہوتے ہیں......اور سب کی ایک ہی کیفیت ہوتی ہے۔

میرے مصطفیٰ ﷺ کی اداؤں کو اپناؤ گے تو حج قبول ہوگا

کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہیں......دو ہی کپڑوں میں ہیں......سر پر کوئی پگڑی اور دستار نہیں......پاؤں میں کوئی ایسا جوتا نہیں......جس سے نمائش ظاہر ہو......بلکہ ایسا لباس ہے......جس سے فقیری اور مسکنت ظاہر ہو......اور پورا دن اسی میں گزر گیا ہے......پھر دیکھیں یار کے راضی کرنے کا انداز ہی نرالا ہے......یوں کہہ دیا......کہ روزانہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے ہو......آج دیوانے بن کر آئے ہو......نمازیں بھی دیوانوں جیسی پڑھ کر دکھاؤ......عصر کو پہلے پڑھو......ظہر کے ساتھ "جمع بین الصلوٰتین" کرو......یا آذان ہو رہی ہے......مغرب کا وقت ہو گیا ہے......سورج غروب ہو چکا ہے......عرفات میں کھڑے ہیں......کہا اب یہاں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں......وہاں مزدلفہ چلو......میرے اللہ! رات کا ایک بج جائے گا......دو بج جائیں گے......دیر ہو جائے گی......گاڑی کوئی نہیں ہے......سفر لمبا ہے......اللہ کہتا ہے......ان اداؤں پر تو راضی ہوتا ہوں......جس وقت پہنچو......اس وقت نماز ادا کر لینا......دنیا میں......نماز میں تاخیر ہو......عذاب اور عتاب ہے......گرفت ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ o اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ

اور وہاں حکم ہے کہ نماز کو اتنے وقفہ سے پڑھو! کہ عصر کو وقت سے پہلے کر دو......اور نماز مغرب کو اتنی تاخیر سے پڑھو......جتنی دیر ہوتی ہے ہونے دو......لیکن وہاں جا کے پڑھنی ہے......اور یہ سب کچھ ادا ہے......کہ میرے محبوب نے یوں کیا ہے......اس لئے

مجھے پسند ہے.....قیامت تک کے لوگوں کو حکم دیتا ہوں......کہ میرے مصطفی ﷺ کی ادا کو اپناؤ گے.....تو تمہارا حج قبول ہوگا۔

- حج کیا ہے؟ حج چیخ و پکار کا نام ہے
- حج کیا ہے؟ اللہ کے دربار میں رونے گڑگڑانے اور دعائیں مانگنے کا نام ہے
- حج کیا ہے؟ ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کا نام ہے
- حج کیا ہے؟ موت کا ایک منظر پیش کرتا ہے
- حج کیا ہے؟ محبوب کو منانے کا ایک انداز ہے
- حج کیا ہے؟ ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا اجتماع ہے

ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا اجتماع حج کعبۃ اللہ ہے

آج آپ رائے ونڈ میں لوگوں کو اکٹھا کر کے دکھاتے ہیں......کہ کتنے تبلیغ والے اکٹھے ہو گئے.....سال میں ایک دفعہ آپ چناب نگر میں ختم نبوت کی کانفرنس کر کے کہتے ہیں......یہ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے شیدائی ہیں......دیکھ لو کتنے اکٹھے ہو گئے......مدارس والے بڑے بڑے اجتماعات منعقد کر کے کہتے ہیں......یہ دیکھو جامعہ عبداللہ بن مسعود کا جلسہ ہو رہا ہے.....دیکھو کتنے لوگ ان کے دیوانے ہیں......یہ مخزن العلوم کا اجتماع ہے.....کتنے ان کے پرستار اور چاہنے والے یہاں پر اکٹھے ہیں......اللہ کہتا ہے......یہ تمہارے جلسے ہیں.....عرفات میں میرا جلسہ ہوتا ہے......آؤ ذرا میرے سارے چاہنے والے وہاں جمع ہوں......پوری دنیائے کفر کو پتہ چلے......کہ ملت اسلامیہ کے مسلمان ایک جگہ کیسے اکٹھے ہو گئے...... کس نے کہا ہے......مسلمانوں میں اختلاف ہوتا ہے......دیکھو تو سہی! سب ایک ہی مقام میں کھڑے ہیں......ایک ہی لباس میں کھڑے ہیں......ایک ہی جیسے کپڑوں میں کھڑے ہیں......سب کی زبان پر ایک ہی صدا ہے۔

کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں..... امام ایک مقتدی سارے بنے ہوئے ہیں..... نماز پڑھانے والے کے پیچھے بھی سارے اکٹھے کھڑے ہیں..... عرفات میں کھڑے ہیں..... تب بھی سارے جمع ہیں..... مزدلفہ میں آئے ہیں..... تب بھی سارے جمع ہیں..... قربانی کرنے کا وقت آیا ہے..... تب بھی سارے جمع ہیں..... طواف کرنے کا وقت آیا ہے..... تب بھی سارے جمع ہیں..... ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا اجتماع اگر کوئی ہوسکتا ہے..... تو وہ حج کعبۃ اللہ کے موقع پر ہے..... دنیا کے کسی مذہب میں کوئی ایسی عبادت نہیں..... جس میں اتنا بڑا جوڑ ہو سکے..... یہ صرف اسلام ایک مذہب ہے..... جس میں حج کی عبادت ہے..... جس میں اتنا بڑا جوڑ ہوتا ہے۔

ایک اور بات سمجھئے! مولانا محمد احمد بھاولپوری نے ایک دفعہ کہا تھا..... کہ آدم کی توبہ کا نام ہے حج ..... خلیل کی قربانی کا نام ہے حج..... حج رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا نام ہے..... یہ تین چیزیں خلاصۂ حج ہیں..... آدم کی توبہ عرفات کے میدان میں.....

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

آج بھی جب تم حج پر جاتے ہو..... اللہ کی طرف سے اس توبہ کا اعلان ہوتا ہے..... جب آدمی وہاں مانگتا ہے۔

حج کرنے سے انسان گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے

حضور ﷺ نے فرمایا:

من حج للہ

"جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے حج کیا۔"

فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ [1]

---

1. صحیح بخاری ص206 ج1 صحیح مسلم ص436 ج1 مشکوۃ ص221 ج1 مسند ابی یعلی الموصلی ص381 ج5 بیروت

"اس نے فسق بھی نہیں کیا اور کوئی ایسا کام بھی نہیں کیا...... جو اللہ کے ہاں یا مخلوق کے ہاں ناپسندیدہ ہو اور گناہ کبیرہ کے قریب بھی نہیں گیا"

حضور ﷺ نے فرمایا یہ جب حج کر کے واپس لوٹتا ہے...... یہ ایسے آتا ہے...... جیسے ماں کے پیٹ سے...... اس دن پیدا ہوا ہو...... بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے...... گناہوں سے پاک ہوتا ہے...... اور جب حج کر کے واپس آتا ہے...... تو گناہوں سے پاک ہوتا ہے...... کبھی آپ حاجیوں کے چہروں کو دیکھ لیا کریں...... جب حج کر کے آئے ہیں...... تو چہرے پر کچھ اور قسم کے انوارات نظر آتے ہیں...... بشرطیکہ صحیح معنیٰ میں حج کرنے کے لئے گیا...... تجارت مقصود نہ ہو...... کمانا مقصود نہ ہو...... وہاں پر جا کر لوگوں کی جیبیں صاف کرنا مقصود نہ ہو...... اللہ کی رضا کے لئے حج کرنے کے لئے گیا ہے...... اگر دنیا کی غرض سے گیا ہے...... تو اس حج کا کوئی فائدہ نہیں...... یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک حدیث میں آتا ہے...... حضور ﷺ نے فرمایا میری امت میں کئی قسم کے حاجی ہو جائیں گے...... کچھ لوگ سیر و سیاحت کی نیت سے حج کریں گے...... جیسے جاتے ہیں...... افریقہ بھی گئے ہیں...... امریکہ بھی گئے...... جاپان بھی چلو...... اس سال مکہ مدینہ بھی ہو آتے ہیں...... سیاحت کا حج ہے...... اللہ کی رضا کے لئے نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کچھ لوگوں کا حج تجارت کی غرض سے ہوگا...... کہ جا تو رہے ہیں...... کاروبار کی عادت بنی ہوئی ہے...... ادھر جاتے ہوئے کیوں خالی جائیں...... گئے ہیں کوئی ایسی چیز لیکر جائیں...... جو وہاں اچھے بھاؤ بک جائے...... وہاں سے کوئی چیز لیکر آئیں...... جو یہاں اچھے بھاؤ بک جائے...... آتے ہوئے تجارت بھی ہو جائے گی ...... پیسہ بھی مل جائے گا...... حج بھی ہو جائے گا۔

اللہ کے رسول نے فرمایا کچھ لوگ اس غرض سے حج کرنے کے لئے جائیں گے ...... کہ معاذ اللہ وہاں پر کچھ کمائی کریں۔

ریاکاری کے لئے حج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں

اور کچھ لوگ ریاکاری کے لئے حج کریں گے...... فلاں حضرت صاحب نے دس حج کئے ہیں...... فلاں قبلہ صاحب نے چھ عمرے کئے ہیں...... فلاں علامہ صاحب پانچ مرتبہ گئے ہیں...... اور یوں کہنا بار بار کہ میں نے اتنے حج کئے ہیں...... میں جب پانچویں حج پر گیا تھا...... ایک اللہ والے سے کسی گفتگو میں سنا...... کہ اس کے ہاں کوئی مہمان گیا...... تو اس نے اپنے بیٹے کو کہا بیٹے! وہ جو پانچویں حج پر میں برتنوں کا سیٹ لایا تھا ...... اس کے اندر پانی لانا...... کھانا لانا...... تو اس بزرگ نے کہا...... کہ آپ نے اپنے پانچوں حج ایک ہی جملہ میں برباد کر دیے...... وہ جو پانچویں حج پر گیا تھا...... اظہار کر دیا...... کہ میں نے پانچ حج کئے ہیں...... تو یہ کہنے کی وجہ سے تیرے سارے حج برباد ہو گئے...... تحدیث بالنعمت کوئی آدمی تذکرہ کر دے...... کوئی پوچھ لے...... کوئی بات کرے ...... کہ وہ فلاں واقعہ کیسے ہے...... یا آپ کتنی دفعہ تشریف لے گئے ہیں...... اللہ نے آپ کو کتنی دفعہ موقع عطا کیا ہے...... علیحدہ بات ہے...... لیکن اس انداز سے گفتگو کرنے سے حج برباد ہو جاتا ہے۔

تو حج نام ہے...... توبۂ آدم کا...... کہ جس حج میں توبہ قبول نہ ہوئی...... اس حج کا کوئی فائدہ نہیں...... حج ابراہیم کی قربانی کا نام ہے...... خلیل نے ساری قربانیاں پیش کی تھیں...... جو حج میں پیش کی جاتی ہیں...... حج میں آدمی بیوی چھوڑتا ہے...... خلیل علیہ السلام نے بیوی کو علیحدہ چھوڑ دیا تھا...... حج میں آدمی بچے کو قربان کرتا ہے...... خلیل علیہ السلام نے تو بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی تھی۔

حج نام ہی تکلیفوں کو برداشت کرنے کا ہے

حج میں آدمی دولت اللہ کے راستہ میں لٹاتا ہے...... ابراہیم علیہ السلام نے دولت لٹائی تھی...... حج میں مصائب و مشکلات آتے ہیں...... برداشت کرنی پڑتی ہیں......

ہمارے بزرگ تھے...... مولانا غلام مصطفیٰ انہوں نے مجھے بتایا...... کہ جس سال میں حج پر گیا...... تو مولانا مفتی محمود مرحوم بھی تھے...... مفتی صاحب بیمار تھے...... پاؤں زخمی تھا...... پاؤں پر پٹیاں باندھی ہوئی تھیں...... ریڑھی پر بیٹھا کر...... ان کو کعبہ کا طواف کرایا جا رہا تھا...... تو میں ملا اور مل کر کہا...... مفتی صاحب تکلیف تو بہت ہوئی ہوگی...... تو عجیب جملہ فرمایا...... کہا حج نام ہی تکلیفوں کو برداشت کرنے کا ہے۔

اللہ کے راستے میں تکلیف آئی...... چیخ ماردی...... ساری عبادت ضائع ہوگئی...... ان مصائب کو برداشت کرنا...... خوشی کے ساتھ ان کو قبول کرلینا...... اسی کا نام حج ہے۔

حج دین کی دعوت دینے کا نام ہے

حج ابراہیم کی قربانی کا نام ہے...... حج محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا نام ہے...... پیغمبر ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں کھڑے ہو کر...... اعلان کیا تھا...... لوگو! "اَلَا بَلَّغْتُکُمْ" میں نے دین تم تک پہنچا دیا؟ صحابہ کہتے ہیں۔

قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ

"محبوب آپ نے پہنچایا نصیحت فرمائی اپنا حق ادا کردیا ہم اس پر مطمئن ہیں کہ جو اللہ نے آپ کے ذمہ لگایا آپ ہمیں بتا چکے ہیں۔"[1]

فرمایا یارو پھر سن لو:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ [2]

"ہر حاضر غیب تک اس آواز کو پہنچائے میں نے دین تم تک پہنچایا ہے تم دوسروں تک پہنچاؤ"

---

1. صحیح مسلم ص 397 ج 1، مشکوٰۃ ص 225 ج 1، عن جابر بن عبداللہ

2. لسان المیزان ص 3 ج 1، سیرت مصطفیٰ ص 150 ج 3، رحمۃ للعالمین ص 320 ج 1، صحیح بخاری باب حجۃ الوداع۔ ترمذی ص 90، ج 2، مستدرک حاکم ص 87، ج 1، ابن ماجہ ص 21، سنن نسائی رقم 2827۔

اگر حج پر جانے کے بعد واپس آ کر......اس پر عمل نہیں کرتا......دعوت کا کام نہیں کرتا......لوگوں کو ہدایت کی طرف نہیں بلاتا......تو حج کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا......حج نام ہے دین کی دعوت دینے کا...... یہ سارا حج کا خلاصہ ہے......اہل اللہ کے حج تو ہوتے ہی اپنے مزاج کے ہیں ...... یہ تو میرا اور آپ کا حج ہے ......کہ ہم لوگ یہاں سے جاتے ہیں......با قاعدہ بلایا جاتا ہے......لوگ اکٹھے کئے جاتے ہیں...... محفلیں ہوتی ہیں......کہ حضرت نے حج پر جانا ہے......ان کو الوداع کرنا ہے......اور جب آئیں......تو پیشگی خط لکھ دیئے جاتے ہیں...... کہ میں فلاں تاریخ کو آ رہا ہوں ......میرا استقبال ہونا چاہیے......آگے اجتماع ہونا چاہیے۔

حضرت شبلیؒ کا واقعہ

ایک لمبا واقعہ شیخ الحدیثؒ نے فضائل حج میں لکھا ہے...... وقت نہیں کہ پورا سناؤں...... نمونہ کے طور پر چند جھلکیاں بتاتا ہوں......حضرت شبلیؒ بہت بڑے بزرگ تھے......ان کا ایک مرید حج پر گیا......اور جب حج کر کے واپس آیا......تو حضرت شیخ نے اس سے کہا حج کر آئے......اس نے کہا جی کر آیا ہوں......فرمایا کیسا رہا؟

خوب رہا......سفر کی داستان سنائی......جیسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے......فرمایا جس وقت تم نے حج کا ارادہ کیا تھا...... کیونکہ حج کا معنیٰ ہی ارادہ کرنا ہے...... جب تم نے حج کا ارادہ کیا تھا...... یہ بتاؤ سفر پر جاتے ہوئے......آخرت کے سفر کی نیت بھی کی تھی؟ اس نے کہا جی......وہ نیت تو ذہن میں نہیں تھی......فرمایا پھر تو نے اس سفر کا ارادہ کیا کیا......فرمایا جب تو نے غسل کیا تھا......تو نے موت کے غسل کو بھی سامنے رکھا تھا؟

اس نے کہا جی ایسا تو نہیں ہوا......فرمایا پھر تو نے کیا غسل کیا ہوگا؟ فرمایا جب تو نے وضو کیا تھا......اس وقت تجھے محسوس ہوا تھا...... کہ میرے گناہ جھڑ رہے ہیں......میں اللہ کے دربار میں جا رہا ہوں؟ کہا میرے ذہن میں یہ بات بھی نہیں آئی......فرمایا پھر تو

نے کیا وضو کیا...... فرمایا! جب تو نے احرام کے دو کپڑے پہنے تھے...... اس وقت کفن کا تصور تیرے ذہن میں تھا...... کہ مجھے کفن بھی پہنایا جائے گا؟ کہ حضرت یہ بات تو میرے ذہن میں نہیں آئی...... فرمایا! پھر تو نے احرام کیا باندھا...... اپنے کپڑے اتارے تھے؟ جی بالکل اتارے تھے...... فرمایا! یہ بتاؤ ان کپڑوں کو اتارتے ہوئے دنیا کے زیب و زینت کے لباس کو ختم کرنے کا ارادہ بھی کیا تھا؟ اس نے کہا جی یہ بات بھی ذہن میں نہیں آئی...... فرمایا پھر تو نے کیا کپڑے اتارے۔

اچھا تم سفر پر چلے...... گھر سے نکلے...... روانہ ہوئے...... اللہ کے راستہ میں تم چل رہے تھے...... جب تم گھر سے باہر جا رہے تھے...... سب کچھ اللہ کے سپرد کیا تھا...... یا مخلوق کے حوالے کر کے گئے تھے...... یہ تمہارے دل میں آیا تھا...... کہ سب کچھ اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں؟ فرمایا! اس قسم کی تو ذہن میں کوئی بات بھی نہیں تھی...... فرمایا! پھر تو نے کیا سفر کیا...... اچھا جب تم اللہ کے گھر کے قریب پہنچے...... تم نے تلبیہ کہا...... جب تو نے لبیک کہا...... اس وقت تو نے اللہ کی طرف سے اس لبیک کا جواب بھی سنا تھا؟ اس نے کہا جی! مجھے تو کوئی آواز نہیں سنائی دی...... فرمایا! پھر تو نے تلبیہ کیا پڑھا...... اچھا یہ بتاؤ! جس وقت تو نے کعبہ کے اندر قدم رکھا تھا...... اس وقت تو دنیا سے بے نیاز ہو گیا تھا...... بیوی بچے خاندان سب کچھ تیرے ذہن سے نکل گیا تھا؟

کہا ایسی بات تو میں نے کوئی نہیں سوچی تھی...... فرمایا! پھر تو کعبہ کے اندر کیا گیا ہے...... اور پھر اگلا جملہ جو کہا سنو! حیران ہو جاؤ گے...... فرمایا! جب تو طواف کرنے لگا...... تو نے حجر اسود کو بوسہ دیا...... ہاتھ لگایا...... اس وقت یہ کہا...... علامہ شبلیؒ نے چیخ ماری...... اور بے ہوش ہو گئے...... وہ آدمی حیران ہو گیا...... کہ میرے شیخ کو کیا ہو گیا ہے...... تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا...... تو شبلی نے کہا دیکھ...... جب آدمی حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے...... اور اس کو ہاتھ لگاتا ہے...... تو وہ ایسے ہے...... جیسے اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ

ڈال کے مصافحہ کر رہا ہے...... مجھ پر اس لئے یہ کیفیت طاری ہو گئی...... کہ جب تو نے اس کو ہاتھ لگایا...... اس وقت تجھے یہ احساس ہوا تھا...... کہ میں آج اللہ سے مصافحہ کر رہا ہوں؟ اس نے کہا جی ایسا تو کوئی احساس نہیں ہوا تھا...... فرمایا پھر تو نے کیا حج کیا ہے ...... اچھا جب تو کعبہ کا طواف کر رہا تھا...... اس وقت تیرے ذہن میں یہ تھا...... کہ میں ایک عاشق ہوں ...... اور اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے ...... اس کے دربار میں ...... دیوانوں کی طرح ...... بے تاب پھر رہا ہوں؟ کہا ایسی بات تو کوئی ذہن میں نہیں آئی تھی...... فرمایا! مقام ابراہیم علیہ السلام پر جب تو نے نوافل پڑھے تھے...... اس وقت تیرے ذہن میں یہ بات تھی...... کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کا برگزیدہ پیغمبر ہے...... اس کی جگہ پر جو شخص نوافل پڑھتا ہے...... اللہ کے قرب کو پہنچ جاتا ہے...... اور تیرے اندر اتنی روحانیت اور نورانیت پیدا ہو گئی ہو...... کہ تو خدا کے قرب کا اندازہ کر رہا ہو...... یہ تیرے ذہن میں آیا تھا؟ اس نے کہا جی ایسی تو کوئی بات نہیں آئی تھی...... فرمایا! پھر مقام ابراہیم پر کھڑے ہونے کا کیا فائدہ۔

فرمایا! جب ملتزم کو چمٹ کر تو نے دعا مانگی تھی ...... تو نے یہ خیال کیا تھا...... کہ میں اللہ کے دامن رحمت کو چمٹ کر دعا مانگ رہا ہوں؟ کہا ایسا تو کوئی خیال نہیں آیا تھا...... میں نے تو سمجھا کعبہ کی چوکھٹ ہے...... جس کو پکڑے ہوئے ہوں ...... فرمایا! پھر تیرے ملتزم کو چمٹنے کا کیا فائدہ...... اچھا تو پہاڑی صفا پر چڑھا تھا...... اس وقت تو نے اپنے دل کو صاف کر دیا تھا...... گناہوں کی آلودگیوں کو ختم کرنے کا...... ارادہ کیا تھا...... کہا ایسا تو کوئی ارادہ نہیں کیا تھا...... فرمایا پھر تیرا صفا پر چڑھنے کا کیا فائدہ...... فرمایا! جب تو مروہ پہاڑی کی طرف گیا تھا...... اس دوڑ کے دوران تو نے اللہ کے دین کے لئے ...... اپنی زندگی میں دوڑ لگانے کی سوچ پیدا کی تھی...... اس نے کہا ایسا تو کوئی ارادہ نہیں کیا تھا...... فرمایا! پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کا کیا فائدہ...... پھر جب تو منیٰ میں گیا تھا...... اس وقت جب

تو نے قربانی پیش کی تھی...... پورے جان مال وقت ہر چیز کو قربان کرنے کی نیت کی تھی؟ اس نے کہا ایسی تو کوئی نیت نہیں کی...... فرمایا! پھر منیٰ میں جانے کا کیا فائدہ...... فرمایا! مزدلفہ میں جب تو گیا تھا...... مشعر حرام کے اندر گیا...... وہاں پر جا کر خوب رات بھر اللہ کو یاد کیا...... یا کچھ حصہ سو بھی گیا تھا...... کہا حضرت میں تو سو گیا تھا...... فرمایا! اللہ تو کہتے ہیں...... وہاں پر مجھے یاد کیا کرو:

وَاذْكُرُوا اللهَ عِنْدَالْمَشْعَرِ الْحَرَام

وہاں پر اگر تو نے خدا کو یاد نہیں کیا تیرے جانے کا کیا فائدہ...... جب تو میدان عرفات میں پہنچا تھا...... اس وقت تجھے اپنی معرفت کا احساس ہوا...... کہ میں کیا ہوں ...... ایک گندے پانی کے قطرے سے بنا ہوا...... حضرت انسان مسجود ملائک اس وقت اشرف المخلوقات اور اللہ کا برگزیدہ بنا ہوں...... اپنی حقیقت کو سامنے رکھ کر...... اللہ کی حقیقت کو تو نے سوچا تھا...... کہ تو گندے پانی کے قطرے سے بنا ہے...... وہ ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے...... اس نے تجھے اپنا قرب نصیب کیا ہے...... کہا حضرت ایسی بات تو ذہن میں نہیں آئی تھی...... فرمایا! پھر عرفات میں جانے کا کیا فائدہ...... جب تو کعبہ کا الوداعی طواف کر رہا تھا...... اس وقت تجھے یہ احساس ہوا تھا...... کہ جیسے آج میں یہاں سے جدا ہو رہا ہوں...... ایک وقت آئے گا...... دنیا سے جدا ہو جاؤں گا؟ کہا ایسا خیال تو نہیں آیا تھا...... فرمایا! پھر تیرا کعبہ پہ جانے کا کیا فائدہ...... تیرے حج کرنے کا کیا فائدہ...... اب دوبارہ تیاری کر پھر جا جس انداز سے میں نے کہا ہے...... ایسے حج کرے گا...... تو قبول ہوگا...... ورنہ تیرا حج کوئی حج نہیں۔

حج کے مسائل سیکھ کر حج کرنے کا فائدہ ہے

ہم سوچیں میرے سمیت کہ جب ہم حج پر جاتے ہیں...... کیا ہمارے اندر یہ کیفیات ہوتی ہیں...... مولانا مکی نے ایک مرتبہ مکہ میں ایک بات کہی تھی...... فرمایا! لوگوں

نے دس روپے کی چیز خریدنی ہو اس پر ریسرچ اور تحقیق کرتے ہیں......اس کا فائدہ کیا ہو گا......نقصان کیا ہو گا...... ہزاروں روپے خرچ کر کے آدمی وہاں جاتا ہے......اور وہاں کے احکامات نہیں سیکھ کے جاتا......طریقے نہیں سیکھ کے جاتا......حج کی کیفیتیں نہیں سیکھ کے جاتا......جیسے جاتا ہے...... ہزاروں روپے خرچ کر کے واپس آجاتا ہے......اور یوں کہہ دیتا ہے......اللہ مالک ہے......خود منظور کر لے گا...... یوں خدا نہیں منظور کیا کرتے ......جب تم اتنا پیسہ خرچ کر رہے ہو......اگر مسائل کی تحقیق نہیں کی......تو اس عبادت کا کیا فائدہ......اس لئے مسائل حج کو سیکھنا ضروری ہے......حکومت پاکستان کتابیں مہیا کرتی ہے......معلم بناتی ہے......قافلے بناتی ہے......لیکن پھر بھی ہمارے اندر وہ حس نہیں بیدار ہوتی......کہ ہم جانیں......اللہ جزائے خیر عطا کرے......تبلیغی جماعت والوں کو کہ پھر بھی یہ لوگ ہمت کرتے ہیں......سفر کے دوران جہازوں میں ائیر پورٹ پر ہر ہر جگہ ان کے قافلے موجود ہوتے ہیں......مسائل بتا رہے ہوتے ہیں......فضائل حج بتا رہے ہوتے ہیں......طریقے سمجھا رہے ہوتے ہیں......کہ کم از کم اگر پورے مجمع میں سے کسی ایک کا بھی حج قبول ہو گیا......تو سب کی نجات ہو جائے گی......اور اللہ کے ہاں ہوتا ایسے ہی ہے......کہ کسی ایک کی وجہ سے سب کی قبولیت ہو جاتی ہے......ورنہ ہم میں سے ہر آدمی اس قابل نہیں......کہ اس کی قبولیت ہو جائے۔

اللہ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عظمت مدینہ

مدینے کے در اور دیوار دیکھوں
یہ دل میں ہے پھر وہ سمن زار دیکھوں
وہ محراب و منبر وہ روضے کی جالی
وہ گنبد وہ صفہ وہ مینار دیکھوں
وہی عنبریں شہر پھر سامنے ہو
وہ جنت کا خوش رنگ گلزار دیکھوں
نظر آئیں پھر نُور کی آبشاریں
پھر اپنی نگاہوں کو ضوبار دیکھوں
جو فرشِ زمیں سے ہیں عرشِ بریں تک
اُن آنکھوں سے میں پھر وہ انوار دیکھوں
وہ بدر و اُحد اور خندق کا منظر
وہ ہر سمت جلوے ضیا بار دیکھوں
وہ عہدِ نبیؐ کی حسیں یادگاریں
وہ ایمان افروز آثار دیکھوں
صحابہؓ کی سیرت کے دلکش نمونے
وہ دینی اخوت کا معیار دیکھوں
وہ بزمِ صحابہؓ کا دلکش تصور
وہ یادوں کا پُرکیف دربار دیکھوں
مرا دل یہ پھر ہر گھڑی چاہتا ہے
وہ کوچے وہ گلیاں وہ بازار دیکھوں
اگر پھر مدینے میں ہو میرا جانا
پھر اپنے نصیبے کو بیدار دیکھوں
مرے دل میں اب یہ تمنا ہے بزمیؔ
وہ سارے مناظر پھر اِک بار دیکھوں

عظمت مدینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ لَآاُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ○ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ○ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لِکُلِّ نَبِیٍّ حَرَمٌ وَحَرَمِیُ الْمَدِیْنَۃُ[1] ○ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ○

○○○○......○○○○

1۔ کنزالعمال ص106 ج12 / المعجم الاوسط ص356، ج6 / جامع الاحادیث ص473، ج17 / جمع الجوامع ص16567، ج1 / مسند احمد ص90، ج5 / غایۃ المقصد فی زوائد المسند ص2253، ج12 /

تمہیدی کلمات:

لائق صد تعظیم وتکریم!

واجب الاحترام!

برادران اسلام

بزرگو دوستو اور بھائیو!

گزشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں......حج کعبۃ اللہ کی اہمیت......اس کا فلسفہ اور اس کی حیثیت پر گفتگو کی تھی......آج کے خطبہ میں مدینۃ الرسول مدینۃ طیبہ مدینۃ المنورہ کے حوالہ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں......اس بابرکت اور مقدس شہر پر گفتگو بالکل چہ نسبت خاک را با عالم پاک را کے مترادف ہے......کہ میری کیا حیثیت کیا اوقات ہے......کہ میں اس دیارِ نبی پر لب کشائی کروں......جس کو اللہ نے قیامت کی صبح تک نبی کا مسکن اور مرکز بنا دیا ہے......مدینہ طیبہ کی ایک تاریخی حیثیت ہے......کہ اسلام سے پہلے اس کی حیثیت کیا تھی......اس پر گفتگو کی جائے......تو ساری تاریخ ہی بیان ہو سکتی ہے......میں مدینہ طیبہ کی کچھ خصوصیات کچھ فضیلتیں......اور پھر کچھ کوشش کر کے......آداب مدینۃ الرسول کہ وہاں حاضری کے آداب کیا ہیں؟ اس حوالہ سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

مدینہ حضور ﷺ کی برکات وفیوضات کا مرکز ہے

اللہ کی ذات سب سے اعلیٰ بلند و بالا برتر و بالا ہے......جیسے وہ عظیم ہے......اور مقدس ہے......اس نے بھی اپنا ایک گھر جس کا نام کعبۃ اللہ ہے......اس کو تقدس اور عظمت عطاء فرمائی ہے......جس کی وجہ سے ہر سال مسلمان اس کے گھر میں جمع ہوتے ہیں ......وہاں اس کی عظمت کے تذکرے کرتے ہیں......اس کی کبریائی کے گیت گاتے ہیں......جیسے مکۃ المکرمہ اللہ کی جلالت کا مرکز ہے......ایسے اللہ کے بعد پوری کائنات میں سب سے بڑی ہستی اور شخصیت جناب امام الانبیاء محمد رسول اللہ کی ذات گرامی ہے

......جیسے اللہ کے انوارات کا مرکز مکہ ہے......تجلیات کا مرکز بیت اللہ ہے......ایسے رحمت کائنات کے انوارات و برکات...... فیوضات و نبوت کا مرکز......اگر کائنات میں کوئی ہے......تو وہ نبی کا روضہ اور مدینۃ الرسول ہے......اب جب اللہ کی عظمت اور کبریائی سے حاجی حج سے فارغ ہو تو میرے اور آپ کے نبی نے فرمایا:

جس نے حج کیا اور میری زیارت کے لئے مدینہ نہ آیا تو اس نے میرے ساتھ ظلم کیا

مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ [1]

حج کے لئے آیا......حج کیا اور پھر میری زیارت کے لئے میرے مدینہ میں نہیں آیا......فرمایا اس نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے......اور ایک روایت بڑی عجیب ہے۔ "وَلَمْ یَزُرْنِیْ "کا معنیٰ قیامت تک کے لئے ہے......کہ جس نے حج کیا......اور میری زیارت نہیں کی......حضور کی زیارت زندگی میں یہ ہے......کہ آقا کا دیدار کرے......اور زندگی کے بعد یہ ہے......کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ [2]

جس نے میری قبر کو دیکھا وہ ایسے ہے......جیسے اس نے زندگی میں مجھ محمد ﷺ کو دیکھ لیا ہو......تو گویا محبوب کی قبر اقدس روضۂ اطہر کے دیدار سے بھی......دیدار نبی کی فضیلت آدمی کو ملتی ہے......یہ علیحدہ بات ہے......کہ اب شرف صحابیت ختم ہے......اب قیامت تک نہ کوئی نیا نبی آئے گا......نہ کوئی صحابی ہو سکے گا......حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام جو قرب قیامت میں تشریف لائیں گے......جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیکھیں گے......وہ بھی

---

1 کنزل العمال ص 135 ج 5 / شرح الزرقانی ص 181 ج 12 / جامع الاحادیث ص 240، ج 20 / جمع الجوامع او الجامع الکبیر ص 22629، ج 1 /

2 مشکوٰۃ ص 241 ج 1 / کنز العمال ص 135 ج 5 / شفاء قاضی عیاض ص 68 / ج 2 شرح الزرقانی ص 181 ج 12 / اخبار مکۃ للفاکہی ص 5، ج 3 / اتحاف الخیرۃ المہرۃ ص 259، ج 1 / السنن الکبریٰ للبیہقی ص 246، ج 5 / المعجم الاوسط ص 351، ج 3 / شعب الایمان للبیہقی ص 489، ج 3 /

صحابی نہیں ہوں گے...... حالانکہ نبی کا دیدار ہے......اس لئے کہ عیسیٰؑ اس وقت اُمت میں نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے ...... محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے مجاہد بن کر تشریف لائیں گے......اس لئے نبی کے دیدار کو صحابیت کہا گیا ہے......اور جیسے حضور ﷺ پہ نبوت ختم ہے......ایسے پیغمبر کی جماعت صحابہ پر مقام صحابیت ختم ہو چکا ہے......اب یہ سلسلہ تو نہیں چلے گا۔

- لیکن حضور ﷺ کے شہر کی زیارت کرنا
- محبوب کی گلیوں کی زیارت کرنا
- محبوب کے روضۂ اطہر کی زیارت کرنا

اس پہ اجر و ثواب ملتا ہے...... وہاں دیدار کے بعد فیوضات ہیں ...... وہ ان کا حصہ تھا......لیکن ثواب میں ہمارا حصہ ضرور ہے...... جیسے کوئی شخص سارا قرآن مجید تلاوت کرے۔

- ☆ اس کو قرآن دیکھنے کا ثواب
- ☆ ایک ایک حرف پڑھنے کا ثواب
- ☆ اس کو چھونے کا ثواب
- ☆ ہاتھ لگانے کا ثواب

اس پر وقت خرچ کرنے کا ثواب...... یہ سارے ثواب وہ سمیٹ جاتا ہے...... اگر کوئی تین مرتبہ "قُلْ ھُوَاللّٰہ" پڑھ لے ایک ختم قرآن کا اجر تو ملتا ہے......لیکن یہ تفصیلی ثواب جو اس پڑھنے والے کے حصہ میں آیا ہے...... وہ اس کے حصہ میں نہیں ......لیکن محروم یہ بھی نہیں ہوتا......لیکن نبی کی قبر کی زیارت کرنے والا......وہ بھی محروم کبھی نہیں رہتا ......اس لئے حضور ﷺ نے اس کا ادب یہ بتایا...... کہ جو اللہ کے گھر آئے "وَلَمْ یَزُرْنِی فَقَدْ" پھر میری زیارت کے لئے نہ آئے......اس نے بڑی زیادتی کی......اس لئے اللہ

کے دربار کے بعد دیارِ حبیب کی طرف جانا......اور اس کی زیارت کا ارادہ کرنا......اس کے لئے سفر کرنا......یہ مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔

تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نیت کر کے سفر کرنے کی اجازت نہیں

ایک حدیث آتی ہے......اس پر میں تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں......حضور ﷺ نے فرمایا تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف نیت کر کے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے......کعبۃ اللہ مسجد حرام......اور مسجد نبوی و مسجد اقصیٰ[1]......یہ تین مقدس مسجدیں ہیں ان کی نیت سے تو سفر کر سکتے ہو......ان مسجدوں کی نیت کرو......نیت کا کیا معنی ہے؟ سمجھیں! آپ یہاں جمعہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں......تو اپنے گھروں سے اسی مسجد کی نیت کر کے آئے تھے......تو پھر اس کا کیا مطلب تین مسجدوں کے سوا کسی اور کی نیت نہ کرنا؟ یہ نیت کہ جیسے وہاں اجر و ثواب کے اللہ کے وعدے ہیں......کہ بیت اللہ میں ایک نماز پڑھو! ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے......مسجد نبوی میں نماز ادا کرو تو پچاس ہزار کا ثواب ملتا ہے......اسی طریقہ سے مسجد اقصیٰ میں پڑھو!......تو ایک ہزار کی روایت بھی ملتی ہے......پانچ سو کی بھی روایت ملتی ہے......پانچ ہزار کی روایت بھی ملتی ہے......دس ہزار کی روایت بھی ملتی ہے......خیر یہ تینوں مسجدوں کے ثواب حدیثوں میں موجود ہیں[2]......اب اگر کوئی اس نیت سے چلتا ہے......کہ میں مخزن العلوم کی مسجد میں نماز پڑھوں گا......مجھے ایک ہزار نماز کا اجر ملے گا......میں رائیونڈ میں ایک نماز پڑھوں گا......مجھے ایک لاکھ کا اجر ملے گا......میں فلاں معسکر میں جا کر نماز پڑھوں گا......مجھے اتنے کروڑ کا اجر ملے گا......اگر اس نیت سے سفر کرتا ہے......اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا......یہ ثواب کی جو مسجدیں

---

1. صحیح بخاری ص 158 ج 1، صحیح مسلم ص 447 ج 1 قال لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی هذا ومسجد الحرام و مسجد الاقصی / 2۔ اخبار مکۃ الفاکہی ص 369، ج 3 / السنن الکبریٰ للبیہقی ص 246، ج 5 / بلوغ المرام من أدلۃ الاحکام ص 290، ج 1 / تقریب الاسانید و ترتیب والمسانید ص 108، ج 1 / سنن ابن ماجہ ص 333، ج 4 المکتبۃ الشاملۃ طحاوی ص 127، ج 3 / صحیح کنوز السنۃ النبویۃ ص 59، ج 1 / کنز العمال ص 235، ج 12، المکتبۃ الشاملۃ / مسند احمد ص 216، ج 29 / علاوہ از یں بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی میں روایات موجود ہیں۔

ہیں...... جن کا ثواب رب نے خود بتایا ہے...... نبی کی زبان سے تقسیم کیا ہے...... وہ زمین پہ تین ہی مسجدیں ہیں...... بیت اللہ ہے...... مسجد نبوی ہے...... مسجد اقصیٰ ہے...... ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد میں ثواب کی نیت سے سفر نہ کرو...... وہاں اس نیت سے جا سکتے ہو۔

- میں اس مسجد میں تعلیم سننے کے لیے جا رہا ہوں
- وہاں دین پڑھنے جا رہا ہوں
- جہاد کرنے جا رہا ہوں
- وہاں تبلیغ کرنے جا رہا ہوں
- وہاں وعظ سننے جا رہا ہوں
- وہاں درس سننے جا رہا ہوں

یعنی اعمال کی نیت تو کر سکتے ہو...... مسجد کے ثواب کی نیت ان کے علاوہ اور کسی جگہ کی نہیں کر سکتے...... صرف روضۂ رسول کی زیارت کی نیت کرو!

حضور ﷺ کے روضہ کا دیدار مستقل ثواب ہے

کیونکہ حضور ﷺ کے روضہ کا دیدار مستقل ثواب ہے...... یہ ایسے ہے جیسے تو نیت کرے...... کہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہتا ہوں...... اس کو بھی اجر ملے گا...... اور اس کو بھی اجر ملے گا...... جو شخص یہاں سے کندھے پر اس لئے بستر اٹھاتا ہے...... کہ میں تین دن فلاں مسجد میں جا کر بیٹھوں گا...... ہماری جماعت وہاں پر ہے...... اب جا تو اس مسجد مخصوص کے لئے رہا ہے...... لیکن اس کی قطعاً یہ نیت نہیں...... کہ یہاں ایک نماز کا اجر ملے گا...... تو وہاں ایک لاکھ کا ملے گا...... یہ وہاں دعوت کے لئے جا رہا ہے...... تعلیم کے لئے جا رہا ہے...... سیکھنے سکھانے کے لئے جا رہا ہے...... سمجھنے سمجھانے کے لئے جا رہا ہے...... نمازوں کے ثواب کے اضافے کے لئے نہیں جا رہا...... اب جب بیت

اللہ سے مسجد نبوی کی طرف آئیں...... مسجد نبوی کی نیت ہوتو...... وہاں نمازوں کے ثواب کے اضافے کی نیت نہیں کرنی چاہئے...... بلکہ یہ نیت ہو کہ محبوب کے روضۂ کے دیدار کے لئے جا رہا ہوں...... روضہ اطہر پہ حاضری دینے جا رہا ہوں...... سلام پیش کرنے جا رہا ہوں...... اس نیت سے سفر کرے گا...... جیسے طلب دین کی نیت سے سفر کرتا ہے...... تبلیغ کی نیت سے سفر کرتا ہے...... جہاد کے لئے سفر کرتا ہے...... ایسے نبی کے روضۂ کے دیدار کی نیت بھی کرے...... یہ بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں...... اللہ اس پر بھی اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں...... مکۃ المکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف جب آدمی روانہ ہوتا ہے۔

مدینہ طیبہ میں اللہ نے نبی ﷺ کی صفات کا عکس کامل رکھ دیا ہے

مدینہ کا پرانا نام جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے...... وہ ہے "یثرب" مکہ کے دو نام ہیں...... مکہ اور بکہ...... یہ دو بڑے مشہور نام ہیں...... اور مدینہ کا قدیم نام یثرب [1]...... اور رسول اللہ کے آنے کے بعد اس کا نام ہے...... مدینہ منورہ...... بلکہ حضور ﷺ کی زندگی میں اس کا نام تھا...... مدینۃ الرسول یعنی رسول کا شہر مدینہ کا معنیٰ ہوتا ہے...... شہر...... توجہ کریں! اب جب یہ رسول کا شہر بنا نسبت میں رسول کا نام ہے...... مدینۃ الرسول رسول کا شہر کسی شخصیت کا شہر بھی ہو سکتا تھا...... لوگ روشنیوں کا شہر بھی کہتے ہیں...... اقبال کا شہر بھی کہتے ہیں...... بابائے قوم کا شہر بھی کہتے ہیں...... فلاں شیخ کا شہر بھی کہتے ہیں...... اب دنیا میں کہیں چلے جائیں...... اور کہیں ہم خانپور سے آئیں ہیں...... لوگ کہتے ہیں درخواستیؒ کے شہر سے...... شخصیات کے حوالہ سے لوگ شہر کو پہچانتے ہیں...... اسی طریقہ سے مکۃ المکرمہ حضرت ابراہیمؑ، یا اللہ کی نسبت کا شہر ہے...... مدینہ محمد رسول اللہ کی نسبت کا شہر ہے...... اس کو مدینۃ الرسول کہا جاتا ہے...... جب تک حضور ﷺ نہیں آئے تھے...... یہ بیماریوں کا اڈا تھا...... یثرب کے معنیٰ ہے...... ہماری آماجگاہ...... جیسے بعض

1 حضرت ابن سمرہؓ فرماتے۔ "كانوا يسمون المدينة يثرب فسماها رسول الله صلى الله عليه وسلم طيبة" کنز العمال ص 105 ج 12، صحیح مسلم ص 445 ج 1

دفعہ وبا پھیلتی ہے ...... موسمی بیماریاں آتی ہیں ...... مدینہ طیبہ میں ایسے بیماریاں آئی تھیں ...... بعض دفعہ آنکھیں خراب ہو گئیں ...... یہ بیماری پھیل گئی ...... پیٹ کی تکلیف کی بیماری پھیل گئی ...... ہیضہ کی بیماری پھیل گئی ...... اسی طریقہ سے طاعون کی بیماری پھیل ہے ...... کوئی اور وبا پھیلی ہے ...... مدینہ ایسا شہر تھا ...... جہاں اکثر وبائیں پھیلتی تھیں ...... دور دراز سے آنے والے لوگ اس مدینہ سے دور ہو کر گزرا کرتے تھے ...... کہ کہیں ہم کسی وبا میں نہ مبتلا ہو جائیں ...... کسی وبا میں نہ پکڑے جائیں ...... کسی وجہ سے بیمار نہ پڑ جائیں ...... وہ اپنی جان چھڑا کے گزرا کرتے تھے ...... لیکن جب میرے محبوب کے قدم آئے ...... اس کی نسبت نبی کی طرف ہوئی ...... اب اس کا نام یثرب نہیں ...... حضور ﷺ نے فرمایا ...... اس کا نام مدینۃ النبی ﷺ ہے ...... اب یہ رسول اور نبی کا شہر ہے ...... توجہ کرنا! واحد شہر ہے ...... اللہ کی زمین پر کہ اس میں اللہ نے نبی کی صفات کا عکس رکھ دیا ...... جو صفتیں اللہ نے میرے محبوب میں رکھی ہیں ...... مدینہ کی مٹی میں اللہ نے وہ صفات رکھ دی ہیں۔

جیسے پیغمبر ﷺ پاک ہیں ایسے محمد ﷺ کا مدینہ بھی پاک ہے

مثلاً حضور ﷺ کی صفت ہے فرمایا:

أَنَا طَيِّبٌ أَنَا طَاهِرٌ [1]

یہ حضور ﷺ کے اسمائے صفاتی ہیں میں پاک صاف ہوں حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَدِينَةَ طَيِّبَةٌ [2]

میرا مدینہ بھی پاک صاف ہے ...... جیسے نزاکت نفاست صفائی پیغمبر ﷺ کے کردار کا حصہ ہے ...... ویسے دیارِ رسول کا حصہ ہے ...... جب تک نبی نہیں آئے تھے ...... یہ عظمت مدینہ کو نہیں ملی تھی ...... حضور ﷺ کے قدموں کی برکت سے ...... یہ مدینہ یوں پاک ا

1

2 ان الله امرلی ان اسمی المدینة طیبة (مسند ابوداؤد طیالسی ص204 ج2 ر مسند ابی یعلیٰ ص276 ر ج6)

صاف ہوگیا...... کہ اب اللہ کے نبی ﷺ کے جسم کی نسبت اس کو مل گئی ہے...... جیسے پیغمبر پاک ہے...... ایسے محمد ﷺ کا مدینہ بھی پاک ہے۔

نبی ﷺ بھی مجسمہ خوشبو ہے نبی ﷺ کا مدینہ بھی مجسمہ خوشبو ہے

دوسری نسبت سمجھیں!...... نسبت مدینہ، مدینہ کو نبی سے نسبت کیا ہے؟ مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ کے جسم اطہر کو اللہ نے اتنا نفیس بنایا ہے...... اور اتنا لطافت کا مرکز بنایا ہے...... کہ یہ طاہر بھی ہے...... طیب بھی ہے...... طاہر کا معنیٰ پاک ہے...... اور طیب کا معنیٰ ہے خوشبو والا...... اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا: " ان المدینة طیبه " طاہر طیبہ مطابہ میرا مدینہ پاک ہے...... صاف ہے...... خوشبو والا ہے...... خوشبو مہکتی ہے...... خوشبو کا مرکز ہے...... جیسے پیغمبر کے جسم اطہر میں خوشبو ہے...... نبی بولتے تھے...... ماحول میں خوشبو تھی...... نبی بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے تھے...... بچے کے بالوں سے خوشبو آتی تھی...... محبوب کو پسینہ آتا تھا...... محبوب کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی...... محبوب کسی گلی کوچے سے گزرتے تھے...... نبی ﷺ کی وہ گلیاں گزر جانے کے بعد گواہی دیتی تھیں...... کہ پیغمبر یہاں سے گزر کے جارہے ہیں...... جیسے نبی کا وجود خوشبو سے معطر اور ماحول معطر ہوجاتا تھا...... ایسے اللہ نے نبی کی اس صفت کا عکس مدینہ میں ایسا رکھا ہے...... کہ مدینہ طیبہ کی خوشبو آدمی دور دور سے سونگھتا ہے...... آپ مدینہ سے باہر ہوں...... اس کی ہوا کے جھونکے اس کی فضا سے معطر کرنا شروع کر دیتے ہیں...... مدینۃ الرسول جب مسجد نبوی میں داخل ہوں...... ہر طرف سے خوشبو محسوس ہوتی ہے...... اور وہاں کی زمین پر اگر ایمان کی عظمت کے ساتھ سجدہ کر کے دیکھے...... تو رب کعبہ کی قسم وہ دھرتی خوشبو سے مہک رہی ہوتی ہے...... نبی بھی مجسمۂ خوشبو ہے...... نبی کا مدینہ بھی مجسمۂ خوشبو ہے...... صفات نبی کا عکس دیارِ نبی ﷺ پر۔

مکہ جلال کی جگہ ہے مدینہ جمال کی جگہ ہے

اللہ کے نبی کے کمالات وصفات یہ ہیں......قرآن کہتا ہے" اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم " محبوب تو اپنے اخلاق میں اپنی مثال آپ ہے......تیرے جیسا پیار والا کوئی نہیں......مکہ جلال کی جگہ ہے......مدینہ جمال کی جگہ ہے......مکہ میں جذباتی لوگ مل جائیں گے......لیکن مدینہ میں اتنے مٹے ہوئے لوگ ملتے ہیں......کہ نبی کے اخلاق کا عکس بھی مدینہ والوں پر پڑا ہوا ہے......بالکل عجیب کیفیت ہے......کہ مدینہ والوں کا اخلاق بڑا عجیب ہوتا ہے......اور اس اخلاق کا مظاہرہ اور منظر کبھی رمضان المبارک میں آپ وہاں جائیں......اور اس منظر کو جا کر دیکھیں......کہ شام کو افطاری کے وقت جب دستر خوان لگ رہے ہوتے ہیں......مکہ میں کوئی منت نہیں کرتا......وہاں پر صرف کھجور اور زمزم رکھا جاتا ہے......اور مدینہ میں بیسیوں قسم کے کھانے ہوتے ہیں۔

حضور ﷺ کے اخلاق کا اثر مدینہ شہر میں بھی موجود ہے

اور ایک ایک شخص کو پکڑ پکڑ کے منتیں کر کے داڑھی پر ہاتھ رکھ کے اس کے...... بازو پکڑ پکڑ کے دستر خوان پر بٹھاتے ہیں......اور اپنی نسبت کا خیال رکھتے ہیں......کہ ہم نبی کے شہر کے باسی ہیں......رسول اللہ ﷺ کے شہری ہیں......تم اللہ کے نبی کے مہمان بن کے آئے ہو...... ہمارا فرض ہے......ہم تمہارا اکرام کریں......اس لئے ہم اپنے پاس بٹھاتے ہیں......جبراً کھلاتے ہیں......دیتے ہیں......منتیں کرتے ہیں......بعض دفعہ آدمی حیران رہ جاتا ہے......کہ یہ میری اتنی منتیں کر رہا ہے۔

میرے دوست نے مجھے خود بتایا......کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے دوست سے وعدہ کرلیا...... کہ افطاری تیرے دستر خوان پر کل ہوگی......لیکن جونہی مسجد میں داخل ہوا......ایک چھوٹا سا چار پانچ سال کا بچہ لپٹ گیا......منتیں کرنے لگا......حتیٰ کہ اس نے میرا جوتا میرے ہاتھ سے چھین لیا ۔اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے......کہ میں اتنی منتیں

کرتا ہوں ......تم میری بات نہیں مانتے ......میں نے اپنے ساتھی سے کہا......اس کو کل منالیں گے......محمد ﷺ کے شہر کا یہ بچہ ناراض ہوگیا......تو محبوب خفا ہوجائیں گے......اس لئے آج اس کے دستر خوان پر بیٹھیں گے......جو اخلاق محمد ﷺ کے ہیں......اس کا اثر مدینہ شہر کے باسیوں میں بھی موجود ہے......صفات نبی کا عکس مدینۃ الرسول پر ہے......ایک بات اور سمجھئے! اللہ نے اپنے محبوب کو بے انتہاء کمالات سے نوازا......رحمت کائنات کی یہ صفت تھی......کہ آپ سراج منیر ہیں......روشن چراغ چمکتا......سورج......کیا سورج کو روشنی...... نبی ﷺ کے قدموں سے ملتی ہے؟......مکہ کے ساتھ المکرمہ کا لفظ کہا جاتا ہے ......لیکن منورہ روشن شہر صرف مدینہ کو کہا جاتا ہے......مدینۃ المنورہ کہ جس کی گلیاں بھی نور سے روشن نظر آتی ہیں......اور کبھی توجہ سے بیٹھے روضہ رسول کے سامنے......اور گنبد خضریٰ پر نگاہ ڈالے......اور اگر وہ یہ منظر کعبہ میں بھی دیکھ کے آیا ہو......کہ بیت اللہ پر بھی نظر شام کو ڈال کے بیٹھے......تو آسمان سے جو روشنی اور انوارات کعبہ پر اترتے نظر آتے ہیں...... رب کعبہ کی قسم اس سے زیادہ نبی کے روضہ پر اترتے نظر آتے ہیں......نور کی روشنی ......انوارات کا شہر......یہ تمام صفات اللہ نے نبی کے اس شہر مدینہ طیبہ میں رکھی ہیں۔

مکہ میں حضور ﷺ کے باپ کا خاندان ہے مدینہ میں حضور ﷺ کے ننھیال کا خاندان ہے

اور پھر یہ ایک عجیب بات ہے......کہ مکہ میں حضور ﷺ کے باپ کا خاندان ہے ......اور مدینہ میں حضورؐ کے ننھیال کا خاندان ہے...... بچوں کی فطرت ہوتی ہے ......طبیعتیں ہوتی ہیں......احترام دونوں کا برابر ہے......لیکن ماں کی نسبت باپ کی قدر آدمی زیادہ کرتا ہے......محبت فطرتاً ماں سے زیادہ ہوتی ہے......حکم باپ کا مانتا ہے...... لاڈ ماں سے منواتا ہے......یہ ایک فطرت ہے......بچہ کی پھر یہی بات خاندان میں منتقل ہوتی ہے......کہ باپ کے خاندان کی قدر زیادہ کرے گا......دادا آئے ہیں احترام کرے

گا...... چچا آئے ہیں احترام کرے گا...... تایا آئے ہیں احترام کرے گا...... چچازاد بھائی آ گئے ہیں اکرام کرے گا...... والد کے خاندان کا کوئی فرد آ گیا ہے احترام کرے گا...... کہ یہ لوگ میرے باپ کی نسبت کے ہیں...... لیکن جب ننھیال آتے ہیں...... تو یہ محبت میں بچھنا شروع ہو جاتا ہے...... اس کی طبیعت مچلنا شروع ہو جاتی ہے...... وہاں احترام ہی احترام ہے...... یہاں پیار ہی پیار ہوتا ہے...... اور یہ بات فطرتاً اللہ نے نبی ﷺ کے سینہ میں رکھی تھی...... کہ مکہ والوں کا احترام اپنی جگہ پر تھا...... لیکن جب مکہ والوں نے تنگ کیا...... حضور ﷺ نے ہجرت کا ارادہ کیا...... تو اللہ نے نبی کو ہجرت کے لئے وہی جگہ دی...... جہاں نبی کے ننھیال کا خاندان تھا...... اب جب حضور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے...... ہر آدمی کو ماں کا خاندان بڑا پیارا ہوتا ہے...... تو حضور ﷺ نے ننھیال قبیلہ کی فضیلتیں بیان کیں...... مدینہ والوں کے فضائل بتائے...... ان کی عظمتیں بتائیں...... اور فرمایا خبردار! یہ میرے شہر والے ہیں...... ان کے خلاف زبان نہ کھولنا۔

ایک حدیث بڑی عجیب ہے حضور نے فرمایا:

مَنْ اٰذَیٰ اَهْلَ الْمَدِيْنَهِ آذَاهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ [1]

جس نے مدینہ والوں کو ایذا دی...... مدینہ والوں کو ستایا...... یا مدینہ والوں کا مذاق کیا...... مدینہ والوں پر تنقید کی...... مدینہ کی کسی ہستی...... کسی انسان پر...... اس نے اس کی تعظیم نہیں...... توہین کی "فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ" میں نبی فیصلہ کرتا ہوں...... اللہ کی اس پر لعنت ہے...... فرشتوں کی اس پر لعنت ہے...... اور قیامت تک کے تمام انسانوں کی اس پر لعنت ہے...... اور فرمایا! کہ یاد رکھو! یہ مدینہ کی توہین کرنے والا مدینہ والوں کا مذاق کرنے والا...... یہ ساری ساری رات نوافل پڑھے...... پوری زندگی عبادت کرے...... اللہ اس

---

1. کنز العمال ص 107 ج 12 عن ابن عمرؓ مشکوٰۃ ص 237 ج 1 صحیح مسلم ص 442 ج 1/

کمینے کا نہ فرض قبول کرتے ہیں ...... نہ نفل قبول کرتے ہیں ...... توہین مدینہ کی کرے ...... عبادت اس کی قبول ہو! ...... ایسا نہیں ہو سکتا ...... مدینہ تو مدینہ ہے ...... مدینہ کے باسی کا بھی اکرام کا حکم ہے ...... کہ ان کی بھی توہین نہ کرو۔

جو مدینہ میں فوت ہوا وہ قیامت کے دن حضور ﷺ کا پڑوسی ہوگا

ایک اور حدیث ہے ...... حضور ﷺ نے فرمایا لوگو!

جو مدینہ میں فوت ہوا وہ مجھ محمد ﷺ کا ہمسایہ ہے[1] قیامت کے دن وہ میرے پڑوس سے اٹھے گا ہر آدمی کو اپنے پڑوسی بڑے پیارے ہیں مجھ محمد ﷺ کو میرے پڑوسی بڑے پیارے ہیں اور پھر پوری اُمت کو فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّمُوْتَ فِی الْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ فِيْهِ

تم میں سے کسی کو طاقت ہے ...... مدینہ میں مرنے کی ...... کیا مطلب کہ پیسہ خرچ کر کے ...... زمین فروخت کر کے ...... اللہ کے نبی کے شہر میں پہنچ کر ...... اگر وہاں زندگی گزار سکتے ہو ...... گزارو مدینہ کی موت قبول کرو۔

مدینہ میں فوت ہونے والوں کا ہاتھ پکڑ کر حضورؐ جنت میں لے جائیں گے

"مَنْ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا[2]

میں محمد ﷺ قیامت کے دن مدینہ میں فوت ہونے والے کے ایمان کی شہادت بھی دوں گا ...... اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں بھی ساتھ لے جاؤں گا ...... وہ کتنے بڑے خوش نصیب لوگ ہیں ...... جن کی زندگیاں وہاں گزر گئیں ...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ جنت البقیع قبرستان میں دفن ہوئے ...... علامہ عبدالغفور نقشبندی مجددی عباسیؒ بہت بڑے عالم تھے ...... وہ جنت البقیع قبرستان میں دفن ہیں ...... مولانا بدر

---

1. کنز العمال ص115 ج12 ر
2. کنز العمال ص114 ج12 رشرح الزرقانی ص179 ج12 میں ہے۔"من زار قبری وجبت له شفاعتی"

عالم میرٹھی ترجمان السنۃ چار جلدوں میں عربی میں ان کی کتاب حضور ﷺ کی سیرت پر ہے آج بھی جنت البقیع قبرستان میں سو رہے ہیں...... مولانا عبدالشکور دین پوریؒ فرمایا کرتے تھے...... کہ میں گیا مولانا بدر عالم میرٹھی ضعیف العمری کے عالم میں تھے ...... مسجد نبوی میں بیٹھے تھے...... میں ملا اور ملنے کے بعد پوچھا کیا حال ہے...... بے ساختہ آنکھوں میں آنسو آ گئے...... کہنے لگے دین پوریؒ حال اس دن پوچھنا...... جس دن روضہ اقدس کے سامنے سے میرا جنازہ اٹھے...... جنت البقیع میں دفن کی جگہ مل جائے...... تو پھر سمجھ لینا کہ میں کامیاب ہوں...... تیس سال سے یہی آس لگائے بیٹھا ہوں...... کہ اللہ مجھے یہاں کی موت عطا کرے۔

قاری فتح محمد پانی پتیؒ بہت بڑے بزرگ تھے...... میں نے ان کی زیارت کی تھی...... پوری زندگی مدینہ طیبہ میں رہ کر گزاری ......اور...... حرمین کے ائمہ کے استاد تھے...... جو آج مسجد نبوی کے مصلّٰی پر کھڑے ہو کر امامت کراتا ہے...... جب قاری صاحب کی وفات ہوئی...... تو لوگوں نے کہا اس کا وارث کون ہے...... جس سے ہم اس کی تعزیت کریں ...... مسجد نبوی کا امام آگے بڑھا ...... کہنے لگا لوگو! مجھ سے تعزیت کرو! ...... میرا باپ تھا...... میں نے اس سے قرآن پڑھا تھا...... عجم سے آیا تھا...... پاکستان سے اس نے یہاں آ کر ڈیرہ ڈال دیا تھا...... یہاں اس کی کوئی اولاد نہیں ہے...... جس سے تم تعزیت کرو...... یہ میرا ابا ہے...... میں نے اس سے قرآن پڑھا ہے...... جس نے تعزیت کرنی ہے...... وہ مجھ سے تعزیت کرے ...... یہ کتنے نصیب والے لوگ ہیں ...... کہ یہ ساعتیں جن کے حصہ میں آئی ہیں...... موت وہاں کی نصیب ہوتی ہے...... زندگی وہاں کی نصیب ہوتی ہے۔

مدینہ کے لئے ہر وہ ادب ہے جو نبی ﷺ کا ہے

میں عرض کر رہا ہوں...... یہ عکس ہے...... کمالات رسول کا مدینۃ الرسول پر بھی

وجہ ہے...... کہ حضور ﷺ کو مدینہ والے پیارے ہیں ......مدینہ والوں کا احترام سکھایا ......اور یہ بات یادرکھو!......اگر آدمی میں سفر کی وجہ سے......بعض دفعہ آدمی میں چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے......اگر مکہ میں ایسی بات ہوجائے......تو ہوسکتا ہے......قابل معافی ہو ......اللہ معاف کردے......لیکن مدینہ میں اگر کسی بدبخت نے ایسا کیا......اور مدینہ والوں سے لڑ پڑا......اور اس کی توہین کی تو سمجھے نبی کے ہمسائے کی توہین ہوگئی ہے......قیامت کے دن نہ نبی معاف کرے گا......نہ خدا معاف کرے گا۔

حاجیو! حج کرکے آکے اپنی محفلوں میں بیٹھ کر حالات بیان کرتے ہوئے...... امریکہ کی گندی ذہنیت کی وجہ سے......بعض دفعہ یہ مزاج بنا ہوا ہوتا ہے......مکہ مدینہ کی کیا بات ہے......بڑے عمدہ شہر ہیں......بڑی اچھی چیزیں ہے......لیکن وہاں کے بندے بڑے سخت ہیں......مدینہ میں فلاں آدمی ایسا تھا......فلاں کے گھر گیا......اس کے گھر ٹی وی رکھا ہوا تھا......فلاں کے گھر فلاں چیز تھی......یہ چھوٹی باتیں نبی ﷺ کے شہر والوں کی طرف منسوب کرکے......اپنا ایمان بھی برباد کرتے ہو......اپنے اعمال بھی برباد کرتے ہو...... خبردار! رسول اللہ ﷺ کے شہر کے کسی باسی کے خلاف زبان مت کھولنا یہ تو میں نے بتائی نسبت۔

مدینہ میں ذرا با ہوش اور سنبھل کے آؤ

اب ایک چیز اور بتا کر میں بات کو ختم کرتا ہوں...... جیسے مدینہ کی نسبت حضور ﷺ سے ہے...... ایسے مدینہ شہر کے لئے ہر وہ ادب ہے......جو نبی ﷺ کا ہے ......جیسے آداب نبی ﷺ کے پاس آنے کے ہیں......اسی طرح آپ کے شہر میں آؤ......تو کیا آداب ہیں؟ ...... اللہ کے پاس جاؤ ......تو دیوانوں اور پاگلوں کی طرح...... نبی ﷺ کے پاس آؤ......تو ذرا سنبھل کر......اللہ کے دربار میں جاتے ہو۔

❁ تو سر پر کپڑا نہیں

- پاؤں میں جوتا نہیں
- آنکھوں میں سُرمہ نہیں
- سر پر پگڑی نہیں
- کفن کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہیں
- بال پراگندہ ہیں
- کنگھا نہیں

دیوانوں کی طرح "لبیک اللّٰھم لبیک" کہہ رہے ہو......کوئی فرق نہیں پڑتا...... جب اللہ کے دربار میں گئے ہو تو......اس طریقہ سے......لیکن اب جب مکہ سے مدینہ چلتے ہو۔

- انداز بدل جاتا ہے
- حالات بدل جاتے ہیں
- آداب بدل جاتے ہیں

اب نیا ادب سکھایا گیا......خیال کرنا!......جیسے رب کے گھر میں دیوانہ بن کے جا رہے تھے...... یہاں دیوانہ بن کے نہیں...... باہوش ہو کے آؤ...... یہ اس محبوب ﷺ کا دربار ہے......اس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھو!......بے ہوش بے ادب بن کے نہ جا۔

- یہاں کپڑے پہن کے جا
- سر پر پگڑی رکھ کے جا
- عمامہ باندھ کے جا

ذرا باادب بن کے ......خوشبو لگا کے...... منور ہو کے جا......معطر ہو کے جا ......ذرا سوچ کے جا......وہاں ذور سے لبیک کہتا تھا...... یہاں آہستہ آہستہ گنگناتی ہوئی آواز میں ......درود کے ترانے پڑھ...... وہاں پر تو جا رہا تھا......تو تیری نگاہ اِدھر اُدھر

تھی...... یہاں نیچی نگاہ کر کے چلنا...... وہاں تو پاگلوں کی طرح ننگے سر جا رہا تھا...... یہاں سر پر پگڑی رکھ کے جا...... کپڑا پہن کے جا...... وہاں پر تجھے سرمہ ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی...... یہاں پر تو اتنی خوشبو لگا...... کہ تو مجسمۂ خوشبو بن جائے...... اب آداب، بدل چکے ہیں...... اب ادب کا تقاضہ یہ ہے...... کہ جب مکہ سے مدینہ کی طرف چلو...... تو اب تمہاری حالت بدل جانی چاہئے...... جوں جوں مدینہ قریب آ رہا ہے...... دل میں محبت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں...... اور جونہی مدینہ کے قریب پہنچو گے...... جو حاجی حج کر کے آئے ہیں...... ان سے پوچھو! مکہ میں گرمی زیادہ ہوتی ہے...... اور مدینہ میں عام طور پر ٹھنڈک ہی ہوتی ہے...... اور جب مدینہ کے قریب پہنچو...... تو اب پھر ادب بدل چکا ہے...... مکہ جاؤ! تو جا کر پہلے عمرہ کر لو...... تو کوئی حرج نہیں...... آرام ملا ہے...... تو کوئی فکر نہیں...... لیکن جب مدینہ آؤ...... تو ادب یہ ہے...... کہ شہر سے باہر ہی پہلے نہا لو...... کپڑے بدل لو...... خوشبو سے اپنے جسم کو معطر کر لو...... وضو کرو...... اب ذرا سنبھل کے چلو...... یہاں تو فرشتے بھی سنبھل کے آتے ہیں...... تو سوچ کیسے چل رہا ہے...... اب یہاں آہستہ آہستہ قدم رکھ...... ہوش کے ساتھ چل...... اور جتنا جتنا مسجد نبوی کے قریب ہو رہا ہے...... اتنا محبت میں اضافہ ہے...... سامان کو کسی جگہ سنبھال کے رکھو...... تاکہ تمہارے دل میں سامان کی محبت نہ رہے...... نبی آخر الزمان کی محبت ہونی چاہئے۔

مسجد نبوی ﷺ میں تین باتوں کا خیال کرنا چاہئے

اور جب مسجد نبوی کے اندر داخل ہو جاؤ...... ہمارے مرشد میاں عبدالہادی دین پوریؒ فرمایا کرتے تھے...... میاں! تین باتوں کا خیال کرنا...... جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو...... قدم اوپر نہ اٹھانا...... زمین پر گھسا کے چلنا...... کہ نبی کے روضہ اطہر پہ جا رہے ہو...... اور فرمایا کرتے تھے...... درود، دھیمی آواز سے پڑھنا...... اونچی آواز سے نہ پڑھنا...... کہیں بلند آواز سے بولنے والا جیسے بے ادب ہوتا ہے...... ویسے بے ادب نہ

لکھے جاؤ......اور تیسرا فرمایا......خیال کرنا......جیسے رحمت کائنات کی ذات کے آداب ہیں......ویسے مدینہ کے رہنے والوں کے بھی آداب ہیں......ان کا بھی احترام کرنا...... اور خوشبو لگا کے جانا......اور پھر ایک سائل نے پوچھا تھا......کہ روضہ کی جالی کو چوم لوں؟ تو حضرت نے ایک جملہ فرمایا! چومنے کو منع نہیں کرتا......لیکن چومنے سے پہلے اتنا سوچ لینا...... تیرا منہ گندا اور ناپاک ہے...... نبی ﷺ کے روضہ کی جالی مقدس......اور پاک ہے......یہ گندا منہ پاک روضہ کی پاک جالی پر تو لگائے گا کیسے ذرا یہ سوچ لینا......اب آپ اندر تشریف لائے ہیں...... مسجد نبوی میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد ادا کرو!......سلام کے نذرانے پڑھو......آتے ہوئے ریاض الجنۃ سے ہوتے ہوئے......جس وقت روضہ اطہر ......گنبد اقدس...... حضور ﷺ کی قبر مبارک...... اور آپ کے چہرہ کے سامنے آدمی آئے...... وہاں پر کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا ہے......رش بہت ہے......ہزاروں کی تعداد میں دنیا آرہی ہوتی ہے......ایک تو کسی کو دھکا نہ دینا......مکہ نہ مارنا......آگے بڑھنے کی ایک دم کوشش نہ کرنا......کہیں کسی کی بے ادبی ہوگئی......وہ بھی نبی کا مہمان ہے......کہیں حضور ﷺ اپنے مہمان کی بے ادبی کی وجہ سے......تمہیں اپنے دربار سے نہ نکال دیں......پھر جس کو تو دھکا دے رہا ہے...... یہ ضروری نہیں کہ تو اس سے بڑا نبی کا محب ہے ہوسکتا ہے......اس کے سینہ میں جو محبت ہے......وہ تجھ سے زیادہ ہو......روضہ اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پڑھو!......اور انکی خدمت میں شفاعت کی درخواست کرو......پھر صدیق اکبرؓ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پڑھو!...... اور درخواست کرو ......فاروقِ اعظمؓ کے سامنے بھی سلام پڑھو!...... اور سلام پڑھتے ہوئے یہ سوچا کرو ......پہلے وہاں بیٹھ کے " اللّٰھم صل علی محمد" کہتا تھا......آج سامنے "السلام علیک ایھا النبیؐ " کہہ رہا ہوں " الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ " کہہ رہا ہوں...... پہلے وہاں سے ڈاک بھیجتا تھا......آج یہاں براہِ راست بھیج رہا

ہوں...... پہلے فرشتے واسطہ ہوتے تھے ......آج خود محبوب ﷺ کے حوالہ کر رہا ہوں ...... پہلے وہاں پر رحمت کی صدا کا جواب رحمت کے حوالہ سے آتا تھا......آج نبی سن کر خود مجھے جواب عنایت فرمارہے ہیں......اس ادب کو سامنے رکھ کر......روضہ پر سلام پڑھنا۔

مسجد نبوی ﷺ کا ایک ایک پتھر جنت کا پتھر ہے

جیسے مکۃ المکرمہ میں بڑے مقامات مقدسہ ہیں......ایسے مدینہ طیبہ میں بھی بہت ساری جگہیں ایسی ہیں...... جو مقامات مقدسہ میں شمار ہوتی ہیں...... ان مقامات مقدسہ میں خود مسجد نبوی' حضور ﷺ نے فرمایا......یہ میری مسجد اس کو جن پتھروں سے بنایا گیا ہے...... وہ وادی عقیق کے پتھر ہیں......اور وہ ساری کی ساری وادی وہ ہے...... جو جنت کی وادی ہے......اور میری مسجد کا ایک ایک پتھر جنت کا پتھر ہے......پھر اس مسجد میں ایک خاص حصہ ہے:

مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ 1

حضور ﷺ نے فرمایا! میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان یہ جنتی جگہ ہے......یہ ساری کی ساری جنت کا ٹکڑا ہے......ریاض الجنۃ اس کو کہا گیا ہے......اور فرمایا یہ عام منبر نہیں "وَمِنْبَرِیْ ھٰذَا عَلَی الْحَوْضِ" یہ میرا منبر قیامت کے دن حوض پر ہوگا ......آج یہاں مسجد نبوی میں ہے......کل حوض کوثر پر ہوگا......آج تک وہ محراب النبی موجود ہے......جس محراب میں کھڑے ہوکر......اللہ کے نبی امامت کراتے تھے......وہ چھوٹی سی جگہ ہے......اس کے اوپر لکھا ہوا ہے "محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" وہ اب تک موجود ہے......اور عجیب بات ہے......اللہ ان لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے......تمام

---

1 کنز العمال ص107 ج12 عن ابی ہریرہؓ / ترمذی ص229 ج2 / صحیح بخاری ص159، 253 ج2 / صحیح مسلم ص446 ج1 / مسند ابی یعلی ص190، 258 ج2 /

محراب کا حصہ انہوں نے بند کر دیا ہے...... صرف وہ جگہ چھوڑی ہوئی ہے...... جہاں آقا ﷺ کے قدم ہوتے تھے...... حاجی لوگ جو حج کر کے آئے ہیں...... وہ دیکھ کر آئے ہیں لوگ زور لگاتے ہیں...... کہ ہمیں اس جگہ نفل پڑھنے دیں...... ابوبکر صدیقؓ بھی اسی جگہ کھڑے ہو کر امامت کراتے تھے...... صدیق نے اگلا حصہ بند کر کے...... مصلی پیچھے ڈال لیا تھا...... ابوبکرؓ جب سجدہ کرتے...... تو صدیقؓ کی پیشانی وہاں لگتی تھی...... جہاں رسول اللہ کے قدم ہوتے تھے...... نبی کے قدموں کی جگہ پر اپنا سر رکھا ہے ۔

تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

اب بھی جتنے لوگ وہاں جا کر نوافل ادا کرتے ہیں...... تو اس زمین پر سجدہ کرتے ہیں...... وہاں سر رکھتے ہیں...... جہاں رسول اللہ ﷺ کے قدم ہوتے...... اور یہ خوش نصیبی کی بات ہے...... کہ اب بھی اس زمین پر نیچے پتھر ہے...... .... پوچھئے! ان لوگوں سے جو حاضری دے کر آئے ہیں...... اب بھی اس زمین پر سجدہ کریں...... تو نیچے سے خوشبو مہکتی ہے...... یہ اس دیار رسول کی خاصیت ہے...... کہ اس کے پتھر بھی خوشبو سے مہکتے ہیں...... پھر اس جنت کے ٹکڑے کی ایک خاصیت ہے...... کہ آدمی جتنا تھکا ہوا ہو...... جتنا دور سے آئے...... جتنا پریشان ہو...... اس میں آیا تو...... تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے...... پریشانی ختم ہو جاتی ہے...... راحت اور سکون ملتا ہے...... کیونکہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے...... اور جنت میں نہ نیند ہے...... نہ موت اس لئے جب اس ٹکڑے میں جا کر بیٹھو!...... تو نیند نہیں آتی...... اور یہ میں اپنے ذوق کی ایک بات کہہ رہا ہوں...... میری تحقیق یہ ہے...... کہ آج تک اس جگہ پر وہ جو ریاض الجنہ کا تھوڑا سا ٹکڑا ہے...... کسی آدمی کی موت کا وہاں پر واقعہ پیش نہیں آیا...... کہ وہاں کوئی مرا ہو...... ایسا کبھی نہیں ہوا...... مسجد نبوی ﷺ میں ویسے ہزاروں آدمی فوت ہو جاتے ہیں...... اس جگہ کا کوئی واقعہ میرے علم میں آج تک نہیں آیا...... اس لئے کہ یہ جنت ہے...... اور جنت میں موت

نہیں ہے...... امام اعظم ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے...... جب اس جگہ جاؤ...... تو ایک دعا مانگ لیا کرو...... اور وہ دُعا یہ ہے۔

کہ اے اللہ! تیرے نبی ﷺ کی زبان کے مطابق یہ جنت ہے...... اور تیرا ایک وعدہ ہے...... کہ اگر کسی کو جہنم میں ڈالے گا...... تو اس کو اس گناہ کی صفائی کے بعد جنت میں بھیجے گا...... یہ تو ہے کہ جہنم سے نکال کر جنت میں بھیجے گا...... لیکن تیرا یہ قانون نہیں ہے...... کہ جنت سے نکال کر...... جہنم میں بھی بھیجے گا...... تیرے نبی ﷺ کی زبان کے مطابق اے اللہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے...... آج جنت میں آ گیا ہوں...... اس وعدہ کو پورا کر...... اب مجھے یہاں سے نکال کر...... جہنم میں کبھی نہ بھیجنا...... یہ دُعا مانگ لیا کرو۔

جس کو نبی ﷺ جنت کہے اس سے بہتر اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے

اسی میں چند ستون ہیں[1]...... جن کی حضور ﷺ نے چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں...... پھر اسی مسجد نبوی کی ایک ایک چیز قیمتی ہے...... ان ستونوں کے پاس کھڑے ہو کر...... نوافل پڑھے جاتے ہیں...... حضور ﷺ نے ان کی فضیلتیں بیان کی ہیں...... وہاں کی دُعائیں بتائی ہیں...... اور پھر اسی مسجد میں ایک چھوٹی سی جگہ بنی ہوئی ہے...... بالکل حجرے مبارک کے سامنے ہے...... محراب التہجد اس کو کہا جاتا ہے...... اللہ کے نبی ﷺ وہاں کھڑے ہو کر تہجد ادا کرتے تھے...... وہاں لوگ کوشش کرتے ہیں...... کہ دو رکعت نماز تہجد کی پڑھ لی جائے...... اور پھر سامنے وہ چبوترہ بنا ہوا ہے...... جس کو صفہ کہا جاتا ہے...... جہاں اصحاب صفہ رسول اللہ کے شاگرد بیٹھ کر اس درسگاہ میں سبق حاصل کرتے تھے...... اس وقت صحابہؓ کی تعداد کتابوں کے مطابق 70 سے 200 تک صحابہؓ ایسے تھے...... جو ہر

1۔ ریاض الجنۃ میں آٹھ ستون واقع ہیں۔ جو ایک تاریخی حیثیت کے حامل ہیں جنہیں ستون ہائے رحمت کہا جاتا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ (1)۔ اسطوانہ حنانہ (2)۔ اسطوانہ عائشہ (3)۔ اسطوانہ ابی لبابہ (4)۔ اسطوانہ سریر (5) اسطوانہ حرس (6)۔ اسطوانہ وفود (7)۔ اسطوانہ تہجد۔ اور اسطوانہ جبرائیل۔ صحابہ کرامؓ ان ستونوں کے پاس بڑے اہتمام سے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ص 72 ج 1 ر بحوالہ تاریخ مدینہ)

وقت اس درسگاہ میں موجود رہتے تھے۔

- اللہ کے نبی ان کو پڑھاتے تھے
- محبوب ﷺ ان کو تعلیم دیتے تھے
- مسائل سمجھاتے تھے
- یہ دن رات وہاں پڑے رہتے تھے
- باہر نہیں جاتے تھے

یہ کوئی کاروبار نہیں کرتے تھے...... کسی سے کوئی چیز لیتے نہیں تھے...... لپٹ کر کسی سے مانگتے نہیں تھے...... اب بھی وہاں ہزاروں کی تعداد میں دنیا بیٹھتی ہے...... لوگ کوشش کرتے ہیں...... ہم مدینہ طیبہ میں اس مقام پر بیٹھ کر...... جس کو اصحاب صفہ کا چبوترہ کہا جاتا ہے...... وہاں بیٹھ کر...... اب بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں...... وہاں پر لوگ بیٹھ کر...... اب بھی حدیث نبی ﷺ یاد کرتے ہیں...... تاکہ جیسے نبی پاک ﷺ کے صحابہؓ بیٹھتے تھے...... کم از کم اس درسگاہ کے شاگرد...... آپ بھی بن جائیں...... خوش نصیب حاجی ہیں...... جن کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے...... شیخ الاسلام حافظ القرآن والحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ فرمایا کرتے تھے...... کہ میں جب مدینۃ الرسول ﷺ میں جاتا ہوں...... تو تین جگہوں پر اپنا وقت گزارتا ہوں...... درود سلام پڑھنے کے بعد...... یا تو رسول اللہ کے قدموں میں بیٹھ کر حجرہ اقدس کی طرف منہ کر لیتا ہوں...... اور بیٹھ کے درود پڑھتا رہتا ہوں...... کہ سامنے بیٹھنے کی جرأت نہیں...... قدموں میں پڑا ہوں...... یا فرماتے تھے...... محبوب ﷺ کی زبان کے مطابق اس ریاض الجنۃ میں وقت گزارتا ہوں...... کہ یہ جنت ہے...... جس کو نبی ﷺ جنت کہیں...... اس سے بہتر...... اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے...... یا پھر فرماتے تھے...... اصحاب صفہ کے چبوترے میں بیٹھ کر...... رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں یاد کرتا ہوں...... اس لئے کہ نبی ﷺ کے صحابہؓ یہیں بیٹھ کر یاد کیا

کرتے تھے......کم از کم صحابہؓ کے شاگردوں کی فہرست جو آگے چلے گی......جو سلسلہ چلے گا......ان شاگردوں کی فہرست میں میرا نام بھی لکھا جائے......اور حضرت ایک جملہ فرمایا کرتے تھے......کہ لوگو! جب مجھ سے کوئی قرآن کا عقدہ حل نہیں ہوتا...... میں بیت اللہ پر نگاہ ڈال کے دُعا مانگتا ہوں......تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے......اور جب مجھ سے کوئی حدیث کا عقدہ حل نہیں ہوتا......تو روضۂ رسول ﷺ پر نگاہ ڈال کے جب دُعا مانگتا ہوں......تو خدا کی قسم مسئلہ سمجھ آجاتا ہے۔

اللہ ہم سب کو روضۂ رسول اور مدینۃ الرسول سے محبت عطا فرمائے۔

(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین٥

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امتحانات خلیل

سحر کے وقت ابراہیم نے اٹھ کر دعا مانگی
سکونِ قلب مانگا اور تسلیم و رضا مانگی
کہ اے مالک عمل کو تابعِ ارشاد کرتا ہوں
میں بیوی اور بچے کو یہاں آباد کرتا ہوں
اسی سنسان وادی میں انہیں روزی کا ساماں دے
اسی بے برگ سامانی میں شانِ صد بہاراں دے
الٰہی نسلِ ابراہیمؑ بڑھ کر قوم ہوجائے
یہ قوم اک روز پابند صلوٰۃ و صوم ہوجائے
یہ وادی مرکزِ ثمرات اور گلزار ہوجائے
یہاں آبادیاں ہوں۔ اور گل و گلزار ہوجائے
بشارت تیری سچی ہے ترا وعدہ بھی سچا ہے
لے بس تو ہی خدا حافظ یہ بیوی اور بچہ ہے

امتحانات خلیل علیہ السلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاہِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرَاہِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ○ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ○

تمہیدی کلمات:

قابل صد اعزاز و تکریم!

واجب الاحترام!

بزرگو دوستو اور بھائیو! یہ ذوالحج کے پہلے عشرے کے دن بڑی عظمت اور فضیلت والے دن ہیں ...... حدیث پاک میں آتا ہے...... اس عشرے میں جو شخص جو عبادت کرے ...... نماز پڑھے ...... قرآن مجید کی تلاوت کرے ...... ذکر کرے ...... قربانی کرے ...... کوئی نیکی کا کام کرے ...... اللہ اس کے ایک ایک عمل کا اجر ...... ایک ایک سال کے برابر عطا فرماتے ہیں۔[1] ...... گویا ایک دن کی فضیلت ایک سال کے برابر ہے...... تو یہ عشرہ ذوالحج بڑی عظمت والا عشرہ ہے...... حتیٰ کہ ہمارے ائمہ مجتہدین اور بزرگان دین میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے ...... جو یقیناً ایام حج میں بے شک مکہ اور مدینہ میں نہ ہوں ...... حج نہ کر رہے ہوں ...... مگر جیسے آدمی حج کرتے ہوئے بڑا محتاط رہتا ہے ...... ظاہری ٹھاٹھ باٹھ خوش لباسی اور وہ چیزیں جو زیب و زینت کی ہوتی ہیں ...... ان سے محتاط رہتا ہے ...... تو ہمارے بہت سارے مشائخ حج کے ان دنوں میں اپنے گھروں میں بھی اتنے محتاط رہتے تھے ...... تاکہ نسبت ہو جائے ...... حاجی کے ساتھ تو یہ دن بڑے بابرکت دن ہیں ...... بڑی عظمت اور کرامت کے دن ہیں ...... پھر حدیث پاک میں آتا ہے ...... جس شخص کو اللہ قربانی کی توفیق عطا فرمائے ...... اور وہ قربانی کرے ...... تو ذوالحج کی پہلی تاریخ سے لیکر قربانی کرنے تک ...... ان تمام دنوں میں بہتر یہ ہے ...... کہ کسی قسم کے بال نہ منڈوائے ...... حجامت نہ کرائے ...... اور اگر اس قسم کا کوئی عمل ہو تو بہتر ہے ...... کہ پہلے کر لیا جائے ...... یہ ثواب کے درجہ کی ایک چیز ہے ...... فرضیت کے درجہ میں نہیں ...... لیکن اس پر اللہ کی طرف سے بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے۔[2]

---

1. مشکوۃ ص 128/ج 1

2. وعن ام سلمة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم / اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیاء وفی روایة فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا وفی روایة من رای ھلال ذی الحجة واراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ (صحیح مسلم ص 160/ج 2/ مشکوۃ ص 127/ج 1)

تو یہ تھی ذوالحج سے متعلق ایک مختصر سی کارگزاری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ خلیل اور پسندیدہ چنے ہوئے دوست ہیں

اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس ذوالحج کے مہینہ میں آزمایا ......اور امتحانات و آزمائش و ابتلا میں ڈالا......قرآن مجید نے ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ مختلف سورتوں میں مختلف مقامات میں کیا ہے......اور ان کی زندگی کے بہت سارے پہلو اور امتحانات قرآن مجید نے کھول کر بیان کئے ہیں......ابراہیم علیہ السلام اللہ کے وہ اولوالعزم نبی ہیں ......جن کو جدالانبیاء والمرسلین امام الموحدین خلیل الرحمان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

- کہ یہ نبیوں کے دادا ہیں
- رسولوں کے بڑے ہیں
- اور توحید پرست لوگوں کے امام ہیں
- اسی طریقہ سے کعبۃ اللہ کے معمار ہیں

جناب رسول اللہؐ کے جد امجد ہیں ......اور ان تمام باتوں میں ایک یہ ہے......کہ اللہ کے برگزیدہ خلیل اور پسندیدہ چنے ہوئے دوست ہیں......اور ابراہیم سے کسی نے پوچھا تھا......کہ ابراہیم! آپ اللہ کے خلیل کس طرح بنے ہیں؟ کونسا عمل آپ نے ایسا کیا......جس کی وجہ سے اللہ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا......اپنی بارگاہ میں قبول کرلیا......پسندیدہ بنالیا؟

تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں جو جملے ارشاد فرمائے ......وہ بڑے عجیب تھے۔

فرمایا:

میرے رب نے مجھے امتحانات میں مبتلا کیا آزمائشوں میں ڈالا اللہ نے مجھ سے جو چیز مانگی میں نے اللہ کے دربار میں پیش کی......میرے رب نے مجھے کہا کہ:

☆ خلیل جان پیش کرو
☆ آگ میں پیش کر دی
☆ مال پیش کرو مہمانوں پر خرچ کر دیا
☆ وطن پیش کرو گھر بار چھوڑ دیا
☆ اولاد پیش کرو
☆ میں نے اپنے ننھے اسماعیل کو چھری کے نیچے دیدیا۔

امتحانات کے بعد اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو امامت کے منصب سے سرفراز فرمایا

جب ان تمام امتحانات میں پورے اترے قرآن مجید نے اس نقشہ کو کھینچا ہے کہ:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ

اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا انہیں آزمائشوں میں ڈالا خلیل تمام امتحانوں میں پورے اترے گویا ......سو فیصد نمبر لئے...... جب اتنا بڑا امتحان دے چکے......اللہ نے انعام میں فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

”آج کے بعد خلیل! میں تجھے منصب امامت عطا کرنا چاہتا ہوں۔“

میں تجھے وہ مقام عطا کرنا چاہتا ہوں......جس منصب کے لئے بڑے بڑے لوگ متمنی ہوتے ہیں...... کہ قیامت تک جتنی انسانیت آئے گی ......تو سب کا مقتدا اور پیشوا ہو گا......حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نبی یقیناً ساری کائنات کے ہوں گے ......امام انبیاء کے ہوں گے......لیکن جب ملت کی بات آئے گی......تو محمد ﷺ بھی ملت ابراہیمی کہلائیں گے۔

اللہ نے ابراہیمؑ کے ان امتحانات کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا......ان سب کو سمیٹ کر اس آیت میں پیش کیا کہ:

وَاِذِ ابۡتَلٰىٓ اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ

بہت سارے کلمات میں آزمایا......بہت سارے امتحانات لئے......جیسے آج کل طلباء کے امتحانات ہوتے ہیں......مختلف پرچے ہوتے ہیں......ہر پرچہ کا عنوان علیحدہ ہوتا ہے......اس کی تیاری بھی طالب علم علیحدہ کرتا ہے......پھر اس میں کچھ پرچے آسان ہوتے ہیں...... کچھ زیادہ مشکل ہوتے ہیں...... یہ اس طالب کی اپنی استعداد پر ہے......کہ وہ اس کے لئے کتنی محنت کرتا ہے......اسی طریقہ سے اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے کئی پرچے لئے۔

نبی ابتدا ہی سے معصوم ہوتے ہیں

سب سے پہلا پرچہ جو ابراہیم علیہ السلام نے دیا......وہ ابراہیم علیہ السلام کے بچپن کا پرچہ تھا......کہ بچے تھے دنیا میں آئے...... پیدا ہوئے......اس گھر میں پیدا ہوئے۔

- جہاں کفر تھا
- جہاں رسومات تھیں
- جہاں بت تراشے جاتے تھے
- بت بنائے جاتے تھے

بتوں کی پوجا کی جاتی تھی......چھوٹے سے ننھے بچے ابراہیم نے......چونکہ اللہ کا نبی بننا تھا......اور نبی کے متعلق اہلسنت والجماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے...... نبی اللہ کے فیصلے کے مطابق نبی ہوتا ہے......نبی ماں کی گود میں نبی ہوتا ہے......نبی ماں کے پیٹ میں نبی ہوتا ہے...... نبی عالم ارواح میں بھی نبی ہوتا ہے......عالم اجسام میں بھی نبی ہوتا ہے......پیغمبر کی خدا ابتدا ہی سے حفاظت کرتے ہیں...... نبی ہوتا وہ ہے...... جو اللہ کی منشاء کے مطابق زندگی گزارے......پیغمبر کبھی کوئی کام اپنی مرضی سے

نہیں کرتا...... حتیٰ کہ ماں کی گود میں ہو...... ماں کے رحم میں ہو...... اس وقت بھی وہ ایسے معصوم ہوتا ہے...... جیسے اعلان نبوت کرنے کے بعد...... وہ معصوم ہوتا ہے...... ابراہیم علیہ السلام پر یہ پہلا پرچہ جب آیا...... ایک عجیب امتحان آگیا...... گھر میں دیکھا ...... کہ میری ماں میرا باپ یہ سب لوگ کچھ تراشے ہوئے بت ہیں ...... پتھر ہیں ...... ان کو پوجتے ہیں۔

رب وہ ہوتا ہے جو سب کو دے کسی سے کچھ نہ لے

ایک دن اس ننھے بچے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ماں سے ایک سوال کرڈالا امی! میرا رب کون ہے؟ رب کا معنیٰ ہے...... پالنے والا ...... یعنی مجھے کون پالتا ہے؟ ماں نے کہا...... تجھے میں پالتی ہوں...... بہت سارے بچے بڑے اچھے ہوتے ہیں...... بڑے ذہین اور زیرک ہوتے ہیں ...... پھر وہ بچہ جو خدا کی تربیت میں ہو...... جس کو اللہ نے نبی بنانا ہو...... اس کے کمالات کی تو بات ہی کیا ہوسکتی ہے...... فوراً کہا...... امی تو میری رب ہے! مجھے بھی بھوک لگے ...... تجھے بھی بھوک لگے...... میں بھی پیاس...... میں محتاج...... تو بھی محتاج...... میں کھاؤں اور پیئوں ...... تو بھی کھائے اور پیئے...... مجھے بھی ضرورت لاحق ہو...... تجھے بھی ضرورت ہو...... یہ کیا عجیب بات ہے...... کہ میں ضرورت میں تیرا محتاج ہوں ...... اور آپ میرے رب بن جائیں...... آپ کسی کے محتاج نہ ہوں...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

رب تو وہ ہونا چاہئے ...... جو سب کو دے...... لیکن کسی سے کچھ نہ لے...... پھر دوسرا سوال کیا...... اچھا امی یہ بتائیں ...... آپ کا رب کون ہے؟ کہا تیرا باپ...... وہی کما کے لاتا ہے...... مجھے دیتا ہے...... کھلاتا ہے ...... میں اسی پر گزارا کرتی ہوں ...... تیرا باپ جو ہے...... وہ میرا رب ہے...... اچھا امی پھر میرے ابا کا رب کون ہے؟

خدا جب روٹھ جاتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے

کہا حاکم وقت بادشاہ......جس کے زیر اثر ہم رہتے ہیں......وہی تو ہمارا خدا ہے......اسی نے ہمیں رتبے دیئے ہیں......اسی کے ہاں سے ہمیں کھانے پینے کو مل جاتا ہے......ہم اسی کے گن گاتے ہیں......اسی کے گیت گاتے ہیں......عجیب سوال کیا......کہا امی میری رب ہے......تو تیرا رب بنا......میرا ابا......میرے باپ کا رب بنا بادشاہ...... یہ بتا کہ بادشاہ کا رب کون ہے؟ کیوں کہ جیسے میرا ابا ہے...... ویسے بادشاہ ہے......اسکی بھی دو آنکھیں ہیں......اس کی بھی دو آنکھیں ہیں......اس کے بھی ہاتھ پاؤں ہیں...... اس کے بھی ہاتھ پاؤں ہیں......یہ بھی کھانے پینے کا محتاج ہے......وہ بھی محتاج ہے...... یہ بھی ضرورت مند ہے......وہ بھی ضرورت مند ہے...... اب اس کا خدا ہے......اس کا خدا نہیں......یہ کیا مطلب ہوا......اس کا بھی کوئی خدا ہو گا؟ اس کا رب کون ہے؟

تو ماں نے بڑا عجیب جملہ کہا......کہ چھوٹا منہ بڑی باتیں......بچے ہو کر بڑوں کے سامنے ایسی گفتگو کرتے ہو......خاموش رہو...... اس قسم کی بات نہیں کرنی چاہئے...... امی چپ رہنے کی تو کوئی بات نہیں...... میں تو ایک مسئلہ آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں......شام ہوئی آذر جب گھر آیا ابراہیم علیہ السلام کا والد......تو ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اپنے شوہر کو واقعہ بتایا......کہ تیرا بچہ تو آج انوکھی باتیں کرنے لگا ہے......اور عجیب ترین باتیں کرتا ہے......کبھی کسی کے متعلق......کبھی کسی کے متعلق کچھ کہہ دیتا ہے......اب یہ بچپن میں اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔

آذر نے کہا......بچہ گھر میں نکما بیٹھا رہے......تو وہ ایسی سوچیں سوچتا ہے......اچھا کل سے میں اسے مصروف کر دیتا ہوں......کیا کریں گے......کہا کل جب میں دکان پر جاؤں گا......بتوں کی دکان تھی...... بت بنا کر بیچا کرتے تھے......میں اس کو ساتھ لے جاؤں گا......دکان میں ساتھ کام کاج میں لگاؤں گا......سارا دن مصروف ہو گا......اس کا ذہن ٹھیک ہو جائے گا......اب صبح باپ لیکر ساتھ چلا...... بت بنا کر

کندھے پر لاد کر مارکیٹ میں پھرا کرتے تھے...... ریٹ لگتے تھے ......خداؤں کے...... ابراہیم علیہ السلام کو آذر نے بھی دو چار بت اٹھوائے...... خود بھی بت اٹھائے ......خود آگے اور خلیل کو پیچھے چلایا......اور یہ دونوں چلتے ہوئے آذر اعلان کرتا تھا...... خدا بڑے اچھے ہیں لے لو......آؤ خداؤں کی منڈی لگ رہی ہے...... خداؤں کی بولی ہوگی......جسکو جس رب کی ضرورت ہے......خود دیکھ کر پسند کرلے......تو ہوتا یہ ہے ......کہ آگے ایک آدمی صدا دے......تو پیچھے دوسرا آدمی اس کی تائید کرنے والا ہوتا ہے......کہ بڑے اچھے لے لو......تو کہا بیٹے تم یہ کہتے آنا......کہ بڑے اچھے ہیں لے لو...... ابراہیم کہتے تھے......کہ ہیں سارے جھوٹے تمہاری مرضی ہے......تو لے لو...... میرا باپ جو کچھ کہہ رہا ہے...... یہ سب جھوٹ ہے...... یہ جتنے خدا ہیں...... سب جھوٹے ہیں......ان میں سے کوئی خدا مشکل کشا حاجت روا نہیں ہے۔

لوگو! یہ جھوٹے ہیں......اس نے کہا......واہ! تم نے میرا کاروبار چمکانا ہے ......بجائے اس کے کہ تم میرے لئے نفع کا سبب بنو......تم تو میرے لئے نقصان کا باعث ہو......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد کو تبلیغ کی......لیکن قرآن مجید نے انداز تبلیغ بتایا ہے......کہ جب کسی سے گفتگو کی جائے......تو نرم لہجہ میں......پیار میں...... سمجھانے کے انداز میں......یوں نہیں ڈنڈا اٹھالیا......اور گالیاں دینا شروع کر دیں......اور کہا مانتے ہو......کہ نہیں مانتے...... یہ بات نہیں قرآن کا انداز تبلیغ دیکھئے ......آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ کہا:

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا

ابا جان ان کی عبادت کرتے ہو...... جو سن نہیں سکتے......جو دیکھ نہیں سکتے ......جو بول نہیں سکتے...... جو نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں...... پریشانی دور نہیں کر سکتے......ابا جان ذرا اتنا تو سوچ لیجئے!......آپ ان کی پوجا کر رہے ہیں......آپ کی آنکھیں ہیں......یہ اندھے ہیں......آپ کی زبان ہے...... یہ گونگے ہیں......آپ

کے ہاتھ پاؤں ہیں ...... یہ لولے لنگڑے ہیں ...... آپ چلتے پھرتے ہیں ...... یہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں ...... آپ کو کوئی ضرورت پڑ جائے ...... آپ اپنی مشکلیں خود اپنی مدد آپ کے تحت حل کر سکتے ہیں۔

- یہ نہ کھا سکتے ہیں
- نہ پی سکتے ہیں
- نہ سن سکتے ہیں
- نہ دیکھ سکتے ہیں
- نہ اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی کو ہٹا سکتے ہیں

اتنا تو سوچ لیجئے ...... یہ عبادت کے قابل کیسے ہو سکتے ہیں ...... ہمارے حضرت شیخ درخواستیؒ ایک جملہ کہا کرتے ہیں ...... کہ خدا جب روٹھ جاتا ہے ...... عقل بھی چھین لیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی امتحانات سے بھری ہوئی ہے

آذر کو بھی عقل نہیں تھی، ایک ہی بات کہی ...... تم خداؤں کے دشمن ہو ...... خبردار! اگر خداؤں کا مقابلہ کیا ...... اور ان سے دشمنی رکھی ...... تو اس کی سزا جو تمہیں ملے گی ...... بڑی سخت ملے گی ...... میں تمہیں رجم کر دوں گا ...... ہاتھ پاؤں تمہارے کاٹ کے رکھ دوں گا ...... قرآن مجید نے تفصیل سے یہ واقعات نقل کئے ہیں ...... میں نمونہ پیش کر رہا ہوں ...... بچپن سے امتحانات شروع ہوئے ...... بچے تھے ...... تو ابا سے جدا ہونا پڑا ...... جب باپ بنے ...... تو پھر بیٹے کو اللہ کے راستہ میں قربان کرنا پڑا۔

ابراہیم علیہ السلام! تمہارے رب کی صفات کیا ہیں؟

پھر ایک اور امتحان آ گیا ...... کہ حاکم وقت سے ٹکر لینی پڑی ...... بادشاہ سے مقابلہ شروع ہو گیا ...... دیکھیں! جب بھی اس قسم کی کوئی تحریک چلتی ہے ...... کام کرنا

پڑتا ہے...... کسی کو دعوت دینی پڑتی ہے......لوگ کہتے ہیں......یار پہلے گھر میں بات کرو ابتدا گھر سے کی...... اب اگلا مرحلہ تھا......کہ حاکم سے گفتگو ہو جائے...... وقت کے بادشاہ نمرود سے ٹکر ہوئی...... وہاں بھی بعینہٖ یہی کیفیت تھی...... براہ راست بادشاہ سے مکالمے ہوئے...... بادشاہ سامنے ہے......ابراہیم موجود ہیں...... اور نمرود یہ کہتا ہے...... خلیل! تیرے رب کی کیا خوبی ہے......اپنے رب کی صفات بیان کر کہا:

میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے مارتا بھی ہے

رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ

''میرا خدا وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے مارتا بھی ہے''۔

اس نے کہا یہ بھی کوئی کام ہے......زندہ کرنے کا......اور مارنے کا......یہ تو میں بھی کرتا ہوں...... میں زندہ بھی کرتا ہوں ......مارتا بھی ہوں......ایک ایسا شخص جس نے تختۂ دار پر چڑھنا تھا......اس کو آزاد کر دیا......ایک آزاد جا رہا تھا......اس کو تختۂ دار پر لٹکا دیا......کہا دیکھو! اس کی زندگی تھی...... میں نے مار دیا......اس نے مرنا تھا......میں نے اس کو زندہ کر دیا ہے......اگر خدا کی یہی تعریف ہے......تو یہ کام میں بھی کر سکتا ہوں...... ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے......کہ یہ بے وقوف ہے......اس کو اتنی عقل نہیں تھی......کہ یہ خلیل مجھ سے کیا گفتگو کر رہے ہیں...... پاگل تھا...... خلیل سمجھ گئے......ایسے نہیں سمجھتا......اب ایسی دلیل پیش کروں......جس کا اس کے پاس جواب نہ ہو......کہا پھر سن میرا خدا وہ ہے۔

یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

''وہ مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے اگر تو خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو تو مغرب سے سورج نکال''

کفر مبہوت الحواس ہو گیا

قرآن کے جملے بڑے عجیب ہیں:

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ

''کفر مبہوت الحواس ہو گیا۔''

دماغ خراب ہو گیا...... پاگل ہو گیا...... اس سوال کا جواب اس سے نہ بن پایا ...... کہ میں کیا کر سکتا ہوں ...... سوائے اس کے کہ خاموشی اختیار کرلوں...... بادشاہ سے ٹکر تھی ...... بڑا مقابلہ ہوا...... یہ بھی مستقل خلیل کا امتحان تھا...... میں بغیر کسی ترتیب اور تفصیل کے صرف امتحانوں کے نمونے پیش کر رہا ہوں۔

''وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ''

اور ہر پرچہ میں خلیل سو فیصد نمبر لیتا ہے...... اور یہاں پر کوئی بھاگ دوڑ نہیں کی...... اللہ کی طرف سے آزمائش آتی تھی ...... خلیل امتحان میں کامیاب ہوتے جا رہے ہیں...... باپ سے مقابلہ ہوا...... تب بھی کامیاب ہوئے...... قوم سے مقابلہ ہوا ...... تو تب بھی کامیاب ہوئے ...... بادشاہ سے ٹکر لی...... تو تب بھی کامیاب ہوئے۔

سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے

ایک بڑا مشہور واقعہ ہے...... اس نمرود کی تباہی کا...... اس نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا ...... کہ دیکھ اکیلا ہے ...... تو ہماری فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتا...... میں اپنی ساری قوت اور فوج لے کر آتا ہوں ...... تو اپنے رب کو کہہ...... وہ اپنی فوج لیکر آئے...... آئے ذرا میرے ساتھ مقابلہ کرے ...... میں بھی خدا ہوں ...... وہ بھی خدا ہے...... ابراہیم علیہ السلام نے بڑا سمجھایا ...... کہ یہ کام یوں نہیں ہوا کرتے...... اللہ کے ساتھ مقابلہ مت کرو۔

نہ مانا اس نے کہا...... میں اپنی ساری فوج لاتا ہوں...... پوری کی پوری فوج کو لا کر میدان میں کھڑا کر دیا...... کہہ اپنے رب کو...... نکالے اپنی فوج کو...... ابراہیم علیہ السلام خاموش تھے ......اور اللہ سے کہا...... مولا یہ واقعی بادشاہ ہے...... اس بے وقوف کو میری باتیں سمجھ نہیں آتیں...... تو ہی سمجھا ...... اللہ نے کہا ...... اچھا اس کی فوج آنے

دے...... پھر جب میں اپنی فوج بھیجوں گا......تو دیکھی جائے گی۔

اللہ میاں...... انسانوں کے مقابلے میں انسان آئیں گے؟ کہا وہ بھی انسان لائے...... میں بھی انسان بھیج دوں...... پھر مقابلہ کس بات کا......فرشتے آئیں گے؟ فرمایا نہیں ......اتنی بڑی فوج بھی نہیں بھیجوں گا...... میں وہ بھیجوں گا......جس کا یہ تصور بھی نہیں کر سکیں گے......سارے کے سارے میدان میں آکر کھڑے ہو گئے...... اللہ نے کہا خلیل اس پہاڑی کی طرف دیکھ...... یہاں سے ایک لشکر آتا ہوا دکھائی دیگا...... ایک دم مچھر آگئے ......اور کوئی پتہ نہیں چلتا تھا......صرف مچھروں کی زوں زوں کی آواز آتی تھی......آئے اور پوری فوج پر حملہ کیا...... اللہ اپنی بے نیازی دکھاتا ہے ......کہ اتنے بڑے لشکر کو کتنے چھوٹے سے لشکر سے مروا دیا ہے...... ہاتھیوں کو چھوٹے سے پرندوں سے برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

اس کی اتنی بڑی فوج کو......مچھروں سے تباہ کرا کے رکھ دیا ہے...... یہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے ......جیسے چاہتا ہے...... ویسے کرتا ہے...... اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ......اور یہ انسان کا یقین بن جائے ......اسی کا نام ایمان ہوتا ہے...... کہ اللہ جو چاہیں کر سکتے ہیں ......ساری مخلوق مخالف ہو جائے ......اللہ کی مدد شامل حال ہو......کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا......اور اگر ساری کی ساری دنیا حامی ہو جائے...... اللہ کی طاقت اس کے خلاف ہو تو...... پھر اس آدمی کا کوئی کچھ نہیں سنوار سکتا۔

مچھروں کی فوج نے نمرود کا غرور خاک میں ملا دیا

نمرود بھاگا ...... بیوی کے پاس گیا ...... بیوی نے کہا ......خدا صاحب اتنی بڑی طاقت کے مالک تھے ......خیر ہے...... پریشان ہو کے بھاگ آئے ......کیا ہوا ......ابراہیم علیہ السلام سے آج آپ کا مقابلہ تھا ......اس نے کہا مقابلہ تھا ......نہ پوچھ ......وہ جو اس کا لشکر آیا ہے...... پتہ نہیں کیا بلا ہے......اس نے کہا ہے کیا؟ کہا پتہ ہی نہیں چلتا ......بس آواز آتی ہے...... اور کچھ نہیں...... کہا مجھے تو دکھائیں...... کہنے لگا

......وہ تو دیکھنے کا ہی نہیں ہے...... اتنے میں ایک لنگڑا سا مچھر آیا...... اور اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا......اس نے کہا آؤ دکھاؤں ایسا لشکر ہے......یوں جو گیا......وہ سیدھا ناک کے اندر گھس گیا...... اب وہ اندر جو گیا ......اس نے اپنا کام کرنا شروع کیا ......باقی مچھر لوگوں کو ڈستے ہیں ......اپنی مرضی سے، یہ گیا تھا......اللہ کے حکم سے۔

اب اس نے اللہ کے حکم کے مطابق جب اپنا کام کرنا شروع کیا......اے سی صاحب آئے......اس نے کہا خدا صاحب کیا حال ہے......کہا جوتا اتار کر دس مرتبہ سر میں مارو پھر حال پوچھو!......ڈی سی صاحب نے کہا......اللہ میاں کا حال پوچھنے جائیں ......آخر وہ ہمارے خدا ہیں......انہوں نے کہا......میرے سر میں تیس جوتے مارو!...... آپ بڑے افسر ہیں......آپ کی سزا زیادہ ہے...... بعد میں کوئی اور بات کرنا......کمشنر صاحب نے آکر پوچھا کیا حال ہے؟

کہا پچاس جوتے مارو...... وزیر اعلیٰ تشریف لائے ......کہ حضرت کیا حال ہے......اس نے کہا سو جوتا میرے سر میں مارو......سارا دن جوتے لگتے تھے......اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بتایا ......کہ لوگو! میں نے خلیل کو کامیاب کیا ہے...... جو میرے پیاروں کا مقابلہ کرتا ہے......میں ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہوں۔[1]

سالانہ میلے نمرود کی یاد ہیں

ان امتحانات میں سے ایک امتحان اور بھی بڑا عجیب آیا...... اس قوم کی عادت تھی......سالانہ میلے پر جانے کی ......یہ میلے نمرود کی یاد ہیں...... یہ جتنے میلوں پر آپ تشریف لے جاتے ہیں...... بڑی خوشی سے اوچ شریف کا میلہ ہے...... پاکپتن شریف کا میلہ ہے...... یہ بابے عبدالستار کا میلہ ہے ......یہ جتنے میلے ہیں ......اللہ والوں کا مزاج میلوں کی طرف جاتا نہیں ......خدا والے مسجدوں کی طرف آیا کرتے ہیں...... خلیل نے کعبہ تعمیر کیا تھا......نمرود میلے کی طرف گیا تھا...... یہ فرق ہے......

---

1. قصص الانبیاء تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

نمرود اور خلیل کے عمل میں......قوم ساری میلے کی طرف جاتی تھی......سالانہ میلہ ہوتا تھا ......بہت بڑا میلہ ہوتا......اور ان لوگوں کے ہاں ایک رواج اور مزاج تھا...... ہمارے ہاں بھی یہ ہوتا ہے......اور یہ لوگ جب میلوں پر جاتے ہیں......تو سب سے پہلے اس بزرگ کے دربار پر جاتے ہیں...... جا کے سلامی پیش کی منت مانی......اور سب سے بڑی منت یہ کہ میں میلہ سے گھر خیر و عافیت سے چلا جاؤں......بس بابا جی پھر میں کامیاب ہوں......تو یہ سارے لوگ میلہ میں جانے سے پہلے اس خدا باڑے میں گئے......جیسے یہاں امام باڑے ہوتے ہیں......وہاں خدا باڑے تھے......ان کے اندر بہت سارے خداؤں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

اعلان نبوت کے وقت خداؤں کی منڈی لگتی تھی

حضور اکرم ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا......تو اس وقت کعبۃ اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے......چھوٹا خدا......بڑا خدا......موٹا خدا......پتلا خدا......پتھر کا......پیتل کا......لکڑی کا......تانبے کا......سونے کا......ایک بالشت کا ......ایک ہاتھ کا......ایک گز کا......خداؤں کی لین لگتی تھی......منڈی لگتی تھی۔

جو اپنے آپ کو پیشاب کے قطرے سے محفوظ نہیں رکھ سکتا وہ میرا خدا نہیں بن سکتا

حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایک مشہور واقعہ ہے......فرماتے ہیں......چھوٹا سا خدا میں اپنی جیب میں ڈال کر سفر پہ گیا ہوا تھا......کہ راستہ میں جہاں کہیں ضرورت پڑے گی......تو یہ خدا میرے کھانے پینے کے کام آئے گا......کسی مشکل میں میری ضرورت کو پورا کرے گا۔

میں ایک جگہ گیا...... مجھے پیاس نے ستایا......میں نے خدا کو نکال کر سامنے رکھا......اس کے سامنے سجدہ کیا......اس سے دعا مانگی......کہ خدا کچھ میرا کام کر دے

......بھوکا اور پیاسا ہوں......دل میں خیال آیا...... یہ کیا کام کریگا......میں ذرا چکر تو لگا کے آؤں......تھوڑا سا میں نے چکر لگایا......آ کے دیکھا......تو خدا کے اوپر پانی پڑا ہوا ہے...... میں نے کہا عجیب خدا ہے...... میں بھوکا......اور پیاسا ہوں......خود نہاتے ہیں......مجھے کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں دیتے...... یہ کہہ کر میں بڑا حیران......اور پریشان تھا......حضرت سیدنا ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں......میں نے کہا......اچھا اس خدا کو دیکھوں......یہ کھاتا پیتا کہاں سے ہے......میں چھپ کے کھڑا ہو گیا......کیا دیکھا کہ جنگل سے ایک بندر آیا......اس نے ٹانگ اٹھائی......اور اس خدا کے اوپر پیشاب کیا......میرے دل پر چوٹ لگی......کہ لوگو! جو اپنے آپ کو پیشاب کے گندے قطرے سے محفوظ نہیں رکھ سکتا...... وہ میرا خدا بھی نہیں بن سکتا ہے...... اس وقت میں سیدھا مکہ آیا......حضور ﷺ اعلان نبوت کر چکے تھے......تو آ کر رحمۃ للعالمین ﷺ کا کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کرلیا۔

خداؤں کی یہ کیفیت تھی......کہ چھوٹے چھوٹے خدا......ایک ایک چھٹانک کے خدا......ایک ایک بالشت کے خدا...... اب بھی لوگوں کے خدا ہوتے ہیں...... کئی خدا سامنے رکھ کر پوجے جاتے ہیں......کئی خدا سر کی جگہ پر نیچے رکھ کر پوجے جاتے ہیں......چھوٹے چھوٹے پتھر جیب میں ہوتے ہیں...... اللہ کی زمین پر سجدہ کرنا نہیں ہے......صرف اسی خدا کو سجدہ کرنا ہے...... جیب سے پتھر نکالا سامنے رکھ کر پیشانی اسی پر رکھ دی......اس مسجد میں بھی کوئی آجائے گا......تو کہے گا......اس مسجد میں ہمارا سجدہ جائز نہیں ہے......ہمارا خدا ہماری جیب میں ہے...... نکالیں گے......سامنے رکھ کر اسی پہ سجدہ کریں گے۔

ڈوب گئے وہ جن کے خدا ڈوب گئے

تو پتھروں کو پوجا جاتا تھا......وہ سارے کے سارے اس خدا باڑے کے اندر گئے...... خداؤں کے سامنے نیازیں پیش کیں ...... یہ سب وہی پرانے رسم ورواج

ہیں...... ان کے سامنے کھانے پینے کی ساری چیزیں رکھیں...... اور ان کو سلامی پیش کی چلے گئے...... کہ آج ہمارے لئے دعا کرنا...... کہ ہمارا میلہ کامیاب ہو جائے...... اوئے جن کو اپنے انجام کا پتہ نہیں...... وہ دوسرے کا کیا کریں گے...... قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ایک جملہ کہا کرتے تھے...... ہمارے ہاں تو اور رواج ہے...... کراچی میں اور رواج ہے...... کہ دس محرم الحرام کو یہ جتنے تعزیے نکلتے ہیں...... ان سب کو پورے شہر سے چکر لگا کے...... آخر میں جا کر دریا میں ڈال دیتے ہیں...... تو قاضی صاحب کہا کرتے تھے...... ڈوب گئے...... وہ جن کے خدا ڈوب گئے...... اوئے جو تعزیہ خود ڈوبنے کے لئے جا رہا ہو...... وہ تمہارے مقدر کیسے جگائے گا؟...... وہ تمہاری مشکلیں کیسے حل کرے گا؟...... وہ تو زبان حال سے کہتا ہے...... اوئے بدبختو! میرے سامنے کیا جبین نیاز جھکاتے ہو...... میں تو خود ڈوبنے جا رہا ہوں...... اب جن کا اپنا حشر کچھ اور ہونے والا تھا...... انہوں نے کسی کی کیا مشکل کشائی کرنی تھی...... یہ سارے لوگ چلے گئے...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی کہا...... آؤ ابراہیم علیہ السلام تم بھی ہمارے ساتھ چلو...... آؤ میلے پر چلتے ہیں...... اللہ کے پیغمبر نے کہا...... قرآن نے ایک جملہ نقل کیا ہے...... خلیل نے کہا:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ

"میں بیمار ہوں نہیں جا سکتا۔"

عربی زبان میں جسمانی بیماری لاحق ہو جائے بخار سر کا درد اس کو عربی میں مرض کہتے ہیں مریض کہتے ہیں خلیل نے یہ نہیں کہا کہ میں مریض ہوں کہ:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ

"میں سقیم ہوں۔"

اور سقیم کا معنیٰ یہ ہوتا ہے...... کہ اس وقت جانے کے لئے...... میں طبعی طور پر آمادہ نہیں ہوں...... اشارہ اس طرف تھا...... کہ میری طبیعت مائل نہیں...... مجھے

گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے...... میرا دل گھٹا ہوا ہے...... اندر سے مجھے پریشانی ......اور تکلیف ہے...... جس کی وجہ سے میں نہیں جا رہا...... ابراہیم علیہ السلام نے کہا ......اور ان لوگوں نے یہ سمجھا ......کہ شاید ابراہیم علیہ السلام اس لئے نہیں جا رہے ......کہ یقیناً کوئی تکلیف اور بیماری ہے......اور یقیناً ابراہیم علیہ السلام کو دکھ تو تھا...... بہت بڑا...... پریشانی تو تھی ......کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر...... غیر اللہ کے آگے جھکتے ہیں ......سارے چلے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرودیوں کے خداؤں کا قلع قمع کر دیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مشن پر چلے گئے ......خلیل نے کلہاڑا اٹھایا......اور اس خدا باڑے میں گھس گئے ......جہاں ہزاروں بت پڑے ہوئے تھے...... ایک سرے سے شروع کیا...... کسی کی ناک توڑی...... کسی کے کان توڑے...... کسی کے ہاتھ توڑے...... کسی کے پاؤں توڑے...... سب کو فارغ کرنے کے بعد...... بڑے بابے کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کے واپس آ گئے۔

سب کو ختم کر دیا ......اس ایک کو چھوڑ دیا...... اب جب یہ سب کے سب واپس آئے ......آئے ......اور آ کر......خدا باڑے میں دیکھا......تو خداؤں کا تو حشر ہوا پڑا تھا۔

- کوئی نیچے گرا پڑا ہے
- کسی کی آنکھ نہیں
- کسی کی ناک نہیں
- کسی کے ہاتھ نہیں
- کسی کے پاؤں نہیں
- کوئی الٹا ہوا پڑا ہے
- کوئی کہیں پڑا ہے
- کوئی کہیں پڑا ہے

اور ایک سردار صاحب ہیں...... جن کے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے ......اب وہ پوچھنے کے قابل بھی نہیں...... کہ کس سے پوچھیں......نمرود کے یہ جملے تھے:

مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

"پتہ کرو ہمارے خداؤں کا یہ حشر کس نے کیا ہے۔"

یہ معلومات کرو...... کہ خداؤں کا دشمن ہے کون؟...... اُوپر عقیدہ یہ ہے...... کہ یہ پتھر مشکل کشا حاجت روا ہیں ......اور جب یہ حال ہوا ......تو کہا پتہ تو کرو ......ان خداؤں کا یہ حشر کس نے کیا ہے...... اس مجمع میں ایک آدمی کھڑا ہوا...... اس نے کہا ......میں ایک آدمی کی نشاندھی کرتا ہوں...... آپ معلومات کریں ......یہ کام وہی کرسکتا ہے......اور کوئی نہیں کرسکتا......کون ہے وہ؟ کہنے لگا:

سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ

"ہم نے ایک ایسا نوجوان سنا ہے۔ ایک کا نام سنا ہے۔ جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے۔"

اس قسم کی قوت...... اس قسم کے نظریات ......کہ سب کو چھوڑ کر...... ایک کو داتا مانو ......ایک کو خالق مانو...... ایک کو مشکل کشا مانو ......صرف اسی کی عبادت کرو ......اسی سے نفع ونقصان کا یقین کرو...... یہ اس نوجوان کی تحریک ہے......اور کوئی آدمی ایسا کام نہیں کرسکتا ...... کہ ان خداؤں کا بیڑا غرق کردے...... اور ایک کو چھوڑ دے ......یہ وہی شخص کرسکتا ہے...... پتہ کرو ذرا خلیل کو تلاش کرو......ابراہیم علیہ السلام کو پکڑو!

نوجوانوں نے ہی ہر دور میں انقلاب برپا کیا ہے

میرے نوجوان دوستو! میں تم سے کہہ رہا ہوں ......اس وقت بھی قوم نے کہا تھا...... یہ نوجوان کا کام ہے...... جو اتنا بڑا انقلاب برپا کرسکتا ہے...... کہ ان تمام بتوں کو ختم کردے......صرف ایک خدا کی عبادت کا نعرہ لگائے ......اللہ کے پیغمبر نے بھی کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر تیس سالہ نوجوان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو مانگا تھا......حضرت ابوبکر

صدیقؓ نے جب کلمہ پڑھا تھا......۳۸ سال کے نوجوان تھے...... یہ جوانی اسلام کے کام آجائے......سب سے بڑی سعادت کی بات ہے......سترہ سال کا محمد بن قاسمؒ یہ وہ نوجوان تھا......جو ایک عورت کی آواز پر عرب کی دھرتی سے اٹھا تھا......تمہارے ملتان پر جا کر......اس نے پرچم لہرایا تھا......طارق بن زیاد اندلس کے ساحل پر جا کر ......جس نے کشتیوں کو آگ لگا دی تھی......خالد بن ولید ایک سو سے زائد جنگیں لڑے تھے......تمام جنگوں میں حریفوں اور دشمنوں کو شکست دی تھی...... کسی جنگ میں کبھی بھی نہیں ہارے تھے...... یہ نوجوان ہیں......جن لوگوں نے یہ کام کیا...... جوانو! آج بھی تمہاری جوانی کی ضرورت ہے......اسلام کو......آج کا نوجوان کرکٹ کا پلیر تو ہے...... آج کا نوجوان ہاکی کا چیمپئن تو ہے......آج کا نوجوان کھیل کود میں تو سب سے آگے ہے......لیکن کاش یہ نوجوان کشمیر کے کام آتا......عظمت اصحاب رسول کے لئے کام آتا...... یہ نوجوان اللہ کی توحید کے علم کو بلند کرتا...... یہ نوجوان آمنہ کے در یتیم کی رسالت کا تذکرہ کرتا...... یہ نوجوان اپنی جوانی ان نیک لوگوں کے سائے میں گزارتا...... جو دن رات دعوت و تبلیغ کا کام کر کے لوگوں کو ہدایت کے راستہ کی طرف لے کے آتے ہیں ......یہ اگر کھڑا ہو جائے ......بوڑھا باپ بھی ساتھ چلے گا......امی بھی دین کی طرف آئے گی......بہنیں بھی نماز پڑھنا شروع کر دیں گی...... بھائیوں کا بھی ذہن بدل جائے گا......صرف ایک نوجوان کے انقلاب کی ضرورت ہے...... باقی سب کے سب اس کے ماتحت ہو جائیں گے ......وہاں ایک نوجوان ہی نے تو کام کیا تھا......تلاش کرو......اس خلیل نوجوان کو۔

جو خود کچھ نہیں کر سکتے وہ تمہارے خدا کیسے بن سکتے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا۔

ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا

”پوچھا گیا تم نے ایسا کیا ہے۔ ہمارے خداؤں کے ساتھ؟“

تو ابراہیم علیہ السلام نے یوں نہیں کہا...... کہ میں نے نہیں کیا...... کہا بڑا جو کھڑا ہے...... اس سے پوچھو! ...... یہ بابا جس نے اپنے کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے...... آپ اس سے پوچھتے نہیں...... میرے پاس پہلے آ گئے...... اس سے پوچھو...... کیا عجیب سوال تھا...... خلیل کا خدا کی قسم کہ ظالمو! جو تمہاری بات کا جواب نہیں دے سکتے...... جو اپنے مارنے والے کا نام نہیں بتا سکتے...... اور اس سے بھی بڑی بات یہ تھی...... کہ جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے...... وہ اپنے کندھے پر کلہاڑا نہیں رکھ سکتا...... اس کو خود اتار نہیں سکتا...... وہ تمہارا حاجت روا اور مشکل کشا کیسے بن سکتا ہے...... جب کوئی جواب نہ بن پائے...... ایک ہی بات ہوتی ہے...... مقابلے میں۔

اوئے ہم یہ بات نہیں پوچھتے...... جو تم کہہ رہے ہو...... بس تم نے یہ غلطی کی ہے...... اس کی سزا تمہیں بھگتنی پڑیگی...... آج کل یہی کچھ ہوتا ہے...... جس کے گلے میں پھندا فٹ آ جائے...... بس اس کو پھانسی کے تختے پر لٹکا دو...... تم نے یہ غلطی کی ہے...... ہمارے خداؤں کے خلاف اتنی بڑی آواز بلند کی...... آج سے کچھ دن پہلے کی بات ہے...... ہمارے ایک دوست ہیں...... مولانا مقبول صاحب انگلینڈ میں ہیں...... ساہیوال کے بہت بڑے عالم ہیں...... انہوں نے ایک واقعہ سنایا...... کہ انگلینڈ میں ٹی وی اسٹیشن پر اعلان ہوا...... کہ کل عیسیٰ کی زندگی پر ایک فلم دکھائی جائے گی...... اور اس فلم کا عنوان ہو گا...... عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا وہ پہلو جو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ عیسیٰ کا جو عیاشی کا دور تھا...... اس کو دکھایا جائے گا...... حالانکہ پیغمبر ان چیزوں سے پاک ہوتا ہے۔

جوانوں میں اگر ایمانی قوت ہو تو وہ تاریخ ساز کام کر جاتے ہیں

ایک نوجوان پاکستانی...... وہاں اس نے بھی سکرین پر وہ اشتہار پڑھا...... کہ کل یہ فلم آئے گی...... اس نے اسی وقت ٹی وی اسٹیشن کا نمبر ملایا...... آگے ایک عورت بولی...... اس نے کہا...... یہ ٹی وی اسٹیشن ہے...... اس نے کہا جی...... اس نے کہا میرا

نام فلاں ہے...... پاکستانی ہوں...... فلاں جگہ پر میرا کوارٹر ہے...... میں فلاں کام کرتا ہوں...... اور میں تمہیں یہ کہہ رہا ہوں...... کہ ہمیں معلوم ہوا ہے...... آج میں نے اشتہار پڑھا ہے...... کہ کل تم نے عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی پر فلم دکھانی ہے...... اگر تم نے یہ فلم دکھائی...... تو پھر دیکھنا...... تمہارے ٹی وی اسٹیشن پر دھما کہ ہو جائے گا...... تم بچ نہیں سکو گے...... یہ کہنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا...... تھوڑی دیر کے بعد اور فون آیا...... اسی کے پاس اس نے اپنا نمبر چونکہ بتایا تھا...... اس نے پوچھا یہ فلاں کا نمبر ہے...... اس نے کہا جی...... فلاں صاحب ہیں؟ کہنے لگے...... ہاں میں وہی ہوں...... آپ پاکستانی ہیں؟ کہا ہاں پاکستانی ہوں...... آپ نے اب سے کچھ دیر پہلے فون کیا تھا؟ کہا ہاں کیا تھا...... آپ نے ہمیں دھمکی دی ہے؟ کہا جی بالکل دھمکی دی ہے...... کہنے لگے...... کیا آپ ایسا کر دیں گے؟ کہا بالکل کر دوں گا...... یہ کہہ کر اس عورت نے بھی ٹیلیفون رکھ دیا...... تھوڑی دیر کے بعد اس کے مکان کا محاصرہ ہو گیا...... پولیس آ گئی...... پکڑنے کے لئے اندر آ گئے...... اٹھا کر اس کو تھانے لے گئے...... پاکستان کے تھانے تو نہیں ہیں...... اتنا تھوڑا سا انصاف ہے...... کہا گیا کہ آپ کی کسی کو اطلاع دینی ہے...... تو بتائیں؟ یہاں پر بیس دن حوالات میں پڑا رہے...... تو روٹی بھی نہیں پہنچانے دیتے...... نیک لوگ ہیں...... پاکستانی مسلمان ہیں...... انہوں نے کہا...... آپ نے کسی کو اطلاع دینی ہے؟ کہا ہاں...... مولانا مقبول صاحب کہنے لگے...... انہوں نے ہمیں ٹیلیفون کیا...... اس نے کہا حضرت میں نے یوں یوں کیا تھا...... جس کے نتیجہ میں میں تھانے آیا پڑا ہوں...... آپ کو اطلاع دینا چاہتا ہوں...... مولانا کہنے لگے...... ہم نے اپنے دوستوں سے مل ملا کے اسی وقت ہی اس کی ضمانت کرا کے اس کو باہر تو نکلوا لیا...... لیکن ہوا یہ کہ پولیس نے اس سے پوچھا...... کہ تم نے یہ فون کیوں کیا ہے...... اس نے کہا میری مذہبی غیرت ہے...... اس نے کہا اس کا آپ کی غیرت سے کیا تعلق ہے...... ہم عیسائی ہیں...... عیسیٰ علیہ السلام ہمارا پیغمبر ہے...... ہم اپنے

نبی پر فلم دکھانا چاہتے ہیں ...... تمہیں اس کا انکار کیوں ہے؟ اس نوجوان نے کہا ...... بات یہ نہیں ہے ...... بات یہ ہے ...... کہ جس محمد رسول اللہ ﷺ کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے ...... اس نبی نے ہمیں بتایا ہے ...... کہ نبی معصوم ہوتا ہے ...... جیسے محمد ﷺ اپنی عصمت میں بے مثال اور پاک ہیں ...... ایسے عیسیٰ پیغمبر بھی تو معصوم ہیں ...... جیسے محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ...... ہمارے ایمان کا حصہ ہے ...... ایسے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی ماننا ...... ہمارے ایمان کا حصہ ہے ...... جیسے ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی بات سن کر برداشت نہیں کر سکتے ...... ایسے عیسیٰ پیغمبر کے خلاف بھی کوئی بات سن کر برداشت نہیں کر سکتے ...... اس نے کہا اگر فلم دکھائی گئی ...... تو پھر کیا ہو جائے گا ...... اس نے کہا ...... دھماکہ کروں گا ...... اس نے کہا تو تو یہاں گرفتار ہے ...... اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں ...... میرے پاس کتنی فوج ہے ...... میرے پاس کتنی بڑی طاقت ہے ...... آپ نے مجھے اکیلا سمجھا ہوا ہے ...... ہم نے وہ کام کرنا ہے ...... کہ تم یاد کرو گے ...... نوجوانو! میں تم سے کہہ رہا ہوں ...... کہ جوانوں کی قوت ایمانی تھوڑی سی جذبات اور جوش میں ہو ...... یقیناً بڑے بڑے کام کر دیا کرتے ہیں ...... جب یہ بات اس نے سنی ضمانت تو ہو گئی ...... لیکن کیس عدالت میں چلا گیا تھا۔

انبیاء کی عصمت کی حفاظت کرنا فرض ہے

عدالت میں کیس جانے کی وجہ سے ادھر ان کو خوف طاری ہو گیا ...... کہ اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا ...... دھماکہ ہو گیا ...... تو نقصان بڑا ہو گا ...... اس ڈر کے مارے دوسرے دن انہوں نے فلم نہیں دکھائی ...... یہ شخص اپنے عزم میں کامیاب ہو گیا ...... اب اس پہ کیس چل رہا تھا ...... عدالت نے اس سے کہا ...... کہ تم نے یہ جرم کیا ہے ...... ٹیلیفون کرنے کا ...... دھمکی دینے کا ...... اب اگر یہ کہتا ہے ...... کہ ہاں میں نے جرم کیا ہے ...... تو یہ مجرم بن جاتا ...... اور اس کی سزا ہوتی ...... اس نے کہا جناب میں نے جرم نہیں کیا ...... میں نے اپنا فرض ، ادا کیا ہے ...... وہ کہے یہ تم نے جرم کیا ہے ......

ہماری حکومت سے بغاوت کی ہے...... ہمارے قانون سے ٹکر لی ہے......اس نے کہا میں نے نہ آپ کی حکومت سے بغاوت کی ہے ......نہ آپ کے قانون سے ٹکر لی ہے...... میں نے تو بحیثیت مسلمان ہونے کے جو میرا فرض تھا...... میں نے اس کو ادا کیا ہے...... میں نے فرض ادا کیا ہے ......میں نے جرم نہیں کیا......اب اس پہ بحث شروع ہوگئی ......جج یہ چاہتا ہے ......کہ ایک دفعہ اس کے منہ سے یہ لفظ نکل جائے ......اچھا جی جرم ہی سہی...... وہ یہ نہ کہے...... کہ میرا فرض تھا ......میں نے ادا کیا ہے......نماز مجھ پر فرض ہے...... پڑھتا ہوں ......روزہ فرض ہے......ادا کرتا ہوں...... زکوۃ فرض ہے ......میں ادا کرتا ہوں...... تمہارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت ہو ......میرے نزدیک فرض ہے......انبیاء کی عصمت کی حفاظت کرنا ......یہ میرے نزدیک فرض ہے...... تمہارے نزدیک کچھ بھی ہو ......میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے ......لہٰذا اسے کوئی سزا نہیں دی جاسکتی...... کیس ختم ہوا...... جج نے اس کے بعد اگلا جملہ اس سے کہا...... کہ دیکھو آئندہ اگر اس قسم کا اقدام کرو گے ......تو سزا ہوگی......اس نے کہا ......اگر آئندہ ٹی وی سے یہ اعلان ہوگا......تو پھر یہ کام بھی ہوگا......تو میں عرض کر رہا تھا...... کہ نوجوانو! یہ جوانی کی قوت اللہ جوانوں کو یہ قوت اور استقامت عطا کرتے ہیں ......یہ اگر تھوڑے سے مستعد ہوجائیں......تو بڑے کام کرجائیں گے ......لیکن یہ شرط ہے ......کہ اپنے بزرگوں کے زیر سایہ ہوں ......خودسر نہ ہوں...... بڑوں کی نگرانی میں ہوں ......اپنی مرضی سے کوئی کام نہ کیا کریں۔

آگ میرا یار آرہا ہے اس پر گلزار ہو جا

ابراہیم پکڑے گئے......اس نے کہا......تم نے یہ جرم کیا ہے......خلیل نے کہا ......اس سے پوچھو...... جب اس کا کوئی جواب نہ آیا......تو بادشاہ نے کہا......ایک ہی علاج ہے ......بس اس کو آگ لگا دینی چاہئے......کتابوں میں لکھا ہے ......کہ نوے مربع میل کا چـخـہ تیار کیا گیا...... پوری سلطنت کی تمام لکڑیاں اس کے اندر جمع کی

گئیں ......آگ لگا دی گئی ......اتنے شعلے بھڑکے ......کہ کئی کئی میل دور تک اس کی تپش جاتی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اس میں ڈالنے کی تیاری کی گئی......تو لکھا ہے کہ حضرت خلیل کے کپڑے اتارے ......ہاتھ اور پاؤں باندھے ......اور جب خلیل کی پگڑی کھینچی گئی ......تو ابراہیم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے...... کہا اللہ! میری پگڑی اتر جائے کوئی بات نہیں ......تیری توحید پر دھبا برداشت نہیں ہو سکتا...... اُس پنگھوڑے میں بٹھائے گئے ......جس کے ذریعہ اندر ڈالنا تھا......اس وقت حضرت جبرائیل آئے ......اور کہا خلیل! میرے لائق کوئی حکم ہو تو کہو......ابراہیم نے بھی عجیب جملے کہے۔

کہا یار تو شاید آج تک مجھ کو نہیں سمجھ سکا ......میری قوت ایمانی کا تجھے پتہ نہیں چلا ...... مجھے تیری کیا ضرورت ہے......میں جسکی رضا کے لئے جا رہا ہوں...... اگر وہ جلانے کے لئے راضی ہے......تو میں جلنے کے لئے تیار ہوں...... وہ بچانا چاہے گا......میں تجھے نہیں کہتا......وہ جانے اور اس کا کام جانے ......کہا مجھے کہہ......چلو میں یہ پیغام ہی خدا کو پہنچا دوں...... کہا یہ پیغام اس کو دیا جاتا ہے...... جو دل کے بھید نہ جانتا ہو......جو علیم بذات الصدور ہے:

''میرے سوال کو میرے حال سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔''

میں سوال ہی کیوں کروں...... جب وہ میری کیفیت کا خود مشاہدہ کر رہا ہے...... دیکھیں! خلیل نے فرشتوں کو ٹھکرا دیا...... جملہ تو سخت کہہ رہا ہوں...... لیکن سمجھانے کے لئے...... جبرائیل تیری ضرورت نہیں ......پانی تیری ضرورت نہیں ......ہوا تیری ضرورت نہیں......آگ جلاتی ہے......تو جلنے کے لئے تیار ہوں......سب سے تعلق توڑ دیا......سب سے قطع تعلق ہو گئے ......براہ راست اللہ کی ذات پر یقین آ گیا......کہ سب کچھ رب نے کرنا ہے......اور کسی نے کچھ نہیں کرنا...... جب اللہ کی ذات پہ اتنا بڑا قوی اعتماد ہو گیا......اب خدا کی طرف سے جو فیصلہ ہوا......اللہ تبارک و

تعالیٰ نے بھی جبرائیل کو نہیں کہا...... جا کے آگ کو ٹھنڈا کر دو...... فرشتوں کو نہیں کہا ...... آگ کو جا کر بجھا دو...... سمندر کو نہیں حکم دیا...... کہ تو اس آگ کے اوپر پلٹ جا ...... ہوا کو نہیں کہا...... اس آگ کو اڑا کر لے جا...... جب خلیل کو پورا سو فیصد اللہ کی ذات پہ اعتماد ہو گیا...... کہ اللہ تو ہی سب کچھ کرتا ہے...... تیری مرضی یہ کہ جلنا ہے ...... میں جلنے کے لئے تیار ہوں...... تو بچانا چاہے گا...... یہ تیری مرضی ہے...... میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔

تو اللہ نے بھی پھر بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اعلان کیا:

یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ

"خلیل اگر تو نے براہ راست مجھ سے بات کی ہے...... پھر میں براہ راست آگ سے بات کرتا ہوں...... اب آگ کے پاس کوئی فرشتہ نہیں بھیجتا ...... جبرائیل نہیں بھیجتا...... میں خود حکم دیتا ہوں...... آگ میرا یار آرہا ہے ...... اس پر گلزار بن جا"۔

اقبال نے کہا تھا: ؎

آج بھی ہو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ بھی کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا

ایک میواتی بابے کا ایمان افروز واقعہ

لاہور کے قریب ایک بستی ہے...... ہر سال میں جلسہ پر وہاں جاتا ہوں ...... اب بھی کچھ عرصہ پہلے گیا تھا...... تو وہاں ایک میواتی بابا رہتا ہے...... کالے سے رنگ کا ہے...... ضعیف العمر ہے...... سفید اس کی داڑھی ہے...... چھوٹا سا اس کا قد ہے ...... ہلکا سا اس کا وجود ہے...... اور اس کا تکیہ کلام ہے "ہم تو اللہ والے ہیں" اس کو کہتے ہیں...... بابا اللہ والا...... میں جب گیا...... تو دوستوں نے مجھے کہا...... مولانا! آپ اس کو ملیں...... اور اس کی زبانی اس کا واقعہ سنیں...... میں نے کہا کوئی خاص بات

ہے تو سناؤ......تو وہ اپنی مجذوبیت میں کہتا ہے...... کہ کیا سنائیں ہم تو بس اللہ والے ہیں۔ اللہ سے ہی ہمارا تعلق ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے...... ان دوستوں نے اسے کہا...... کہ بابا سناتا نہیں......تو وہ بیچارہ خاموش کہ کیا سناؤں...... انہوں نے کہا نہیں سنا...... اس نے پھر ایک واقعہ سنایا...... کہ اس بستی کے قریب ایک جگہ ہمارا گشت تھا......ہم عصر کے بعد گشت کرنے کے لئے وہاں گئے ہوئے تھے...... کہنے لگے جب ہم گئے ......تو وہ باہر کھیتوں کی طرف چلے گئے...... گنے کا کھیت تھا ......اور وہاں رس نکل رہا تھا...... اور پک رہا تھا ...... پت کڑھا میں پڑی ہوئی تھی ......اور ابل رہی تھی ......گڑ بن رہا تھا......تو جیسے ان دوستوں کی عادت ہوتی ہے...... اللہ ان کو جزائے خیر عطا کرے ......گئے اور جا کر متکلم نے بات کی...... کہ دیکھیں اللہ نے دونوں جہانوں کی کامیابی دین میں رکھی ہے......اور یہ دین ہم سب کی زندگی میں آئے ......اس سلسلے میں مسجد میں بات ہو رہی ہے...... آپ ذرا تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے آئیں۔

بڑے موڈ میں آ کر کہتا ہے ......تجھے شرم نہیں آتی...... یہ کام تیرا باپ کریگا......ان کی عادت یہ ہوتی ہے......آپ کا غصہ جتنا بڑھے......ان میں حوصلہ اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے......ہنس کر اس نے کہا......ہاں بھائی اللہ ہی کریں گے......اس نے کہا ایسے ہی کہتے ہو...... اللہ ہی کریں گے ......اللہ ہی کریں گے...... یہ رو پک رہی ہے...... میں اس کو ایسے ہی چھوڑ کر چلا جاؤں......اس نے کہا بھائی آج چھوڑ دیں گے ......تو اللہ کر ہی دیں گے...... اس نے کہا یہ آگ کو بھی تو اللہ ہی جلا رہے ہیں...... اللہ کے حکم سے جل رہی ہے...... اللہ کے حکم سے یہ آپ کا گڑ تیار ہو رہا ہے...... اللہ ہی سب کچھ کرتے ہیں ......اس نے کہا اللہ ہی کرتے ہیں...... صبح سے رٹ لگا رکھی ہے...... ڈال اس میں ہاتھ اس بابا نے اپنا بازو اوپر چڑھایا......"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بسم اللہ اللہ اکبر"

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا

کہہ کے ہاتھ اندر ڈالدیا ......اور جو ساتھ ساتھی تھے ......وہ بھی پریشان ہوئے ......اسے کہا ہاتھ باہر نکال...... پانچ سات منٹ تک اس نے اس تپتی ہوئی رو کے اندر اپنا ہاتھ ڈالے رکھا......اور جب باہر نکالا ......تو ہاتھ جیسے تھا......ویسا ہی باہر نکلا ......اس میں کسی قسم کی کوئی خراش بھی نہیں آئی...... میں نے اس اللہ والے بابا سے پوچھا ......بابا یہ تو بتا کہ اللہ نے یہ جو تجھے اتنی بڑی قوت ایمانی عطا کی ہے......لیکن ہمیں تو اتنا بتا کہ جس وقت تو نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا...... تجھے کیا محسوس ہوا...... اس نے کہا مولانا جیسے سخت سردیوں کے موسم میں گرم پانی سے وضو کیا جائے ......اور لذت اور سکون ملتا ہے......ایسے میرے ہاتھ کو سکون ملا...... مجھے کوئی احساس نہیں ہوا ......مجھے تو مزہ آرہا تھا......کہ جیسے سردیوں میں گرم پانی میں ہاتھ ڈالا ہوا ہو...... یہ اللہ کا فیصلہ قیامت تک کے لئے انبیاء کی زندگی امتیوں کے لئے نمونہ ہے......صرف خلیل پر نار گلزار نہیں ہوئی ......قیامت تک جو شخص اس قوت ایمانی سے آئے گا......اللہ اس پر آگ کو گلزار کرتے چلے جائیں گے...... یہ امتحان تھا......ابراہیم کا......ایک امتحان اور آیا......ان امتحانات میں سے ایک امتحان یہ بھی تھا......کہ اپنے ننھے بچہ کو لیکر اپنی اہلیہ ہاجرہ کو لیکر جنگل بیابان میں چھوڑ آؤ......اب بھی اگر کسی کو دین کے لئے کہہ دیا جائے کہ ایک چلہ لگالے......تین دن لگالے......ثواب کے لئے دعوت کا کام کرلے......تو عام طور پر یہ کہتے ہیں ......ان کا کون کرے گا......ان کا کون پیٹ پالے گا...... ان کا کیا ہوگا...... اللہ نبیوں کی زندگیوں کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں......خلیل کو نوے سال کے بوڑھاپے میں بچہ دیا ہے۔

جس کے سہارے چھوڑے جارہے ہو وہ میری کفالت کے لئے کافی ہے

بعض علماء نے ستاسی سال عمر لکھی ہے......اس بوڑھاپے میں بچہ دیا ہے...... شیر خوار بچہ ہے......چھوٹا سا بچہ ہے......اس بچہ کو لے جا......اپنی اس بیوی کو لے جا

......سیدہ طیبہ طاہرہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کو جنگل بیابان میں لے گئے......اور جا کر وہاں چھوڑ کے آئے......خلیل چھوڑ کے آ......بولنے کی اجازت نہیں......واپس آنا ہے......ہم کلام ہونے کی اجازت نہیں......جب واپس آنے لگے......بیوی نے گفتگو کرنا شروع کی......پوچھنا چاہا خلیل! کس کے سہارے پر چھوڑ کے جا رہے ہو......خاموش ہیں......اکیلی رہوں گی......مجھ سے غلطی کیا ہو گئی ہے......یہ ننھا سا چھوٹا سا بچہ ہے......اس کا کیا ہو گا آدھا کلو ستو ہے......یہ تین کلو پانی کا وزن مشکل سے ہے......مشکیزے میں تھوڑا سا پانی ہے......میں کتنے دن اس پر بسیرا کروں گی......کتنے دن گزارا کروں گی......اللہ کا فیصلہ تھا......خلیل بولنے کی اجازت نہیں......الٹے پاؤں خاموشی سے واپس چلے آنا......بیوی نے دامن کو پکڑ کر کہا......بولتے نہیں......خاموش کیوں ہو......چلو اتنا تو بتا دو اپنی مرضی سے چھوڑ کے جا رہے ہو......یا اللہ کے حکم سے چھوڑ کے جا رہے ہو؟ خلیل بولے نہیں......اشارہ کر کے کہا اس کی مرضی سے بیوی نے دامن چھوڑ دیا......اس نے کہا پھر جا جس کے سہارے پر چھوڑ کے جا رہا ہے......وہ کافی ہے......میری کفالت اس نے کرنی ہے......پھر تو نے نہیں کرنی۔

اور خدا نے کی کفالت......جب وہ سارا اثاثہ ختم ہو گیا......بچہ کو اسی جگہ سلایا......جہاں زمزم کا کنواں موجود ہے......صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں بی بی دوڑی......اب بھی ان پہاڑیوں کے درمیان نشان لگے ہوئے ہیں......میلین اخضرین سبز رنگ کے وہاں پر ستون بنے ہوئے ہیں......جب وہاں حاجی جاتا ہے......تو تیزی سے دوڑتا ہے......یہاں پر دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے......اللہ کو ہاجرہ کی ادا اتنی پسند آئی......سات چکر بی بی نے لگائے......ساتویں چکر پر خلیل کی ایڑی سے زمزم کا کنواں نکلا ہوا تھا......پانی اُبل رہا تھا......سیدہ ہاجرہ دوڑ کے آئی......اور آ کر اس کنویں پر اِرد گرد چھوٹی چھوٹی کنکریاں جمع کر کے......ان کو رکھ کر پانی کو......ایک جملہ کہا......عبرانی زبان میں......زمزم! زمزم! اس کا معنیٰ ہے......ٹھہر! ٹھہر! جم! جم! رک!

رک یہ بی بی کے جملے اللہ کو اتنے پسند آئے...... کہ قیامت تک کے لئے اس پانی کا نام بھی زمزم رکھ دیا گیا ہے...... ورنہ زمزم کا معنیٰ ہے رُک جانا ...... اور حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے...... اگر اماں نہ روکتی ......تو یہ پانی روئے زمین پر پھیل جاتا......امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر پر خدا کروڑوں رحمتیں نازل کرے...... (آمین)

فرمایا کرتے تھے......اچھا ہے اماں کہ تو نے پانی کو روک دیا......اگر نہ روکتی زانی زنا کر کے آتا یہیں نہاتا......شرابی شراب پیتا اس سے منہ دھوتا......تو اس پانی کی توہین ہوتی ......اب جو بھی لے کر جائے گا......اس پانی کا اکرام تو کرے گا...... وہ ادا اتنی پسند آئی...... کہ قیامت تک جو بھی وہاں آئے ......تو دوڑے ...... نبی ہے تب بھی دوڑے ...... حدیث میں آتا ہے...... جب امام الانبیاء آخری حج پر تشریف لائے ......آخری مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کا چکر لگایا......آخری چکر پر جسم اطہر بوجھل تھا......اور سفر کی تھکان کے اثرات تھے......اللہ کے نبی کی سانس چڑھ گئی......حضور رُک گئے......مروہ پہاڑی پہ اور یوں کعبہ کی طرف منہ کر کے ابھی دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے ......بے ساختہ زبان سے یہ جملے نکلے ......کہا امی ہاجرہ اگر تو نہ دوڑتی...... آج تیرے بوڑھے بیٹے محمد ﷺ کو تیرے قدموں پر نہ دوڑنا پڑتا ......یہ میں دوڑ رہا ہوں ......صرف اس لئے کہ یہ تیری ادا خدا کو اتنی پسند آگئی ہے...... یہ سارے امتحان ہوئے......ابراہیم کے۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا

اللہ نے کہا...... خلیل ان امتحانوں کے صلہ میں ہم تمہیں امامت کا تاج دیں گے......اگلے جمعہ انشاء اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ......میں کھول کر تفصیل سے بیان کروں گا......ایک بات یاد کریں......آج ذوالحجہ کی پہلی تاریخ ہے......دسویں ذوالحج تک...... ہر دن کی عبادت۔

حدیث میں آتا ہے...... ایک سال کی عبادت کے برابر اجر ملتا ہے...... ان ایام کی عبادت میں ......سب سے زیادہ اللہ کے ہاں قربانی کی عبادت مقبول ہے...... پوچھا گیا:

مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِی ؟

محبوب یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا:

سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْم

محبوب ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا:

بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ [1]

دادا کی یاد کو زندہ کرو گے...... ہر بال کے بدلے خدا تمہیں نیکی عطا کرے گا

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ

قرآن نے کہا...... پیغمبر قربانی کیجئے......واجب ہے...... ہر مالدار پر اور جس کے پاس مال نہیں...... اللہ نے اتنی ہستی دی ہے...... کہ محنت کر کے دے دیتا ہے...... جب ایام قربانی میں جانور آ جائے......اس نیت سے لے لے......اس کو قربان کرنا بھی......اس کے لئے ضروری ہے......باقی مسائل آئندہ جمعہ کو بیان کروں گا...... اللہ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

✿✿✿......✿✿✿✿

---

1 مشکوٰۃ ص 129/ ابن ماجہ ص 226

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ قربانی

یہاں صحرا ہی صحرا تھا چٹانیں ہی چٹانیں تھیں
جنابِ ہاجرہ اور ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسہ تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی تو جاں آنے لگی لب پر
کبھی اس سمت پر جاتیں کبھی اس سمت جاتی تھیں
خیال آتا تھا بچے کا تو فوراً لوٹ آتی تھیں
بہت ڈھونڈا نہ کچھ آثار پانی کے نظر آئے
جدھر اُٹھتی نظر جھلسے ہوئے ٹیلے نظر آئے
سنی آواز ننھے کے بلکنے اور رونے کی
تڑپ اٹھیں کہ ساعت آگئی ہے جان کھونے کی
پلٹ آئیں تو دیکھا دور سے ننھا تڑپتا ہے کہ جس پتھر کے
سائے میں لٹایا تھا وہ تپتا ہے
رگڑتے ایڑیاں دیکھا زمیں پر اپنے بچے کو
پکارا ہاجرہ نے کانپ کر اللہ سچے کو
قریب آئیں تو پَر کھولے ہوئے جبریلؑ کو پایا
جہاں ایڑیاں بچے نے رگڑی تھیں بہ ناچاری
ہوا تھا چشمہ آبِ سرد و شیریں کا وہاں جاری

واقعہ قربانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ قَالَ یَا بُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ o فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ o وَقَالَ اصحاب النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ[1]

صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین o

◐◐◐◐......◐◐◐◐

1؎ مشکوٰۃ ص129 ج1/ ابن ماجہ ص226/ مسند احمد ص280، ج39/ المعجم الکبیر ص197، ج5/ المستدرک علی الصحیحین ص422، ج2/ السنن الکبریٰ للبیہقی ص261، ج9/ جامع الاحادیث ص26، ج11/ شعب الایمان للبیہقی ص483، ج5/ کنز العمال ص175، ج5/ مسند البزار ص500، ج1/ مسند الشامیین ص41، ج1/ مسند الحارث ص852، ج2/ مسند عبد بن حمید ص112، ج1/ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ص270، ج11/

تمہیدی کلمات:

قابل صد اعزاز وتکریم!

واجب الاحترام!

بزرگو دوستو اور بھائیو!

آج ذوالحج کی آٹھ تاریخ ہے......اسلامی تاریخ میں ذوالحج کی دس تاریخ ایک ایسی تاریخی حیثیت کا دن ہے......کہ جس دن پوری ملت اسلامیہ جدّ الانبیاء والمرسلین امام الموحدین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام......اوران کے فرزند جلیل حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی یاد کو تازہ کرتی ہے......اور پھر اسی بابرکت مہینہ میں......اس دس تاریخ سے......ایک دن قبل یعنی اس ذوالحج کی نو تاریخ کو پوری ملت اسلامیہ سے لوگوں کو چن چن کر اللہ اپنے گھر کے قرب میں میدان عرفات میں جمع فرماتے ہیں......اس جگہ کا قیام حج کا ایک بہت بڑا رکن ہے......اور وہاں پوری ملت اسلامیہ صبح سے لے کر......شام تک بغیر کسی ذاتی غرض......اور ضرورت کے صرف اور صرف ایک اللہ کی تعریف......اور توصیف کے لئے......اس کی مدح ثنائی کرنے کے لئے......اس کو راضی کرنے کے لئے......اس کی بارگاہ میں......عقیدت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے......اور اس کے سامنے رونے گڑگڑانے......اور دعائیں مانگنے کے لئے......وہ ایک بہت بڑا میدان جس کو میدان عرفات کہا جاتا ہے......جو بالکل بے آب و گیاہ جگہ ہے......کھلا میدان ہے......پہاڑ ہی پہاڑ آپ کو ہر طرف نظر آئیں گے......وہاں یہ پوری ملت اسلامیہ جمع ہوتی ہے......اور سارا دن یہیں گزارتے ہیں......اور پھر اسی میدان کے دامن میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے......جس کو جبلِ رحمت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے......وہاں پر دعا بھی قبول ہوتی ہے......اور آدم علیہ السلام کی مغفرت کا اعلان بھی اسی جگہ پر ہوا۔

ذی الحج بڑا تاریخی مہینہ ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا عظیم ترین......اور تفصیلی خطبہ جو

قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے......ایک بہترین مشعل راہ......اور نمونہ ہدایت ہے......اللہ کے پیغمبر نے اس میدان میں ارشاد فرمایا تھا......تو اس لحاظ سے یہ مہینہ بڑا تاریخی مہینہ ہے......حج کا مہینہ......قربانی کا مہینہ......اللہ کی یاد کا مہینہ......اللہ کے ذکر کا مہینہ......اور اللہ کے نیک بندوں کی نیک اداؤں اور یادوں کو دہرانے کا مہینہ ......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات کا مہینہ......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی جب تعمیر کی......تو ذوالحج کا مہینہ تھا......کعبۃ اللہ کی تعمیر کی تکمیل فرمائی......تو ذوالحج کا مہینہ تھا......حضور اکرم ﷺ کی آمد کی دُعا مانگی......کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا

علماء نے لکھا ہے......وہ بھی ذوالحج کا مہینہ تھا......اللہ نے ننھے اسماعیل علیہ السلام کی جب قربانی مانگی......تو ذوالحج کا مہینہ تھا......منیٰ کے میدان میں......جب اسماعیل علیہ السلام نے قربانی کا منظر پیش کیا......تو اس وقت بھی ذوالحج کا مہینہ تھا......اور پھر اس سے بڑھ کر......یہ پوری ملت اسلامیہ جب حج کے لئے جاتی ہے......تو ذوالحج کا مہینہ ہوتا ہے......اور پھر اسی مہینہ میں......اللہ نے قربانی کا حکم دیا......قیامت تک! ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی اس یاد کو زندہ رکھنے کا حکم دیا......تو اسی ذوالحج کے مہینہ میں دیا ہے......گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ اس ذوالحج کے مہینہ کو بہت بڑی مناسبتیں حاصل ہیں......یہ ذوالحج کا مہینہ ہے......جو تکمیل دین کا مہینہ ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا

اسی مہینہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی......اسی مہینہ میں حضور اکرم ﷺ پر دین مکمل ہوا......اور قرآن کا نزول کامل ہوا......تو اس مہینہ میں جیسے یہ سال کا آخری مہینہ ہے......ایسے ہی یہ تکمیل دین کا مہینہ ہے......جیسے یہ سال کا آخری مہینہ ہے......ایسے ہی ارکان اسلام میں سے آخری رُکن حج ہے......اس کا مہینہ ہے......ایسے ہی قربانی کا مہینہ

ہے...... تو اس مہینہ کی یہ بہت ساری خصوصیات ہیں...... جو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے ...... ان میں سے بہت ساری چیزوں کا تذکرہ...... میں نے گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات کے ضمن میں کر دیا تھا

قربانی کا انکار کرنے والا کافر ہے

آج کے خطبہ میں جس بات کو میں ضروری سمجھتا ہوں...... وہ تاریخی یادگار ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا وہ منظر...... اور وہ واقعہ اس کا تھوڑا سا پس منظر...... اور اس سلسلہ میں...... قربانی کے کچھ احکامات اور ضروری باتیں ہیں...... ان کو عرض کرنا چاہتا ہوں...... یہ قربانی کا حکم، اللہ کا حکم نص قطعی سے ہے...... جو مسئلہ قرآن کریم سے ثابت ہو...... اس کو نص قطعی کہا جاتا ہے...... یعنی یہ ایک ایسا حکم ہے...... جو کسی صورت چھوڑا نہیں جا سکتا...... قرآن مجید میں...... جس مسئلہ کا ثبوت ہو...... اس کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے...... اور اس کو چھوڑ دینے والا...... فاسق و فاجر ہوتا ہے ...... اسلئے علماء نے لکھا ہے...... کہ قربانی کا حکم قرآن مجید میں ہے...... اس لئے قربانی کا انکار کرنے والا کافر ہے...... اور بلا وجہ اس کو ترک کر دینے والا...... فاسق و فاجر ہے۔

قرآن مجید کے مختلف مقامات پر قربانی کا حکم موجود ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر نہیں...... مختلف مقامات پر...... قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

اس سورت میں اللہ نے پیغمبر ﷺ کے فرائض منصبی بیان فرمائے ہیں...... وہ یہ کہ محبوب ﷺ ہم نے آپ کو کوثر عطاء کی...... یہ کمال تو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے...... آپ کی ذمہ داری یہ ہے...... کہ:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر

آپ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے نماز بھی پڑھئے! اور قربانی بھی کیجئے۔

اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَر

آپ اپنے دشمنوں کے متعلق نہ سوچئے!...... جو آپ کے مخالف ہیں...... ہم ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے...... اس طرف اشارہ ہے...... کہ میرے محبوب آپ اپنی اُمت کو بتا دیجئے! ...... کہ تم اللہ کے دو حکم مانتے رہو...... نماز اور قربانی کا اہتمام کرتے رہو...... تمہارے دشمنوں سے ...... تمہاری حفاظت اللہ کے ذمہ ہے...... اگر کوئی شخص تمہاری طرف بڑھے گا ...... تو خدا خود اس سے انتقام لے لے گا ...... ایک اور مقام پر ...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا...... اے پیغمبر ﷺ اپنی زبان سے اعلان کیجئے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○

اے پیغمبر آپ اعلان کر دیجئے کہ:

اِنَّ صَلٰوتِیْ

میری نماز

وَنُسُکِیْ

میری قربانی

وَمَحْیَایَ

میری زندگی وَمَمَاتِیْ...... میری دنیا سے رُخصتی...... یہ چاروں کے چاروں کام میں...... نماز پڑھوں...... تو تب بھی اللہ کے لئے ہے...... قربانی کروں...... تو تب بھی اللہ کے لئے ہے...... میری زندگی ہے...... تو اللہ کے لئے ہے...... اور اگر میں موت بھی قبول کروں گا...... دنیا سے جاؤں گا...... تو اس وقت بھی اللہ کی رضا کے لئے...... یعنی کسی انداز سے اللہ مجھے دنیا سے اٹھا لے...... میں اللہ کے حکم پر راضی رہوں گا۔

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صرف ایک اللہ کے لئے ہے...... جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ

اس کا کوئی شریک نہیں...... اور میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والے لوگوں میں سے ہوں...... اللہ کو تسلیم کرنے والے لوگوں میں سے ہوں...... اللہ کی نماز کی پابندی کرنے والوں میں سے ...... اور قربانی کی پابندی کرنے والوں میں سے ہوں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کی قربانیوں کا ذکر ہے

اس کے علاوہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر انبیاء کی قربانیوں کا تذکرہ کیا ہے...... خود حضرت آدمؑ کے دو بچوں کا...... ہابیل اور قابیل کا...... وہ بڑا مشہور واقعہ ہے ...... دونوں بھائیوں کے درمیان لڑائی ہوئی...... اور وہ دونوں یہ چاہتے تھے...... ایک بہن پر جھگڑا ہو گیا...... وہ کہتا تھا...... میں اس سے نکاح کروں گا...... وہ کہتا تھا...... میں اس سے نکاح کروں گا...... چونکہ ابتدائے انسانیت میں...... انسانیت کے بڑھنے کا ذریعہ ہی یہ تھا...... کہ آدم اور حوا کی اولاد نے آگے بڑھنا تھا...... اس لئے بہن بھائیوں کا نکاح ہوتا تھا...... لیکن یوں کبھی نہیں ہوتا تھا...... آدم علیہ السلام کو اللہ نے جتنی اولاد دی تھی...... جڑویں تھی ...... ایک بھائی اور ایک بہن ایک ہی حمل کے ساتھ آتے تھے...... لیکن اس میں یہ ترتیب رکھی گئی ...... کہ ایک حمل کا بھائی ...... دوسرے حمل کی بہن ...... اس کا بھائی یہ بہن ان کا آپس میں رشتہ کر دیا جاتا...... مگر یہاں ایک بھائی نے اس میں گڑبڑ کرنا شروع کر دی...... شدت کی کہ میں اپنی سگی بہن کے ساتھ نکاح کروں گا...... جو ایک ہی حمل سے میرے ساتھ آئی ہے...... اس پر حضرت آدمؑ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا...... ان کو کہو یہ قربانی کریں...... اور قربانی کا طریقہ یہ ہے...... کہ جانور کو ذبح کر کے پہاڑ پر رکھ دیں...... جس کی قربانی کو آگ آ کر کھا جائے ...... وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگا...... جس کی قربانی نہیں کھائی جائے گی...... وہ اللہ کے ہاں مردود ہوگا...... اور یہ قربانی کا سلسلہ...... ابراہیمؑ تک

انبیاءِ سابقین میں یہی چلتا آتا تھا...... کہ وہ لوگ قربانی کرتے ...... بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ تک ...... ابراہیمؑ کے بعد بھی ...... جتنے لوگ قربانی کرتے ...... جب بھی ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا...... اللہ کا نبی انہیں یہ کہتا...... کہ تم اپنے حق کو پہچاننا چاہتے ہو...... کہ حق پر کون ہے...... سچ پر کون ہے...... تم لوگ قربانی کرو...... دونوں حضرات چلے جائیں ...... قربانی کرکے جانور پہاڑ پر رکھ دیں...... آگ آسمان کی طرف سے آئے گی...... جس کو کھا جائے گی ...... اس کی قربانی مقبول ہوگی ...... جسے چھوڑ جائے گی...... اس کی قربانی مردود ہوگی۔

اُمت محمدیہ کی خصوصیت میں سے ہے کہ یہاں صرف قربانی میں اخلاص مقصود ہے

یہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب کی اُمت کا حصہ ہے...... کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس بات کا حکم دیا...... کہ پیارے آپ ان لوگوں کو کہئے ...... یہ قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد پہاڑوں پر نہ رکھیں...... آگ کا انتظار نہ کریں ...... یہ اسے خود کھا جائیں...... اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیں...... فقراء اور غرباء میں تقسیم کر دیں...... حکمت یہ تھی...... کہ پہلے لوگوں کی نیکی اور بدی اُمت کے سامنے واضح ہو جایا کرتی تھی...... جس کی قربانی کو آگ کھا جاتی...... وہ مقبول ہوتی ...... جسے آگ چھوڑ جاتی ...... وہ مردود ہوتی...... اب پیغمبر ﷺ کی اُمت میں بھی...... اگر یہی سلسلہ رہ جاتا...... کہ کسی کی قربانی کو آگ کھا جائے...... کسی کو چھوڑ جائے...... ہم لوگ ویسے بھی بڑے طعنے دینے والے ہوتے ہیں...... ایک دوسرے پر تنقید کرتے ...... میری قربانی منظور ہوئی ہے ...... اس کی مردود ہوگئی ہے...... اللہ نے اپنے محبوب کی اُمت کے عیبوں پر پردہ ڈالنے کے لئے ...... قانون بنایا...... محبوب اب میں آپ کی اُمت کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا ...... آپ کو شرمسار کرنا نہیں چاہتا...... ان لوگوں کو کہہ دیجئے! ...... یہ قربانی کرتے جائیں ...... خود کھا جائیں...... عزیزوں کو کھلا دیں...... غرباء فقراء میں تقسیم کر دیں...... یہ یہاں پر قربانی صرف اللہ کی رضا کے لئے...... اخلاص نیت کے ساتھ کریں...... انہیں آگ میں

جلانے کی ضرورت نہیں...... پہاڑوں پر رکھنے کی ضرورت نہیں...... پیٹ اپنا بھرلیں گے ......قبول میں کرلیا کروں گا...... یہ صرف اس اُمت کی خصوصیت ہے...... خصوصیات اُمت محمدیہ پر علماء نے بڑی بڑی کتابیں لکھیں...... کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی اُمت کو کون کون سی خصوصیات عطا کیں...... پہلی اُمتیں گناہ کرتیں...... صبح پیشانی پر لکھا ہوا ہوتا تھا...... ان کے ہاں اگر پانی ختم ہو جاتا...... تلاش کرنا پڑتا تھا...... تیمم ان لوگوں سے قبول نہیں ہوتا تھا...... سخت سردی کا موسم ہو...... بیمار ہو...... موت کو قبول کرلے...... لیکن پانی سے وضو کیے بغیر اس کی عبادت قبول نہیں ہوگی...... اور اگر کپڑے کا کوئی حصہ غلاظت اور گندگی میں بھر گیا ہے...... جب تک اسے کاٹا نہ جاتا...... وہ پاک نہیں ہوتا تھا...... یہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی اُمت پر احسان کیا...... رات بھر میں اگر کسی سے گناہ ہو گیا ہے...... صبح کو اٹھ کر تہجد کے دو نفل پڑھ کر...... اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے...... تو اللہ اس کے اس عیب پر پردہ ڈال دیتے ہیں...... اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔

اللہ اپنے نبی ﷺ کی اُمت کے عیبوں کو ظاہر نہیں کرتے

ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے...... کہ اس اُمت کی قربانی قیامت تک جاری رہے...... اور اللہ نے اس بات پر پردہ ڈال دیا کہ کس کی قبول ہے کس کی نہیں...... حدیث پاک میں آتا ہے...... کہ ایام حج میں جب حاجی جا کر شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں...... تو یہ بھی رسول اللہ کی اُمت میں زندہ معجزہ پیغمبر کا قیامت تک رہے گا[1]...... وہاں سے کنکریاں اٹھا کر...... کوئی آدمی کہیں نہیں لے جاتا...... ہزار ہا حاجی جاتے ہیں...... لاکھوں کا اجتماع ہوتا ہے...... ساری دنیا ایک ہی جگہ یہ کنکریاں مارتی ہے...... اور اتنا ڈھیر لگ جاتا ہے...... جس کی حد نہیں...... وہاں سے کبھی کسی نے نہیں دیکھا...... کہ کوئی گاڑی والا آیا ہو...... گورنمنٹ نے کسی کے ذمہ لگایا ہو...... کوئی ٹرک والا آیا ہو...... اور وہ کنکریاں اٹھا کر کہیں لے گئے ہوں...... حدیث پاک میں آتا ہے...... جن

1. عن جابر رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمی الجمرۃ بمثل حصی الخذف صحیح مسلم ص420 ج1/ مشکوٰۃ ص230 ج1

لوگوں کا حج قبول ہوتا ہے...... فرشتے آ کر ان کی کنکریاں اٹھا کر...... آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں۔[1]

کنکریاں اس لئے جتنی وہاں ڈالی جائیں...... چند ایک گنی چنی تھوڑی سی وہاں پڑی ہوتی ہیں...... شاید کوئی ایسا بدنصیب جن کا حج قبول نہ ہوا ہو...... ان کی کنکریاں وہاں پڑی رہیں...... تو پڑی رہیں...... ورنہ اللہ سب کی اٹھوالیا کرتے ہیں...... اور اس میں بھی ایک راز ہے...... کہ پیغمبر ﷺ کی اُمت کے عیبوں پر پردہ ڈالا گیا ہے...... نہیں وضاحت کی گئی...... کہ کس کی کنکری پڑی ہوئی ہے...... کس کی اٹھالی گئی ہے...... اللہ اپنے نبی ﷺ کی اُمت کے عیبوں کو ظاہر نہیں کرتے...... ان پر اتنا پردہ ڈالتے ہیں...... کہ ہم اُمتی خود نالائق ہیں...... کہ اپنے گناہ خود ظاہر کر دیتے ہیں۔

جب آدمی جان و مال کی قربانی دیتا ہے تو اللہ اسے اپنا قرب عطاء کرتے ہیں

تو میں عرض کر رہا تھا...... قربانی آدم علیہ السلام کے وقت سے ہے...... اس کا ایک انداز ابراہیم علیہ السلام نے اپنایا اور اللہ کے دربار میں قربانی کو پیش کیا تھا...... عیسائی بھی کہتے ہیں...... کہ اللہ نے بھی قربانی دی...... عیسائیوں کا عقیدہ ہے...... کہ جیسے ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو قربان کیا تھا...... ذبح کیا تھا...... تو اللہ نے اپنے بیٹے عیسیٰ کو پھانسی پر لٹکا کے قربان کر دیا...... عیسیٰ کی قربانی دی ہے۔ (العیاذ باللہ) یہ غلط عقیدہ ہے...... اس لئے کہ قربانی کا معنیٰ ہے...... کسی کے قریب ہونا...... کسی کا قرب حاصل کرنا...... کہ کسی کے دل میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لئے آدمی جان کی قربانی دے دیتا ہے...... کیوں پیش کر رہا ہے...... کہ میں اس کے قریب ہو جاؤں...... مال خرچ کر دیتا ہے...... کیوں تا کہ اس کے دل میں میری اہمیت بیٹھ جائے...... میں اس کے قریب ہو جاؤں...... اپنا وطن کسی کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے...... صرف اس لئے کہ اس کے دل میں میری اہمیت بیٹھ جائے ...... اس کے قریب ہو جاؤں...... تو قربانی کا لفظ ہی قرب سے ہے...... کہ جب آدمی جان

1

مال اور اپنی محبوب چیز سپرد کر بیٹھتا ہے...... اللہ کے...... تو اللہ اس سے راضی ہو کر اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے...... ایک سوال ہے...... غور سے سنئے!...... کہ ابراہیمؑ نے قربانی دی...... اسماعیل کی...... اس لئے کہ میں اللہ کے قریب ہو جاؤں...... تو یہ قربانی تو سمجھ میں آئی...... کہ ابراہیمؑ نے اسماعیل کو ذبح...... اپنے مالک کا قرب حاصل کرنے کے لئے کیا ہے...... سمجھیں مخلوق کو تو ضرورت ہے...... خالق کا قرب حاصل کرنے کی...... اس لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قربانیاں کی ہیں...... ایک ایک سو اونٹ حضور اکرم ﷺ نے قربان کیا ہے...... اللہ کے پیغمبر ﷺ نے قربانی دی ہے...... اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اولیاء قربانی کرتے ہیں...... اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ابراہیمؑ نے بچہ کو قربان کیا ہے...... اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے...... کہ قربانی ہے ہی...... اس لئے کہ قرب حاصل ہو جائے...... یہ سب قربانی کریں...... اللہ کے قریب ہونے کے لئے...... بھائی عیسائی اگر اپنے اس مؤقف میں سچے ہیں...... کہ اللہ نے بھی اپنے بیٹے کی قربانی دی...... جیسے ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کی قربانی دی ہے...... یا بقول ان لوگوں کے جیسے پیغمبر نے اپنے چچا کی قربانی اُحد کے میدان میں دی تھی...... ایسے اللہ نے اپنے بیٹے عیسیٰ کی قربانی دے کے اُسے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا ہے...... ہم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے قربانی دی تھی...... اللہ کو راضی کرنے کے لئے...... ابراہیمؑ نے قربانی دی تھی...... اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے...... تو بتاؤ! اللہ نے جو قربانی دی...... وہ کس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے؟...... کیا اللہ کو کسی کے قرب کی ضرورت ہے؟ (نہیں) اس لئے یہ بات ہی غلط ہے۔

کہ عیسیٰؑ کو خدا نے قربان کیا ہے...... عیسیٰؑ کی حیات کا مسئلہ اُمت کا متفقہ عقیدہ ہے...... اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے...... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے...... کتاب اللہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے۔[1]

علماء کرام نے کہا ہے کہ اس پر کسی قسم کی بحث نہیں ہو سکتی...... تو حضرت ابراہیمؑ

1۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دیکھئے۔ قادیانی شبہات اور حیات عیسیٰؑ (مؤلفہ مولانا اللہ وسایا صاحب)

کے جہاں مختلف قسم کے امتحانات تھے......ان امتحانوں میں سے ایک امتحان یہ بھی تھا ......میں تفصیل کو چھوڑ کر صرف اس امتحان کا تذکرہ کر کے چند ایک ضروری مسائل بتا کر بات ختم کروں گا۔

اسّی سال کی عمر میں اللہ نے حلیم بیٹے کی خوشخبری دی

ان امتحانات میں سے ایک امتحان یہ بھی تھا......کہ حضرت سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا یہ ابراہیمؑ کی دوسری بیوی ہیں......پہلی سیدہ سارہ تھیں......جو ابراہیمؑ کی چچازاد یا قریبی رشتہ دار خاتون تھیں......یہ بی بی ہاجرہ یہ رشتہ دار نہیں تھیں......حضرت سارہ کو لونڈی کے طور پر ملیں تھیں......انہوں نے ابراہیمؑ کی مِلک میں دے کر اس کو آزاد کر دیا تھا......حضرت خلیلؑ نے اس کے ساتھ عقد کیا تھا......اسی سے اللہ نے اسماعیلؑ عطا کئے......جب یہ ننھا بچہ پیدا ہوا......اور باپ کے دل میں بیٹے کی محبت ایک فطری امر ہے......جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا......اور پھر اس وقت بچہ ملے......جب بالکل بڑھاپا ہو......ضعیف العمری ہو......اور وہ بھی ایسی کیفیت کہ بیوی بھی کہے میں تو اس وقت بالکل عاجز ہو چکی ہوں......بچہ جننے کے قابل نہیں ہوں......ابراہیمؑ کی اپنی عمر اسی سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی......اللہ نے اس وقت اس بچہ کی خوشخبری دی......قرآن کہتا ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ

ہم نے ایک ایسے بچہ کی خوشخبری دی...... جو حلیم حوصلہ والا تھا...... بردبار تھا ......حلم والا تھا......اشارہ اس طرف تھا......قرآنِ مجید کی آیت کے یہ جملے بتا رہے ہیں ......کہ اسماعیل علیہ السلام نے قربانی دینی تھی......اس کو غلام حلیم کہا......کہ یہ بچہ بچپن ہی سے بردبار ہو گا......کہ اس ننھی سی جان کی گردن پر تم چھری بھی پھیرو گے......تب بھی یہ بچہ اتنا حوصلہ دکھائے گا......کہ اُف تک نہیں کرے گا......اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا......کہ خلیل ہم تجھے ایک حوصلہ والا بچہ عطا کرنا چاہتے ہیں......وہ بچہ آیا......اللہ نے امتحان لیا......کہ اس بچہ کو جنگل میں چھوڑ کے آؤ......چھوڑنے چلے گئے......چھوڑ کے واپس آ گئے

...... بیوی بھی اکیلی ...... بچہ بھی اکیلا ...... کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ...... ستو ختم ہو گئے ...... پانی ختم ہو گیا ...... تلاش کرتے کرتے صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے کے بعد زمزم کا کنواں میسر آیا ...... یہ ساری تفصیل میں نے پچھلے جمعہ میں بتائی تھی ...... ابراہیمؑ کو پھر اللہ نے حکم دیا ...... کبھی کبھی چکر لگایا کر ...... لیکن اس انداز سے آتے کہ دن کو آتے ...... اور دن ہی کو واپس چلے جاتے ...... آپ دیکھیں! اللہ اپنے پیاروں کو آزماتے کیسے ہیں ...... چھوٹا بچہ ہے ...... اور جنگل میں چھڑوا دیا ہے ...... بیوی اکیلی ہے ...... اسے جنگل میں تنہا چھڑوا دیا ہے ...... ملنے کے لئے اجازت ملتی ہے ...... اور دن بھر کی کہ جاؤ ...... اور فوراً واپس آ جاؤ ...... وقت بیت گیا ...... پھر اللہ نے حکم دیا ...... خلیل اب یہاں رہنے کی بھی اجازت ہے ......

اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی دوڑ کا ذکر قرآن میں کیا ہے

جب ٹھہرے تو پھر خدا نے ایک حکم اور دے دیا ...... جس حکم کے متعلق تھوڑی سی گفتگو کرنا چاہتا ہوں ...... قرآن مجید میں ہے ...... کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیمؑ کو خواب کے ذریعے حکم دیا ...... اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے ...... کہ نبی کا خواب بھی وحی ہے ...... پیغمبر جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے ...... وہ حقیقت دیکھا کرتا ہے ...... حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا ...... وہ وحی تھا ...... ابراہیمؑ نے خواب دیکھا ...... کہ میں بچے کو ذبح کر رہا ہوں ...... وحی تھا ...... اس لئے قرآن کہتا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

جب وہ بچہ دوڑنے کی عمر کو پہنچا ...... سعی بھاگنے کی عمر کو پہنچا ...... آپ دیکھیں! ...... قرآن نے نقشہ جو کھینچا ہے ...... اس پر غور کریں ...... ننھا سا بچہ ہو ...... اکلوتا بیٹا ہو ...... بڑھاپے میں ملے ...... باپ سے دور رہا ہو ...... پھر جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے ...... وہ اتنی چھوٹی سی جان ہے ...... کہ بھاگنے دوڑنے کے قابل ہوا ...... اب یہ چھوٹا بچہ باپ کے آگے عام طور پر دوڑنے کا عادی ہوتا ہے ...... باپ کہیں لے کر جائے

......بچہ ساتھ دوڑتا ہے......والدین بچے کی دوڑ کود یکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں......فرحت محسوس کرتے ہیں......تسکین محسوس کرتے ہیں...... بلکہ کہا کرتے ہیں......دیکھو! میرا ننھا کیسے بھاگ رہا ہے......اللہ نے اس بھاگنے کے انداز کو نقل کر کے کہا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ

جب بچہ بھاگنے کی عمر کو پہنچا......دوڑنے کی عمر کو پہنچا۔

اللہ کی طرف سے حکم آیا کہ خلیل بیٹے کو میری راہ میں قربان کرو

اس بھاگ دوڑ کی عمر جس میں والدین دیکھ کر تسکین حاصل کرتے ہیں ......بوڑھا باپ خوش ہو رہا ہے......میرا بچہ جوان ہونے والا ہے...... اماں خوش ہے ......اللہ نے بڑھاپے میں بچہ عطا کر دیا ہے......اس بڑھاپے کے عالم میں اللہ کی طرف سے امتحان آ گیا ہے......خلیل! بچہ دیا بھی میں نے ہے......اب لینے کا حکم بھی میں کر رہا ہوں......اللہ کی طرف سے حکم آیا......خلیل اس بچہ کو خدا کی راہ میں قربان کر۔

ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا

علماء نے لکھا ہے: کہ ابراہیم علیہ السلام نے مسلسل تین رات خواب دیکھے...... اور ہر رات خواب دیکھنے کے بعد صبح سویرے......بعض نے لکھا ہے! ایک سو اونٹ یا اس سے کم و بیش مقدار میں اللہ کے راستے میں ذبح کر دیتے......دوسرے دن خواب دیکھا ......پھر یہی کیا......تیسرے دن خواب دیکھا......مسئلہ سمجھ میں آیا...... بلکہ بعض روایات میں آتا ہے......کہ خواب میں کسی نے کہا......کہ اللہ وہ چیز تجھ سے مانگتے ہیں......جو تجھے سب سے زیادہ پیاری ہو......اُسے خدا کے راستے میں قربان کر......صبح اٹھے مسئلہ ایک ہی سمجھ آیا......کہ مجھے سب سے زیادہ پیار اللہ کی مخلوق میں اگر اس وقت کسی سے ہے......تو اس ننھے بچے سے ہے......جو بڑھاپے کے عالم میں ضعیف العمری کے عالم میں......پھر اتنی دوری کے عالم میں......اللہ نے مجھے عطا کیا ہے......اور پھر اس بچے سے میں اتنا دور

رہا ہوں...... اس کی محبت میرے سینے میں پیوست ہو چکی ہے...... اور خواب میں دکھایا گیا...... کہ ننھے اسماعیل کو لٹایا ہوا ہے...... اور اس کی گردن پر چھری رکھی ہوئی ہے...... صبح اٹھنے کے بعد خلیل سمجھ گئے...... کہ رب کی منشاء یہ ہے...... اللہ چاہتے یہ ہیں...... ابراہیمؑ اونٹوں کی قربانی اپنی جگہ پر۔

- تو جان بھی قربان کر چکا ہے
- مال بھی قربان کر چکا ہے

بیوی کو بھی جنگل میں چھوڑ چکا ہے...... اس سے بڑی بڑی قربانیاں دے چکا ہے...... اب صرف ایک امتحان لینا چاہتا ہوں...... کہ تیرے دل میں اس ننھے بچے کی محبت زیادہ ہے...... یا خدا کی محبت زیادہ ہے...... یہ امتحان لینا ہے...... اس بچے کو پیش کر ...... خواب دیکھا...... صبح ہوئی...... ابراہیمؑ نے سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا سے کہا ہاجرہ! میرے اس ننھے بچے کو تیاری کرا...... میں اس کو ذرا اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں ...... حضرت ہاجرہ نے تیار کیا...... اور لکھا ہے! کہا یوں کہ میں اپنے محبوب دوست کی ملاقات کے لئے اس بچے کو لے جاتا ہوں...... کیونکہ اللہ سے بڑا محبوب خلیل کا اور کوئی نہیں...... اور یار و خلیل کہتے اسے ہیں...... جس سے سب کچھ لے لیا جائے...... اللہ نے خلیل سے جان لی...... مال لیا...... وطن لیا...... دل لیا...... آخری بات تھی...... کہ بیٹا بھی لیا ہے...... خلیل پیش کر...... بچے کو تیار کیا ہے...... ننھے بچے کو تیار کرا کے باپ نے بیٹے کی انگلی پکڑی...... حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سہاروی نے قصص القرآن میں لکھا ہے...... کہ ساتھ چھری لی...... ایک رسی بھی جن لوگوں نے مکہ دیکھا ہے...... حرمین شریفین کی زیارت کی ہے...... وہ سمجھتے ہیں...... کہ کعبۃ اللہ سے منیٰ کافی فاصلے پر ہے...... لوگ پیدل بھی آتے جاتے ہیں...... سواریوں پر بھی جاتے ہیں...... کعبہ سے ہٹ کر منیٰ کی طرف تشریف لے جاتے ہیں...... منیٰ کے میدان میں جا کر اس ننھے اسماعیل کو کھڑا کر دیتے ہیں ...... پہلے کوئی بات باپ نے بیٹے کے سامنے نہیں کی...... کہ میں تجھ سے کیا کہنا چاہتا

ہوں......اب حضرت اسماعیل نے کہا......ابا جان یہاں آنے کا کیا مقصد؟
قرآن کہتا ہے۔باپ نے کوئی بات نہیں کی......وہی خواب پیش کیا کہا:
يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ
بیٹے! میں نے یہ خواب میں دیکھا ہے......کہ میرے ہاتھ میں چھری ہے......تیری گردن پر رکھ کے چلا رہا ہوں......تو بتا تیری کیا رائے ہے؟......تیرا کیا خیال ہے؟......میں اس خواب کو پورا کروں......یا چھوڑ دوں......باپ نے اپنے بیٹے کے سامنے یہ تجویز پیش کر دی دیکھیں! اس میں بھی عجیب عجیب حکمتیں ہیں......نبی کا خواب اللہ کا حکم ہے......وحی ہے......لیکن بیٹے سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب آپ ہیں ہی اللہ کے رسول......اور خدا کہتا ہے......بیٹے کو ذبح کر پکڑو اور ذبح کر دو......پوچھنے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے......بیٹے کی رائے لینے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے......اصل میں اس بات کو اللہ قرآن میں پہلے کہہ چکا ہے۔
فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ
حوصلہ والا بیٹا آپ کو دے رہے ہیں......خلیل بھی آزمانا چاہتے تھے......کہ میرے بیٹے کا حوصلہ کتنا ہے......ذبح تو میں نے کرنا ہی ہے......نہیں پوچھنا ذبح کروں یا نہ کروں......لیکن بیٹے سے پوچھ اس لئے رہا ہوں......کہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں......اسماعیل قربان ہونے کے لئے تیار ہو جائے......یہ بھی اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے......اپنی رضا کا اظہار کرے......میں بھی رضا کا اظہار کروں......جیسے اللہ مجھے قربان کرنے پر اجر عطا فرمائیں گے......ایسے اس بچے کی......قربان ہونے پر رضا شامل ہوگی......تو اس کو بھی اللہ اجر عطا فرمائیں گے......چاہتے یہ تھے......کہ بچے کو نیکی پر خود آمادہ کروں......دیکھیں! اس سے قرآن نے ایک اور مسئلہ بھی ہمیں سمجھایا ہے......بزرگ لوگ یہ بات سمجھیں!......کہ اپنے ننھے بچوں کو دین کی ترغیب کے لئے صرف حاکمانہ طرز ہی اختیار کرنا نہیں چاہئے کہ پکڑا اور مار پٹائی شروع کر دی......اس سے وہ

انداز اختیار کرو...... جو خلیل علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اختیار کیا ہے...... کام اپنا کرنا ہی ہے...... ذرا اس سے مشورے کا انداز ہے...... محبت کا لہجہ ہے...... اس کے سامنے اپنی گفتگو پیارے انداز میں پیش کی جارہی ہے...... بیٹے کیا خیال ہے...... ایسے کرنا چاہئے یا نہیں...... تاکہ بیٹے کی اتنی فرمانبردار طبیعت بن جائے...... کہ جو ابا کا جی چاہے کرے...... میری مرضی کی کوئی حیثیت نہیں...... لیکن باپ کی کمال شفقت ہے...... وہ مجھ سے پوچھ تو رہے ہیں...... اب باپ بھی تیار ہے...... اور بیٹا بھی تیار ہو چکا ہے۔ عجیب عجیب باتیں اس بارے میں نقل کی گئی ہیں...... اور یہ سارے مؤرخین نقل کرتے آرہے ہیں۔

باپ کا احترام اسماعیل علیہ السلام سے سیکھو

اور مفسرین و محققین نے لکھا ہے...... کہ حضرت اسماعیلؑ نے اپنا کرتہ اتار کر حضرت ابراہیمؑ کے حوالہ کر کے کہا...... اباجان یہ میرا کرتہ میری والدہ کے حوالہ کر دینا...... کم از کم میری ماں میرے کرتہ کو دیکھ کر اپنے سینہ کو ٹھنڈا کر لیا کرے گی...... اور پھر اس کے بعد کہا...... اباجان میرے ہاتھ اور پاؤں دونوں باندھ دیجئے! ...... اس لئے کہ جب آپ مجھے ذبح کریں گے...... قربان کریں گے...... کہیں میرے ہاتھ پاؤں مارنے کی وجہ سے آپ کی عظمت میں فرق نہ آئے...... میں آپ کی توہین نہ کر بیٹھوں...... میں قربان ہوتے ہوئے بھی باپ کا احترام برقرار رکھنا چاہتا ہوں...... اور پھر یوں بھی کہا...... اباجان آپ میری آنکھوں پر پٹی بھی باندھ دیجئے...... اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے...... کم از کم اتنا ہو...... کہ آپ جب میرے بہتے ہوئے خون کو دیکھیں...... شفقت پدری کہیں غالب نہ آجائے...... اور اس میں آپ کا ہاتھ ہل گیا...... قربانی نہ رائیگاں ہو جائے...... سارا فلسفہ پورا کیا گیا...... کرتہ اتار کے ایک طرف رکھ دیا گیا...... ننھے اسماعیل کے ہاتھ باندھے گئے...... پاؤں باندھے گئے...... قرآن کہتا:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

باپ بیٹے جب دونوں قربان کرنے پر رضا مند ہو گئے ......قرآن کہتا ہے ......اوندھے منہ لٹایا گیا کہ منہ زمین کی طرف کر دیا گیا......منہ زمین کی طرف ہے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل کی آنکھیں چار ہو جائیں ......کیا انداز ہے...... قربانی پیش کرنے کا......اوندھے منہ لٹا کر ابراہیم نے چھری کو پتھر پہ اتنا تیز کیا......اس کی دھار اتنی تیز کرلی ......کہیں کاٹنے میں......چھری دیر نہ کر دے ......کہیں رُک نہ جائے ......کہیں قربانی میں تاخیر نہ ہو جائے...... ہاتھ اور پاؤں باندھے بیٹے کو الٹا کر دیا......اوندھے منہ لٹا کر جب چھری چلائی......تو حضرت اسماعیلؑ نے فوراً ایک جملہ کہا......ابا جان ذرا رُک جائیں......ابراہیمؑ پریشان ہو گئے......کہیں بیٹا گھبرا تو نہیں گیا کیوں؟ کہا ابا جان یہ میرے ہاتھ بھی چھوڑ دیں......پاؤں بھی چھوڑ دیں......کیوں بیٹے ؟ کہا میں کہہ چکا ہوں۔

سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

جب اللہ مجھے صبر کی توفیق دیں گے......تو نہ میرے ہاتھ ہلیں گے......نہ پاؤں ہلیں گے......میں سوچ رہا ہوں......کہ قربانی تو اللہ کے لئے پیش کر رہا ہوں......جا......اللہ کے دربار میں رہا ہوں......آپ مجھے خدا کے لئے ذبح کر رہے ہیں......اب میں اللہ کے دربار میں جاتے ہوئے......قربان ہوتے ہوئے ......بھی اس انداز سے قربان ہوں......اس انداز سے ذبح ہوں...... کہ میرے ہاتھ بھی باندھے ہوئے ہوں...... میرے پاؤں بھی باندھے ہوئے ہوں......اور میرا رب مجھ سے اگر یوں کہہ دے ......اسماعیل میرے پاس آرہے تھے......بادل نخواستہ آئے تھے......ہاتھ پاؤں بندھا کے آئے تھے......تو میں رب کو کیا جواب دوں گا......اس لئے اللہ کے دربار میں جانا چاہتا ہوں......ہاتھ بھی کھلے رہنے چاہئیں......پاؤں بھی کھلے رہنے چاہئیں......چھوڑ دیجئے! ......میں ہاتھ پاؤں نہیں باندھنا چاہتا......باپ نے چھوڑ دیا......پھر اُلٹا لٹایا......پھر چھری چلائی......تو نہ چلی......کہا ابا جان معلوم ہوتا ہے......شفقت پدری بڑی غالب آگئی

ہے...... کپڑا سر سے اتار کر دیا...... اور کہا ابا جان اس کی پٹیاں بنا کر اپنی آنکھوں پر بھی باندھیۓ...... اور میری آنکھوں پر بھی باندھیۓ...... پٹیاں باندھ دی گئیں...... کہ بیٹا باپ کو نہ دیکھے...... باپ بیٹے کو نہ دیکھے...... چھری کی نوک تیز کر کے کہا...... ابا جان اگر چھری یوں نہیں چلتی...... اس کی نوک رکھ کے زور دیجیۓ!...... تاکہ اس کی نوک میرے حلق میں پیوست ہو جائے...... پھر اس کو چلایۓ خلیل بھرپور طاقت لگاتے ہیں...... لکھا ہے...... ابراہیمؑ جلال اور غصہ میں آئے...... نبی کی طاقت تھی۔

تجھے چلانے کا حکم ہے مجھے نہ چلنے کا حکم ہے

علماء نے لکھا ہے:...... ایک پیغمبر میں چالیس مردوں کی طاقت ہوتی ہے...... اور وہ بھی جنت کے مردوں کی چالیس مردوں کی طاقت ایک طرف...... ایک نبی کی طاقت ایک طرف...... خلیل بھی نبی ہے...... اسماعیل بھی ہونے والا نبی ہے...... وہ بھی اللہ کے علم میں نبی ہے...... یہ بھی اللہ کا پیغمبر ہے...... دونوں نبی ہیں...... اوپر والا نبی ذبح کرنا چاہتا ہے...... نیچے والا نبی ذبح ہونا چاہتا ہے...... یہ چھری چلانا چاہتا ہے...... یہ چھری چلنے کے حق میں ہے...... دونوں چاہتے ہیں...... وہ چاہتا ہے...... قربان ہو جاؤں...... یہ چاہتا ہے...... قربان کر دوں...... لیکن ایک تیسری طاقت جس کو خالقِ کل اور مالک و مختار کہتے ہیں...... اس کی طاقت کے فیصلے کچھ اور تھے...... یہ قربان کرنے کے لئے تیار ہے...... وہ قربان ہونے کے لئے تیار ہے...... چھری چلائی جاتی ہے نہیں چلتی...... لکھا ہے...... ابراہیمؑ جذبات میں آئے...... غصہ میں آ کر کھینچ کے چھری پتھر کی طرف ماری...... پتھر چُور ہو گیا...... آنکھوں سے پٹی ہٹا کے دیکھا...... کہنے لگے...... ظالم چلتی نہیں...... کیا مصیبت ہے...... رُکی ہوئی ہے...... چھری زبانِ حال سے بول پڑی...... اللہ نے چھری کو قوت گویائی دی...... چھری کہتی ہے...... خلیل تو کہتا ہے...... چل جلیل کہتا ہے...... نہ چل تجھے چلانے کا حکم ہے...... مجھے نہ چلنے کا حکم ہے...... ایک تیرا حکم میرے سامنے ہے...... ایک مالک کا حکم میرے سامنے ہے...... اس کا حکم نہ چلنے کا ہے...... تیرا حکم چلنے کا ہے......

......میں تیرا کہا مانوں......یا اس کا کہا مانوں......تو بھی اس کا پابند ہے......میں بھی اس کی پابند ہوں......اس نے تجھے چلانے کو کہا ہے......مجھے نہ چلنے کو کہا ہے......تو چلا کے راضی کر......میں نہ چل کے راضی کروں گی......جس کا تو پابند ہے......میں بھی اسی کی پابند ہوں......تو بھی اس کے حکم کا پابند ہے......میں بھی اسی کے حکم کی پابند ہوں......حیرت میں تھے......خلیل اللہ یہ کیا ہو گیا ہے......توجہ کریں! ایک عجیب بات بتانا چاہتا ہوں......ابراہیم جب اسماعیل کو لے کر چلے تھے......کیا خیال ہے......ظاہراً لے کر گئے تھے......یا دل سے لے کر گئے تھے؟ (دل سے لے کر گئے تھے) خلیل کیا چاہتے تھے......بیٹا بچ جائے......یا ذبح ہو جائے؟ (ذبح ہو جائے) اسماعیل کیا چاہتے تھے......بچ جاؤں......یا ذبح ہو جاؤں؟ (ذبح ہو جاؤں) باپ ذبح کرنے کے لئے تیار ہے......بیٹا ذبح ہونے کے لئے تیار ہے......باپ بھی نبوت کی طاقت لگاتا ہے......بیٹا بھی نبوت کی طاقت پیش کر کے کہتا ہے......چھری چل جائے......لیکن مسلمانو! اختیار خدا کا چلتا ہے......اور کسی کا نہیں......چھری کا چلنا یا نہ چلنا خالق کے اختیار میں ہے......اس میں چلنے کی طاقت بھی اس نے رکھی ہے......اور رُکنے کی طاقت بھی اس نے رکھی ہے......جب حکم اس کا ہوتا ہے......تو پتھر کو چور کر دیتی ہے......اور جب خدا اس سے یہ حکم واپس لے لیتے ہیں......تو وہ اسماعیل کی گردن پر چلنے کا نام نہیں لیتی......اشارہ کر کے بتایا گیا......کہ لوگو! نبیو! ایک تمہاری طاقت ہے......ایک خدا کی قدرت ہے......یہاں پیغمبر کی طاقت کہتی ہے......بچہ ذبح ہو جائے......اس کی قدرت بچانا چاہتی ہے......حضرت سیدنا نوحؑ چاہتے تھے......بیٹا بچ جائے......اللہ نہیں بچنے دیتا......یہاں خلیل چاہتا ہے......بیٹا ذبح ہو جائے......اللہ نہیں ذبح ہونے دیتا......نہ پیغمبر نوح کی بات چلی......نہ خلیل کی چلی......اگر چلی ہے......تو صرف رب جلیل کی چلی ہے......نبی اس کا حکم ماننے کے پابند ہیں......ولی اس کا حکم ماننے کے پابند ہیں......کسی کا حکم نہیں چلتا......جب اللہ کا حکم آ جائے......تو سارے حکم ختم ہو جاتے ہیں......حضرت اسماعیلؑ نے کہا......ابا جان حکم کی

تعمیل کرنی ہے......تو پھر یوں کیجئے......نوک دبایئے......چھری کی......تا کہ حلق میں اتر جائے......آنکھوں پر پٹی باندھئے......یہ سارا منظر پیش کیا......اور لکھا ہے......جس وقت ابراہیمؑ نے دونوں ہاتھوں سے جب یوں زور دیا......چھری حلق میں تو نہ گئی......بلکہ دستے کی طرف اوپر اُٹھ گئی......خلیل یہ سمجھے......کہ شاید چھری نیچے چل گئی ہے......چھری کو نیچے جانے کی اجازت نہ ملی......قوت نہ ملی......اللہ کی طرف سے حکم نہ ہوا......اوپر چلی گئی ......کہ پیغمبر کی طاقت لگ رہی تھی اس سے......نیچے نہیں گئی۔

فرشتو! دیکھو باپ بیٹے کو ذبح کر رہا ہے

اور یہاں پر علماء نے ایک جملہ لکھا ہے......کہ جس وقت اسماعیل چھری کے نیچے تھے......خلیل چھری چلا رہے تھے......اس وقت پوری تاریخ انسانیت......انسان تو وہاں پر کوئی نہیں تھا......اللہ کے فرشتے دیکھ رہے تھے......اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا......فرشتو! آؤ ذرا جس آدمؑ پر تم نے اعتراض کیا تھا......اے اللہ اس انسان کو پیدا کرتا ہے......جو زمین پر خون خرابا کرے گا......فساد کرے گا......آؤ دیکھو! فساد کر رہا ہے......یا مجھے یاد کرنے کے لئے انسان اپنے بیٹے کو بھی ذبح کر رہا ہے......یہ وہ خوبی تھی......جس کی وجہ سے میں نے کہا تھا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ

انسان کو خلافت عطا کر رہا ہوں......یہ دیکھو! خلیل کیسے قربانی پیش کر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اللہ کو بہت پسند آئے

علماء نے لکھا ہے: آسمان کے فرشتوں نے......جبرائیل نے......میکائیل نے ......آسمانی فرشتوں نے......جب اس منظر کو دیکھا......بے ساختہ فرشتے بولے......اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے......اللہ سب سے بڑا ہے......اللہ تاریخ میں یہ پہلا

واقعہ کہ باپ کے ہاتھ میں چھری ہے...... بیٹے کی گردن پر رکھ کر اس کی نوک دبا کر بیٹے کو ذبح کر رہا ہے...... کبھی نہیں دیکھا گیا...... کسی باپ نے بیٹے کو ذبح کیا ہو...... باپ بیٹے کی محبت میں جان تو دے دیا کرتا ہے...... مر تو جایا کرتا ہے...... لیکن بیٹے کو کبھی ذبح نہیں کرتا...... اور آج یہ کیا واقعہ دیکھ رہے ہیں...... یہ حیرت کے جملے تھے...... جب ابراہیمؑ نے یہ جملے سنے...... خلیل بے ساختہ بولے......"لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" فرشتو! تمہیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں...... "لا الٰہ الا اللہ" اس کے بغیر۔

☆ کوئی معبود نہیں
☆ کوئی مقصود نہیں
☆ کوئی خالق نہیں
☆ کوئی مالک نہیں
☆ کوئی خدا نہیں
☆ کوئی مشکل کشا نہیں
☆ کوئی حاجت روا نہیں
☆ کوئی حکمران نہیں
☆ کسی کا آرڈر نہیں چل سکتا

نہ میری حیثیت ہے...... نہ میرے بچے کی حیثیت ہے...... اس کے بغیر معبود کوئی نہیں...... اسی کا حکم ہے...... جس نے بیٹا دیا ہے...... اسی کی راہ میں قربان کر رہا ہوں...... "لا الٰہ الا اللہ" اس کے بغیر کوئی معبود نہیں...... اللہ اکبر...... وہ اکبر ہے...... میں اصغر ہوں...... وہ اعلیٰ ہے...... میں ادنیٰ ہوں...... وہ با اختیار ہے...... میں بے اختیار ہوں...... اسماعیل نے چھری کے نیچے کہا...... اللہ اکبر وللہ الحمد، اللہ!...... تو سب سے بڑا ہے...... فرشتو! نہ ابا کا کمال ہے...... نہ میرے قربان ہونے کا کمال ہے...... اللہ اکبر...... وہ سب سے بڑا ہے...... جب بڑے کا حکم آجائے...... نہ اسماعیل کی چلتی ہے...... نہ خلیل کی

چلتی ہے......وللہ الحمد میں قربان ہو رہاں ہوں......اس لئے کہ تعریفیں اسی کو زیب دیتی ہیں......میں اسی کی تعریف میں تو اپنی جان پیش کر رہا ہوں...... یہ چار جملے اللہ کو تو اتنے محبوب ہوئے "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد" ان کو تکبیرات تشریق کہا جاتا ہے...... یہ جملے اتنے پسند آئے تھے......اتنے محبوب ہوئے......اللہ کو اتنے بھلے لگے......قیامت تک خدا نے قانون بنا دیا ہے......اپنے محبوب کو کہا......میرے پیارے ہر سال ذوالحج کی نویں تاریخ سے لے کر...... تیرہ کی عصر تک......ہر نماز کے بعد مرد ہو......عورت ہو......بڑا ہو......بوڑھا ہو......جوان ہو......امیر ہو......غریب ہو......جماعت کے ساتھ نماز پڑھے......بغیر جماعت کے پڑھے......ہر آدمی تکبیرات تشریق کم از کم ایک مرتبہ دہرائے......یہ واجب ہے......اگر کسی نماز کے بعد ترک کر دیتا ہے......نہیں پڑھتا......واجب اس کے سر رہتا ہے......جب یاد آجائے......اسی وقت یہ تکبیر پڑھنی چاہئے......یہ اہم ترین تکبیر ہے......اس کو پڑھنے سے فرشتوں کی یاد تازہ ہوتی ہے......خلیل کی یاد تازہ ہوتی ہے......اسماعیل کی یاد تازہ ہوتی ہے۔"اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد "نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے تیرہ کی عصر تک......ہر نماز کے بعد ان کلمات کو ادا کرنا ہے......مرد نے بھی......عورت نے بھی......اکیلے نماز پڑھو تب بھی...... عورت گھر میں نماز پڑھے تب بھی......ان کلمات کو پڑھے صرف اتنا ہے......کہ عورتیں دھیمی اور آہستہ آواز میں پڑھیں......مرد جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں......تو کچھ بلند آواز سے پڑھ لیا کریں......ایک مرتبہ کم از کم کہنا واجب ہے......اور ضروری ہے......جو شخص نہیں کہتا......اس کے ذمہ واجب رہ جاتا ہے۔

جتنا خواب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا اتنا ہی کیا

یہ ادا ابراہیمؑ کی اللہ کو پسند قرآن کہتا ہے......جب یہ چھری چل رہی تھی......اللہ کی طرف سے آواز آئی۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَاء

خلیل تو اپنا خواب سچا کر چکا ہے...... ہم نے ابراہیم کو آواز دی...... ابراہیم تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا ہے...... غور کریں! خلیل جب قربان کر رہے تھے...... تو ابراہیم نے خواب میں کیا دیکھا تھا...... کہ میں بیٹے کو قربان کر چکا یا کر رہا ہوں؟ (کر رہا ہوں)

اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ

میرے ہاتھ میں چھری ہے...... تیری گردن پر پھیر رہا ہوں...... اتنا میں نے دیکھا ہے...... یہ نہیں دیکھا...... کہ تیرا سر تن سے جدا ہو گیا ہے...... جتنا دیکھا...... اتنا خواب پیش کیا...... اور نبی کا خواب خدا کی طرف سے وحی ہے...... اور جتنی وحی آئے...... جتنا خواب دیکھا تھا...... اتنا ہی پورا ہونا تھا...... اس سے زیادہ نہیں ہونا تھا...... اب جو دیکھا...... وہی تو خلیل نے کر دیا...... اب خلیل نے بھی گردن پر چھری رکھ دی...... خواب میں بھی یہی دیکھا تھا...... وہاں بھی چھری چلتی ہوئی دیکھی...... یہاں بھی یہی کیا...... لیکن اسماعیل کی گردن نہ خواب میں جدا دیکھی ہے...... نہ ظاہراً جدا دیکھی ہے...... اللہ نے بھی کہا خلیل!

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَاء

تو خواب کو سچا کر چکا ہے...... تیرا خواب صحیح ہو چکا ہے...... اور قرآن کہتا ہے:

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْم

ہم نے اس کے معاوضہ میں جنت سے ایک دنبہ بھیجا...... کالے رنگ کا...... خوبصورت موٹی آنکھوں والا...... بڑا پلا ہوا...... حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے...... اسماعیل علیہ السلام کو ہٹا کے...... دنبہ نیچے پیش کر دیا...... خلیل نے اس پر چھری چلائی...... اللہ کا شکریہ ادا کیا...... اللہ کی طرف سے ندا آئی...... خلیل اسماعیل بچ چکا ہے...... ہم نے اس کی جگہ یہ دنبہ کو ذبح کرا دیا ہے...... ہم قیامت تک تیری سنت کو زندہ رکھیں گے۔

محبوب ﷺ! خلیل علیہ السلام کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے قربانی دیا کریں

اللہ کی طرف سے حکم ہے...... اللہ کہتے ہیں...... خلیل تیری ادا اتنی پسند آئی ہے

......اتنی پیاری لگی ہے......کہ قیامت تک تیری ادا کو زندہ رکھا جائے گا......اس کو جاری رکھیں گے......اللہ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ کو بھی حکم دیا......کہ خلیل کی یاد کو زندہ رکھنے کے لئے قربانی دیا کریں۔

حدیث پاک میں آتا ہے......مدنی زندگی میں اللہ کے رسول ہر سال دو جانور ذبح کیا کرتے تھے......ایک اپنی طرف سے ذبح کرتے تھے......اور ایک اپنی اُمت کے غریب اور گناہگاروں کی طرف سے جن کو توفیق نہیں ہوگی...... نبی پہلے ان کی طرف سے ذبح کر دیتے تھے۔[1]......اللہ جو نہیں کر سکیں گے......محمد ﷺ ان سب کی طرف سے قربانی کر رہا ہے......اُمتیو! میں آج آپ سے بھی ایک جملہ کہنا چاہتا ہوں......اپنے محسنوں کے احسان کو یاد کیا کرو......قرآن کہتا ہے:

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ

اندازہ کریں خلیل کو قرآن محسن کہہ رہا ہے اللہ کہتے ہیں ابراہیم نے جو یہ احسان کیا حالانکہ کیا احسان ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان اسی کو دو......جس کی دی ہوئی ہے......یہ کوئی احسان نہیں ......لیکن رب اس قربانی کو بھی بہت بڑا احسان کہتے ہیں......اور فرماتے ہیں......خلیل! ہم تیرے اس احسان کا بدلہ یہ دینا چاہتے ہیں......قیامت تک تیری ادا کو باقی رکھیں گے......اللہ کے پیغمبر ﷺ ہم سب کے بڑے محسن......لیکن اُس محسن نے کیا کیا......حضور ﷺ دو جانور ذبح کرتے تھے......ایک اپنی طرف سے......اور ایک اپنی اُمت کے قیامت تک آنے والے ان لوگوں کی طرف سے......جن کو توفیق نہیں ہوگی......اس سے ایک مسئلہ ہمیں یہ سمجھ میں آیا......کہ ایصال ثواب کی جو قربانی ہوتی ہے......کہ یہ نیت کر لی جائے......کہ اے اللہ یہ جانور اس لئے ذبح کر رہا ہوں......کہ اس کا اجر فلاں کو فلاں کو بھی ملے......سب کی

---

1. صحیح مسلم ص156 ج2، مشکوٰۃ ص127 ج1 عن عائشہؓ

طرف ایصالِ ثواب ہو جاتا ہے......ایک تو یہ بھی مسئلہ سمجھ میں آیا......کہ حضور ﷺ پوری اُمت کی طرف سے دیا کرتے تھے۔

جہاں اپنی طرف سے قربانی کرتے ہو وہاں رسول اللہ کی طرف سے بھی دیا کرو

اور دوسرا مسئلہ مجھے اور آپ کو یہ سمجھ آیا......کہ اگر آمنہ کے لعل اپنی قربانی کے ساتھ اُمت کی طرف سے قربانی دیتے ہیں......تو کم از کم اُمت کے صاحب حیثیت لوگو! تمہارا فرض بنتا ہے......جہاں اپنی طرف سے قربانی دیا کرو......وہاں رسول اللہ کی طرف سے بھی قربانی دیا کرو......یہ پیغمبر کا حق ہے......خلفاءِ راشدین کے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی ہے......ازواجِ مطہرات کے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کرنا......یہ ان لوگوں کا حق بنتا ہے......اس سلسلہ میں چند ایک ضروری مسائل اس وقت میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں......کہ وہ شخص جو صاحب نصاب ہے......قربانی کے دنوں میں......جس کے پاس نصاب جتنا مال جمع ہو......ساڑھے باون تولے چاندی......یا اتنی رقم اس پر قربانی واجب ہے......بے شک پورا سال اس کے پاس پیسے نہیں......ان دنوں میں اللہ نے عطا کیے ہیں ......اس کے ذمہ ہے......کہ وہ قربانی کرے......اور اگر نہیں کرتا......تو حدیث پاک میں آتا ہے......اس کے معاوضہ میں......اگر لاکھوں روپے بھی خرچ کر دے......اللہ کے ہاں اس کو صدقہ کا تو اجر ملے گا......لیکن قربانی پر جو خدا اجر عطا کرتا ہے......وہ اسے نہیں ملے گا ......حدیث پاک میں آتا ہے......ایام قربانی میں خون بہانے سے خدا کے نزدیک کوئی قیمتی عمل نہیں ہے......اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے......کہ ان دنوں میں اس کے راستہ میں جانور کو ذبح کیا جائے۔[1]

خون پیش کرے......اللہ کو یہ سب سے زیادہ محبوب ہے......اور پھر اس میں یہ

---

1 وعن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماعمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم وانه ليأتي يوم القيمة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع بالارض فطيبوبها نفساً (ترمذی ص 275 ج 1 / ابن ماجه ص 227 / مشكوٰة ص 128 ج1/ صحيح مسلم ص 160 ج2 /

بات ذہن میں رکھیں۔ کہ پہلے اپنی طرف سے قربانی واجب ہے...... مثال کے طور پر میں صاحب حیثیت ہوں...... پہلا فرض ہے...... کہ میں اپنی طرف سے قربانی رکھ لوں...... یہ جاہلانہ بات ہے...... کہ عام طور پر لوگ کہہ دیتے ہیں...... پچھلے سال میں نے اپنی طرف سے کی تھی...... اس مرتبہ اپنے باپ کی طرف سے کروں گا...... واجب تیرے ذمہ ہے ...... تیرے باپ کے ذمہ نہیں...... اگر وہ مرگیا ہے...... تو وہ ایصالِ ثواب کا حصہ ہے ...... اگر تو صاحب نصاب ہے...... تو تجھ پر پہلے اپنی قربانی واجب ہے...... پھر والد کے لئے ایصالِ ثواب کر۔

عورت اگر صاحب نصاب ہے تو وہ اپنی قربانی خود کرے

عورت اگر صاحب حیثیت ہے...... اس کے پاس زیورات موجود ہیں...... اس کے ذمہ اپنی قربانی ہے...... مرد کے ذمہ نہیں، ہاں...... اگر مرد اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے...... ادا ہو جائے گی...... اس میں کوئی مضائقہ نہیں...... لیکن ذمہ داری نہیں...... کہ مرد اس کی طرف سے بھی قربانی کرے...... عورت کی اپنی قربانی ہو...... مرد کی اپنی قربانی ہو ...... چھوٹے جانور مثلاً بکرا۔ بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ وغیرہ...... اس پر ایک سال پورا گذرنا ضروری ہے...... مثال کے طور پر آٹھ ذی الحجہ کو ایک جانور پیدا ہوا ہے...... اگر اگلے سال آپ اس کی قربانی کر دیں...... یہ جائز ہوگی...... دس کی صبح کو ایک جانور پیدا ہوا ہے...... دوسرے سال آپ نے دس کو اس کی قربانی کر دی ہے...... تو یہ قربانی جائز ہوگی...... اسلامی سال کا لحاظ ہوگا...... یہ بعض لوگ دانت وغیرہ دیکھتے ہیں...... یہ عمر کے لحاظ سے دانت آئے ہیں...... لیکن یہ یقینی مسئلہ نہیں ہوتا ممکن ہے...... ان میں کمی زیادتی بھی ہو سکتی ہے...... لیکن عمر کا تعین ہونا ضروری ہے...... عمر کا پورا ہونا ضروری ہے...... ایک شخص جانور فروخت کرتا ہے...... اور وہ ایسا آدمی ہے...... جس پر آپ کو اعتماد ہے...... وہ کہتا ہے ...... میرے ہاتھ کا پلا ہوا جانور ہے...... اس کی عمر پوری ہے...... ظاہراً بھی وہ عمر کے لحاظ سے پورا نظر آتا ہے...... تو آپ کو اس کے دانت وغیرہ دیکھنے کی ضرورت نہیں...... یقین

کیجئے......اور اس کو ذبح کر دیجئے......اور اگر عمر میں کمی آ گئی......تو پھر اللہ کے ہاں یہ مقبول نہیں ہوگا......ہاں دنبہ اگر چھ ماہ سے زیادہ ہو......لیکن اتنا فربہ ہے......اتنا موٹا تازہ ہے......اتنا تندرست ہے......کہ آپ کو......ایک سال کے دنبہ کے برابر محسوس ہوتا ہے......تو اس کی قربانی جائز ہے......باقی......گائے، بیل وغیرہ......یہ دو سال سے بڑھ کر تیسرے سال میں ہوں۔

اگر قربانی میں کوئی فاسد العقیدہ شامل ہو گیا تو قربانی غرق ہو جائے گی

اونٹ پانچ سال کا، سات آدمی اس کے اندر حصہ دار بن سکتے ہیں[1]......اس میں عقیدہ کے طور پر یہ مسئلہ یاد کر لو......دل پر لکھ لو! کہ صحیح العقیدہ مسلمان حصہ دار ہو......اگر ایک شخص بھی فاسد العقیدہ ساتھ شامل ہو گیا......تو قربانی غرق ہو جائے گی......کوئی مرزائی مل گیا......کسی مسلمان کی قربانی قبول نہیں ہوگی......سب کی رد ہو جائے گی......کوئی رافضی کسی مسلمان کے ساتھ حصہ دار قربانی میں بن جاتا ہے......کیونکہ ان کے کلمہ عقائد نظریات اہل سنت والجماعت اور مسلمانوں کے عقیدوں سے بالکل مختلف ہیں......ایک آدمی بھی اگر اس قسم کا حصہ دار مل گیا......تو سب کی قربانی رد ہو جائے گی......اور جتنے صحیح العقیدہ مسلمان ہیں......ان کے اندر اخلاص کا ہونا بھی ضروری ہے......کہ سب کی نیت قربانی کرنے کی ہو......کسی کی یہ نیت نہ ہو......کہ یار لوگ کیا کہیں گے......سب کے بچے گوشت کھائیں گے......میرے بچے بھوکے رہ جائیں گے......ایک آدمی کی بھی اس میں اگر فاسد نیت ہو گئی......تو سب کی قربانی برباد ہو جائے گی۔

قربانی کے گوشت کے تین حصے کریں

قربانی کا گوشت اٹکل پچو سے تقسیم نہیں کرنا چاہئے......بلکہ اسے تول کر تقسیم کرنا چاہئے......تمام چیزیں اس گوشت کے ساتھ شامل کرنی چاہئے......تمام چیزیں تول کر

1۔ عن جابر قال نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیۃ البدنۃ عن سبعۃ والبقرۃ عن سبعۃ. (ترمذی ص 276 ج 1)

برابر تقسیم کرنی چاہئیں......اگر اندازے سے تقسیم کیا......ایک بوٹی بھی کسی کے حصہ میں زائد چلی گئی......سود ہو جائے گا......سب کی قربانی رائیگاں گئی......گوشت کے تین حصے کرنے چاہئے......ایک حصہ اپنے لئے خود کھائیں......بچوں کو کھلائیں......ایک حصہ اعزاء، اقرباء دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے......ایک حصہ غرباء فقراء مساکین میں تقسیم کریں......اگر کسی شخص کے بچے زیادہ ہیں......تمام گوشت خود کھالیں......یا ہر تقسیم نہ کیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں......لیکن بہتر یہ کہ اسی طرح تقسیم کرے......قربانی کرنے کا سب سے افضل دن پہلا دن ہے......لیکن عید نماز کے بعد آپ جس جگہ بھی ہیں......عید کی نماز کے فوراً بعد قربانی کرلیں جائز ہے......اور اگر ایک شخص عید نماز پڑھنے کے لئے نہیں گیا......بیمار ہے......معذور ہے......نہیں جاسکتا......اس نے قربانی کرنی ہے......تو پورے شہر کے اندر کسی ایک جگہ نماز کا پڑھا جانا......اس کے لئے شرط ہے......اس کے بعد وہ شخص قربانی کرلے......اس لئے کہ قرآن کی نص قطعی میں یہ حکم ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَر

نماز پڑھیئے پھر قربانی کیجئے......علماء نے لکھا ہے......پہلے نماز پڑھیں......پھر قربانی کریں......تو نماز پہلے ہے......قربانی بعد میں ہے......اگر کوئی شخص نماز سے پہلے قربانی کر بیٹھتا ہے......تو اس کی قربانی مردود ہو جاتی ہے......قبول نہیں ہوتی[1]......تین دن قربانی کے ہیں۔

۱۰/۱۱/۱۲ بارہ تاریخ کے غروب شمس سے پہلے پہلے آپ جانور کو قربان کرسکتے ہیں......پہلے دن اگر کوئی صاحب نصاب نہیں تھا......اس کے پاس پیسہ نہیں تھا......سفر میں تھا......دوسرے دن آ گیا......اللہ نے اس کو توفیق بخش دی......مسافر تھا......گھر آ گیا ہے......ضرورت مند تھا......اب اللہ نے پیسے دے دیئے ہیں......نصاب مکمل نہیں تھا

---

1. کیونکہ حدیث پاک میں ہے من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیذبح مکانھا اخری ومن لم یذبح حتی صلینا فلیذبح علیٰ اسم اللہ (صحیح بخاری ص 827 ج2/ صحیح مسلم ص 153 ج2/ مشکوٰۃ ص 126 ج1 ترمذی 277 ج1 عن البراء بن عازبؓ)

......اب قرضہ لینا تھا......وہ مل چکا ہے......تو دوسرے دن اس پر قربانی واجب ہے ......اب یہ واجب ادا کرے......تیسرے دن اللہ توفیق بخشتے ہیں......عصر تک بھی......اگر اس کے پاس پیسے آگئے ہیں......اس وقت بھی جانور کو خرید کر اس کو ذبح کرے......اور اگر خدانخواستہ کسی ایسی مشکل میں پھنس گیا ہے......نہیں ہوسکا تو اس کی قیمت صدقہ کردے......شاید اللہ اپنے کرم سے قبول فرمالے......لیکن کم از کم قربانی ادا کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف مدارس اسلامیہ ہیں

اور پھر آخر میں ایک مسئلہ جو سب سے زیادہ اہم ہے......آج کل بڑی تنظیمیں......بڑی تحریکیں......بڑی جماعتیں......ہر قسم کے لوگ قربانی کی کھالوں کے لئے ہر جگہ پہنچتے ہیں......ٹھیک ہے......بہت سارے مقامات استحقاق کے ہوتے ہیں......ہاں ایک تو یہ مسئلہ ذہن میں رکھئے......کہ شریعت نے قریبی رشتہ داروں کے حقوق کی اہمیت بتائی ہے......لیکن اس کا یہ معنٰی قطعاً نہیں......کہ جو فرض آپ نے ادا کرنا ہے......وہ قریبی رشتہ دار کو دے دو......قریبی رشتہ دار کے حق کی اہمیت کا سبق یہ ہے...... کہ آپ اپنے حصہ میں سے اور بھی اس کو دیں......یہ بات نہیں کہ جو آپ نے زکوٰۃ نکالنی ہے......وہ صرف اس کو دیں......کیا یہ تیرا رشتہ دار اس لئے ہے......کہ تیرے مال کی میل کھاتا رہے......یہ اس لئے رشتہ دار نہیں......اس کا حق بنتا ہے......جو خود پہنتے ہو......اس کو پہناؤ......جو خود کھاتے ہو......اس کو کھلاؤ......اچھی چیز رکھتے ہو......اپنے پاس تو ان کو بھی دو......یہ بات نہیں کہ یہ تیری قربانی کی کھال کو دیکھتا رہے......کہ اس سے مجھے ملے گا ......تو میں اس سے گزارا کروں گا......ایسا کوئی مستحق ہے......اس کو دے دیا جائے...... عام طور پر لوگ کہہ دیتے ہیں......فلاں بیوہ کو میں نے دے دیا......فلاں یتیم کو دے دیا ......لیکن بیوہ اور یتیم کی اگر حیثیت نہیں دیکھی......مثال کے طور پر عورت تھی......تو بیوہ سر سے سہاگ تو اتر گیا......شوہر اس کا مر گیا ہے......لیکن وہ خود صاحب حیثیت ہے......کہ

خود اس پر قربانی واجب ہے......آپ قربانی کی کھالیں اس کے لئے اکٹھی کر رہے ہیں......ایسے ہی آپ نے بچے کو یتیم تو سمجھا......لیکن اس یتیم کے پاس اتنا مال موجود ہے......اس کے ورثاء کے پاس اس کا اتنا مال موجود ہے......کہ اگر یہ بچہ بالغ ہوتا......تو قربانی کرتا......اس لئے ایسے لوگوں کو دینا جائز نہیں......صحیح استحقاق تلاش کیجئے......اور ان کو دے دیجئے......اور اس گئے گزرے دور میں جو سب سے اچھا استحقاق محققین نے لکھا ہے......یہ میں مولوی ہونے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا......بلکہ علماء نے تحقیق کے ساتھ لکھا ہے......مدارس اسلامیہ ہیں......اس وقت جہاں دینی علوم کی درسگاہیں موجود ہیں......اس میں ایک تو مسافر بچے ہوتے ہیں......اور ان میں بہت سارے وہ ہوتے ہیں......جو استحقاق رکھتے ہیں...... مستحق ہوتے ہیں......تیسری بات یہ ہے......کہ وہاں پر چرم قربانی خرچ کرنے سے صدقہ جاریہ ہوگا......وہاں پر چرم قربانی خرچ کرنے سے سب سے بڑا فائدہ یہ کہ دین اسلام کی اشاعت ہوگی......وہاں پر چرم قربانی خرچ کرنے سے ان طلباء کی خوراک کا انتظام ہوگا......وہاں پر چرم خرچ کرنے کی وجہ سے ان کے لباس اور تعلیم کا انتظام ہوگا......یہ سارے کے سارے وہ صدقات جاریہ ہیں......کہ یہ اگر پڑھیں گے......پڑھتے چلے جائیں گے......اس کا اجر وثواب آگے بڑھتا چلا جائے گا......قربانی کا چمڑا مسجد پر خرچ کرنا حرام ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

✿✿✿✿......✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا عثمانؓ بن عفان

قسم کھاتے ہیں دو عالم تری شرم و حیا کی
گواہی دے رہی ہے آج بھی خوشبو حرا کی

لہو بن کر گرا قرآن پر تیرا تقدس
تری تائید میں انگلی اٹھی تھی مصطفیٰ کی

پلک جھپکی نہ دل دھڑکا نہ بل آئے جبیں پر
فرشتوں نے ترے حق میں تہِ دل سے دُعا کی

ابھی تک یاد کرتی ہے تجھے خاکِ مدینہ
ابھی آتی ہیں آوازیں ادھر سے مرحبا کی

زہے قسمت کہ خود آ کر تیرا جسمِ مبارک
اٹھا کر لے گئی فردوس میں رحمت خدا کی

خدا اس کو نہ بخشے گا کسی صُورت کہ جس نے
ترے عہدِ قدس میں سرکشی کی ابتدا کی

سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَةِ مَنِ اخْتَصَّهٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاهِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِهٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْیُبَا یِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ
١ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا قال النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّةِ عُثْمَان [1] صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین ط

[1] فضائل الصحابہؓ ص 515 ج 1 / ترمذی ص 689 ج 2 / مشکوٰۃ ص 56 ج 2/ جامع الاحادیث ص 477، ج 17/ سنن ابن ماجہ ص 121، ج 1/ کنز العمال ص 587، ج 11/ مسند ابی یعلیٰ ص 28، ج 2/ جامع الاصول فی احادیث الرسول ص 637، ج 8/

وہ داماد نبی ﷺ جسے ہم سب عثمانؓ کہتے ہیں
حیا والے غنیؓ اور ناشر القرآن کہتے ہیں
غنیؓ تھے مال کیا ہے راہ حق میں جان تک دیدی
اسے ایثار کہتے ہیں اسے قربان کہتے ہیں
کوئی ظالم انہیں خائن کہے توبہ معاذ اللہ
اسے الزام کہتے ہیں اسے بہتان کہتے ہیں
انہیں کی خاطر بیعت رسول اللہ نے لی تھی
جسے خود حق تعالیٰ بیعت رضوان کہتے ہیں

تمہیدی کلمات:

جناب صدر مجلس......قابل اعزاز وتکریم......واجب الاحترام ...... برادران اسلام!

آج کے خطبہ جمعہ کے موقعہ پر میں آپ حضرات کے سامنے داماد نبی حیاء کے پیکرِ عظیم سیدنا عثمان بن عفانؓ کی سیرت وشہادت کے حوالہ سے کچھ گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔

آمنہ کے درِ یتیم کی انگوٹھی پہ محمدؐ رسول اللہ لکھا ہوا تھا

علامہ جسٹس تقی عثمانی صاحب بہت معروف عالم ہیں آپ سب لوگ ان کو جانتے ہیں......انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے تراشے......اس کتاب میں انہوں نے سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس ﷛ کی ایک روایت نقل کی ہے...... کہ عبداللہ ابن عباس ﷛ سے پوچھا گیا کہ: مَا کُتِبَ عَلٰی خَاتَمِ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّان رضی اللہ

عنہ" سیدنا عثمان ابن عفان ﷺ نے جو انگوٹھی پہن رکھی تھی اس پر کیا لکھا ہوا تھا......؟

آمنہ کے دریتیم کی انگوٹھی پہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا......اللہ کے پیغمبر ﷺ کی وہ مہر تھی......حضور ﷺ جب بھی کوئی تحریر لکھواتے تو اس پر وہ مہر ثبت فرماتے:

صدیق اکبرؓ کی انگوٹھی پر "اللہ اپنے بندے کو کافی ہے" لکھا ہوا تھا

ایسے ہی سیدنا صدیق اکبر ﷺ کی جو انگوٹھی تھی......علماء نے لکھا ہے کہ اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہ" اللہ اپنے بندے کو کافی ہے۔

فاروق اعظمؓ کی انگوٹھی پر "تیری نصیحت کیلئے موت ہی کافی ہے" لکھا ہوا تھا

فاروق اعظم ﷺ کی انگوٹھی پر یہ عبارت نقش تھی......جس کا معنیٰ یہ ہے کہ عمر ﷺ تیری نصیحت کے لئے موت ہی کافی ہے......

عثمان غنیؓ کی انگوٹھی پر "اللہ مجھے سعادت کی زندگی دے اور موت شہادت کی" لکھا ہوا تھا

حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ سے پوچھا گیا......کہ عثمان ابن عفان کی انگوٹھی پر کیا لکھا ہوا تھا......؟ سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمان ابن عفانؓ نے صدق دل سے اپنی انگوٹھی پر یہ دعا نقش کروائی تھی۔

"اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا وَاَمِتْنِیْ شَھِیْدًا" (مستدرک حاکم ص ۱۰۶/ج ۳)

"اے اللہ مجھے زندگی دے سعادت کی اور موت دے شہادت کی"

اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا "میری زندگی سعادت مندی والی ہو"

میری زندگی نیک بختی والی ہو

میری زندگی خوش بختی والی ہو

"وَاَمِتْنِیْ شَھِیْدًا" اور جب میں دنیا سے رخصت ہوں......تو مجھے موت شہادت

کی ملے...... میں سیرت عثمان ابن عفان ﷺ کی تفصیلات میں جانے کی بجائے...... صرف ان دو جملوں پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں...... "اَحْیِنِی سَعِیْدًا" کہ عثمان ﷺ کی زندگی میں سعادت کیسے تھی......؟ "وَاَمِتْنِیْ شَهِیْدًا" اس کی موت میں شہادت کیسے تھی......؟

سیدنا عثمان غنیؓ کو رسول اللہ ﷺ سے قربت حاصل تھی

دنیا کے لحاظ سے ہر دور میں چند آدمیوں کے کچھ ایسے کام ہوتے ہیں...... جن کو دنیا سعادت مندی سمجھتی ہے...... نیک بختی سمجھتی ہے...... اور لوگ ان کاموں کو دیکھ کر کہتے ہیں...... کہ یہ بڑا خوش بخت سعادت مند آدمی ہے...... یہ بڑا سعید ہے نیک بخت ہے...... ان کاموں میں سب سے پہلی چیز حسب ونسب کی قرابت کو دنیا دیکھ کر کہتی ہے...... کہ یہ بڑے اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے...... بڑی اچھی برادری سے تعلق رکھتا ہے...... بڑا خوش نصیب آدمی ہے...... آج سلمان گیلانی صاحب میرے اور آپ کے ہاں مہمان ہوئے ہر شخص نے اس حیثیت سے ان کو دیکھا۔

- یہ خاندان نبوت ہے
- یہ آل علی ﷺ ہے
- یہ خاندان رسالت ہے

یہ سادات سے ہے...... آدمی اس لحاظ سے بھی احترام کرتا ہے کہ:

- اچھے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں
- اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں

اگر کسی قبیلے اور خاندان کی قرابت یہ دنیا میں اگر بڑی سعادت ہے...... تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سعادت سیدنا عثمان ابن عفان ﷺ کو بدرجہ کمال عطا فرمائی تھی۔

سیدنا عثمانؓ کا رسول اللہ ﷺ سے نسبی تعلق

حضرت عثمان ﷺ والد کی نسبت سے...... پانچویں پشت میں رسول اللہ ﷺ اور

عثمان ابن عفان ﷺ کا دادا ایک ہے......ماں کی طرف سے سیدنا عثمان ابن عفان ﷺ کی نانی اماں سیدہ ام الحکیم بیضاء سلام اللہ علیہا......اور رسول اللہ ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ ﷺ یہ دونوں آپس میں سگے بہن بھائی......اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے......کہ ان دونوں کا ایک ساتھ تولد ہوا......یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تو اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت اور رشتہ داری کی جو قرابت عثمان ابن عفان ﷺ کو نصیب ہوئی ہے......یہ سعادت بھی سیدنا عثمان کے حصہ میں، یہ عثمان کی دعا کا نتیجہ تھا کہ "اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا" اے اللہ مجھے زندگی سعادت کی عطا کر۔[1]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دوسری سعادت

سیدنا عثمان ﷺ کی دوسری سعادت......سمجھئے توجہ کرنا!......آج میں صرف نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں......تفصیل کا وقت نہیں دنیا میں اس بات کو بھی سعادت مندی سمجھا جاتا ہے......آدمی جیسے ہی کیوں نہ ہو کسی اچھے خاندان میں رشتہ ہو جائے......تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ بڑا خوش نصیب ہے......فلاں جگہ اس کا رشتہ ہو گیا ہے فلاں قبیلے میں......فلاں خاندان میں اس کا رشتہ ہو گیا ہے۔

پیغمبر کی بیٹی عثمانؓ کے نکاح میں آئی اس سعادت کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا

یہ ہماری گزشتہ دنوں کی بات ہے......خانپور میں ایک طالب علم احمد پور شرقیہ کے علاقے کا اور بالکل ایسے خاندان اور ایسی قوم کا جس کو لوگ کمی ذات تصور کرتے ہیں......جامعہ عبداللہ بن مسعود ﷺ کے ایک استاد نے اپنی بچی اس کے نکاح میں دیدی تو ہر آدمی کہتا تھا کہ یہ کتنا خوش بخت ہے......استاد نے اسے بیٹی دیدی ہے......اگر یہ سعادت ہے......کہ اچھے خاندان کی بچی کسی کے نکاح میں آجائے......اس سعادت کا مقابلہ عثمان ابن عفان ﷺ کے ساتھ بھی کوئی نہیں کرسکتا۔

---

1. الطبقات لابن سعد ص 53 ج3 / الاصابہ ص 377 ج/4 التمهيد والبيان لمحمد يحيى الاندلسی ص 19 / الخلافۃ الراشدہ والدولۃ الامویہ ص 388)

"اَحْیِنِیْ سَعِیْداً" کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے سیدہ رقیہؓ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں دی...... جب رقیہ کا انتقال ہو گیا...... تو اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ام کلثومؓ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نکاح میں دیا...... اور جب ام کلثوم کا انتقال ہو گیا۔

حدیث کی کتابوں میں یہ الفاظ ملتے ہیں...... حضور ﷺ نے فرمایا عثمان ! اللہ مجھے اگر چالیس بیٹیاں دیتا...... میں تجھ پر اتنا راضی ہوں کہ یکے بعد دیگرے میں تیرے نکاح میں دیتا جاتا۔

ایک روایت کے مطابق...... ارشاد فرمایا اللہ مجھے ایک سو بچیاں دے میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دوں۔[1]

ایک روایت میں ہے...... کہ اللہ اگر مجھے دو سو بچیاں دیتا میں عثمان رضی اللہ عنہ تجھ پر اتنا راضی ہوں کہ ساری بیٹیاں میں یکے بعد دیگرے تیرے نکاح میں دیتا چلا جاتا۔

عثمانؓ وہ شخص ہے جسکو آسمان کے فرشتے بھی ذوالنورین کہتے ہیں

سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے...... حدیث پاک میں آتا ہے...... جس کو مولانا نافع نے اپنی کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ" میں نقل کیا ہے...... حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا...... کہ عثمانؓ کی کوئی وہ خصوصیات بتاؤ جس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکا ہو...... فرمایا: "یُقَالُ فِی الْمَلَأِ الْاَعْلٰی ذُوالنُّوْرَیْنِ"[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ تو وہ شخص ہے...... جس کو آسمان کے فرشتے بھی ذوالنورین کہتے ہیں...... یہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی روایت ہے...... فرمایا لوگو! عثمان رضی اللہ عنہ کے اس مقدر کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے تک...... کوئی شخص ایسا نہیں...... کہ جس کے نکاح میں کسی پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں...... اگر پوری کائنات میں تن

---

1. عثمان بن عفان ص 103، بیروت / کنز العمال ص 21، ج 13 تالیفات ملتان /
2. رحماء بینهم ج 2 تذکرہ حضرت عثمانؓ

تنہا یہ اعزاز کسی کو ملا ہے...... تو صرف عثمان ابن عفان کو ملا ہے "اَحْمِیْ شَهِیْدًا" ہم اپنے معاشرے میں روزانہ دیکھتے ہیں...... اگر کوئی شخص کسی کی بیٹی کو پریشان کرے...... اور اس بچی کو موت آ جائے تو...... اس بچی کی موت پر اس بچی کا باپ کہتا ہے...... کہ شکر ہے کہ میری بیٹی کی جان تو چھوٹ گئی...... وہ آدمی کہتا ہے...... میں اپنے داماد سے بڑا تنگ تھا۔

آج رقیہ رضی اللہ عنہا اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں

حدیث پاک میں آتا ہے:

وہاں جس وقت سیدہ رقیہؓ کا انتقال ہوا...... رمضان المبارک کا مہینہ تھا...... رسول اللہ ﷺ بدر میں تشریف لے گئے تھے...... سیدنا عثمانؓ اور اسامہ ابن زیدؓ کو جو رسول اللہ ﷺ کے متبنیٰ[1] زید ابن حارثہ کے صاحبزادے تھے...... حضور ﷺ نے ان کو گھر ٹھہرایا ہوا تھا کہ تم نے میری بیٹی رقیہ ؓ کی تیمارداری کرنی ہے...... حضور ﷺ نے سترہ رمضان کو جنگ لڑی...... اور اٹھارہ رمضان کو فتح ہوگئی...... حضور ﷺ اٹھارہ رمضان کو فاتح بن کر واپس تشریف لا رہے تھے...... رمضان کی انیس تاریخ سفر اور راستہ میں گزاری...... رمضان کی بیس تاریخ کو صبح کے وقت حضورؐ جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے...... سیدنا زید ابن حارثہؓ دوڑتے ہوئے آگے آئے...... اور آ کر اہل مدینہ کو مبارک دی...... کہ آج بدر میں فتح ہو چکی ہے...... مسلمان فاتحانہ انداز میں آ رہے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے...... کہ مدینہ کے قریب جب حضور ﷺ آئے...... صحابہ ؓ نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی...... اور کہا لوگو......! مبارک ہو بدر فتح ہو چکا ہے...... ادھر سے ننھے اسامہ بن زیدؓ دوڑتے ہوئے...... حضور ﷺ کے پاس آ گئے...... اللہ کے نبی ﷺ کی جب نظر اسامہ ؓ پر پڑی...... تو حضور ﷺ نے فوراً

---

1. یاد رہے اب کوئی آدمی کسی کو اپنا متبنیٰ نہیں بنا سکتا (منہ بولا بیٹا) یہ رسم اتنی قبیح تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ہاتھ اس کو ختم کیا ہے۔ آیت "ما کان محمد" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں آپ کے مسائل اور ان کا حل مؤلفہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید ، قادیانی شبہات اور اس کے جوابات مؤلفہ مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ

کہا......اسامہ ؓ......!سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ میری بیٹی رقیہؓ کا کیا حال ہے؟اسامہ ابن زید ؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے......کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی رضا پر راضی ہو جائیں ......آج رقیہ ؓ اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں......ہم اس کی نماز جنازہ ادا کر چکے ہیں۔آپ کی آمد کی اطلاع ملی......تو میں دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آیا،ورنہ ہم جنت البقیع کے قبرستان میں قبر کھود کر رقیہؓ کو زمین میں دفن کر رہے تھے۔[1]

حدیث میں آتا ہے:......کہ حضور ﷺ سیدھا مسجد نبوی کی طرف جانے کی بجائے آپ ﷺ جنت البقیع قبرستان کی طرف تشریف لے گئے......سیدہ رقیہؓ کی قبر پر حضور ﷺ کھڑے ہو گئے......عثمان ؓ نے کہا محبوب اجازت ہو تو قبر کھولیں......آپ اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھیں......حضور ﷺ نے فرمایا رقیہؓ!اب تجھے خدا کے حوالے کرتا ہوں......کل قیامت کے دن تیری اور میری ملاقات ہو گی......اور یہی بچی رقیہؓ جس وقت اس کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کا انتقال ہوتا ہے......تو اس وقت بھی ایسے ہی ہوا تھا کہ حضرت رقیہؓ وہاں پر موجود نہیں تھیں......یہ حبشہ کی ہجرت پر تھیں......ماں فوت ہوئی تو نہ بیٹی نے ماں کا چہرہ دیکھا......نہ ماں نے بیٹی کا چہرہ دیکھا......اور جس وقت خود رقیہؓ کا انتقال ہوا......حضور ﷺ اس وقت بدر میں تھے......یہ صدمہ بھی سیدہ رقیہؓ کو برداشت کرنا پڑا......نہ اپنے ابا محمد ﷺ کا چہرہ دیکھا......نہ باپ محمد ﷺ نے بیٹی رقیہ کا چہرہ دیکھا۔

اب وہ سعادت میری دنیا میں ختم ہو گئی ہے

حدیث میں آتا ہے......کہ اس کے بعد حضرت عثمان ؓ اکثر آزردہ خاطر اور پریشان حال رہتے تھے......ایک دن حضور ﷺ نے بلایا......اور فرمایا عثمان ؓ خیر تو ہے......آپ ہر وقت پریشان رہتے ہیں[2]......عثمان ؓ نے کہا محبوب یہی ایک سعادت تو تھی جو میرے حصے میں تھی......کہ میں آپ کا داماد تھا......اب وہ سعادت میری دنیا میں

---

1. سیرۃ الصحابہؓ ص180/ج1

2. اسد الغابہ ص612 ج5 عثمان بن عفانؓ ص102

ختم ہو گئی ہے۔آپ کا اور میرا وہ تعلق ختم ہو گیا......میں اموی خاندان سے تھا......آپ خاندان قریش سے ہیں......آپ کا یہ ایک عظیم قبیلہ ہے......لوگ مجھے اس نگاہ سے دیکھتے تھے......کہ یہ ان میں سے ہے......یہ آپ کی کرم نوازی تھی......کہ بنوامیہ میں سب سے پہلے میں نے کلمہ پڑھا......تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے صلہ میں فرمایا......کہ جب اموی قبیلے میں سب سے پہلا تو مسلمان ہے......تو میں بھی اپنے قبیلے کے لوگوں کو چھوڑ کر اپنی بیٹی سب سے پہلے تیرے نکاح میں دینا چاہتا ہوں......عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا محبوب وہ رشتہ منقطع ہو گیا ہے۔حضور نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ نہ گھبرایئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم کیساتھ عرش بریں پر خدا نے کیا ہے

ایک اور روایت میں ہے:......جسے سن کر آپ حیران ہو جائیں گے......حضور ﷺ نے فرمایا میری دو بیٹیاں رقیہؓ اور اُم کلثومؓ دونوں کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا......رقیہؓ[1] وہ ہے جس کا نکاح میں نے زمین پر عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے......اُم کلثومؓ وہ ہے......جس کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عرش بریں پر خدا نے کیا ہے[2]......حضور ﷺ نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ......!اللہ نے میری اُم کلثومؓ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے......میں اُم کلثومؓ تیرے نکاح میں دیتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عرب کی دھرتی کے سب سے بڑے تاجر تھے

"اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا" اے اللہ مجھے زندگی سعادت کی عطا کر۔

اس دعا پر غور کریں!......دنیا میں یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت مندی کی بات ہوتی ہے......کہ کوئی آدمی بہت بڑا سرمایہ دار ہو جائے......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے سرمایہ دار تھے......وہ صرف مکہ کے تاجر نہیں تھے......عرب کی دھرتی کے تاجر تھے......اور اتنے بڑے تاجر تھے......بیک وقت تین تین سو ملازم ان کا نظام سنبھالا کرتے

---

1. البدایہ والنہایہ ص 210 ج 7 رذوالنورین لمحمد رشید رضا ص 12

2. ابن ماجہ بحوالہ عثمان بن عفانؓ الدکتور علی محمد الصابی ص 43 رالتاریخ الکبیر ص 281 ج 2 (اسد الغابہ ص 612 ج 5 رمجمع الزوائد ص 83 ج 9)

تھے......اس دور میں شاید ہی کسی کے پاس اتنے لوگ کام کرتے ہوں گے......اس دور میں جتنے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی غلامی میں کام کرتے تھے......اتنا سرمایہ اللہ نے عطاء فرمایا تھا......عرب کی دھرتی کا بہت بڑا تاجر ہونا......اگر دنیا میں کوئی سعادت ہے تو عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہے۔

یہ بڑی سعادت ہے کہ پیسہ ہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے

اس سے بڑی سعادت ایک اور دیکھیں!......کہ آدمی کے پاس مال بہت ہو......لیکن کنجوس ہو......تو لوگ کہتے ہیں یہ بڑا بدبخت ہے......یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت ہے کہ پیسہ ہو......اور اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے......پیسہ ہو اور اسے قربان کر دیا جائے......یہ سعادت کسی کے حصہ میں آئی ہے......تو عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہے۔

میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا......کہ کنواں بھی لے کر دے دیا [1]......اور غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے چندہ مانگا......ایک دفعہ نہیں......بلکہ مسلسل وقفوں کے ساتھ......حضرت عثمان نے اونٹ بھی پیش کئے ہیں......گھوڑے بھی پیش کئے ہیں......تہائی لشکر کا سامان بھی پیش کیا ہے......کئی ہزار درہم و دینار اٹھا کر رسول اللہ کے قدموں میں آ کر رکھ دیئے ہیں [2]۔

حدیث پاک میں آتا ہے......حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے......محبوب ﷺ کی جھولی ان پیسوں سے بھری ہوئی تھی......اللہ کے پیغمبر ﷺ وہ پیسے دائیں، بائیں اپنے ہاتھوں میں بدلتے تھے۔

اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا

حضور ﷺ دراہم، و دینار ادل، بدل کر آسمان کی طرف دیکھ کر......یہ جملے ارشاد فرماتے تھے......اے اللہ......! میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا

---

1 سیرۃ الصحابہؓ ص178 ج1 / فتح الباری ص67 ج7 / وخلفاء الرسول ص250 / والحشرۃ المبشرون بالجنۃ محمد صالح عوض ص53

2 سیرۃ الصحابہؓ ص183 ج1 / فضائل الصحابہؓ ص515-56 / ج1

......اے اللہ میں عثمان ﷺ سے خوش ہوں تو بھی عثمان ﷺ سے خوش ہو جا۔

اے اللہ! عثمان ا نے مجھے راضی کیا ہے......تو عثمان ﷺ کو راضی کر......! یہ جملے کہنے کے بعد پھر پیغمبر ﷺ نے فرمایا......عثمان! میں تجھ پر راضی ہوں......آج تو جنت کو خرید چکا ہے......آج کے بعد کوئی کام بھی کر......قیامت کے دن خدا تجھ سے مواخذہ نہیں کرے گا......اللہ تجھ سے اتنا راضی ہو چکے ہیں۔[1]

عثمانؓ نے اس دھرتی پر جنت کی قیمت ادا کی ہے

میں ایک جملہ کہتا ہوں......کہ عثمان ﷺ وہ ہے جس نے جنت کو خریدا ہے......میں اور آپ جنت کے طالب ہیں......عثمان ﷺ نے اس دھرتی پر جنت کی قیمت ادا کی ہے......اور اللہ کے نبی نے کہا ہے......کہ عثمان وہ ہے جس نے جنت کی قیمت ادا کی ہے......یہ سعادت بھی عثمان کے حصے میں آئی ہے۔ "اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا"

شرم وحیا میں عثمان ﷺ کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا

توجہ کریں!......ایک اور سعادت بتانا چاہتا ہوں شرم وحیاء اگر کسی میں فطری طور پر ہو تو لوگ کہتے ہیں بڑا خوش بخت ہے۔

- حیاء والا آدمی ہے
- بڑوں کے سامنے نہیں بولتا
- حیاء والا ہے، خاموش طبع ہے
- اس کی شرافت والی ادائیں اچھی ہیں
- نگاہ اس کی اچھی ہے ہر وقت نیچے دیکھتا ہے لوگوں کی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔ اگر یہ دنیا میں سعادت ہے تو......اس سعادت میں بھی عثمان ابن عفان سے مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ "اَصْدَقُ هُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ" حضور ﷺ نے فرمایا[2]......میری امت میں حیاء کا پتلا، حیاء کا مرکز، حیاء کا محور......اگر کسی نے دیکھنا ہو تو......عثمان ابن

---

1 ترمذی ص689 ج2 2 فضائل الصحابہؓ ص523/513 ج1

عفان کو دیکھو۔

عثمان اتنا شرمیلا ہے کہ میں اسی طرح بیٹھا رہتا تو بات نہ کرسکتا

حدیث میں آتا ہے...... کہ اتنی شرم وحیاء کہ حضور ﷺ نے اپنی پنڈلیوں پر کپڑا ڈال لیا...... یہ روایت تو بڑی مشہور ہے...... اشارہ کرتا ہوں...... تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ...... اپنی پنڈلیوں پر کپڑا ڈال لیا...... کہا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ...... آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے...... فاروق رضی اللہ عنہ آئے آپ اسی حالت میں بیٹھے رہے...... عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے یہ کیا کیا......؟ فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ اتنا شرمیلا ہے...... اگر میں اس انداز میں بیٹھا رہتا تو عثمان رضی اللہ عنہ میرے سامنے بات نہ کرسکتا۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں

اور پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا...... آپ عثمان رضی اللہ عنہ کا اتنا لحاظ کرتے ہیں......؟ تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا...... عثمان رضی اللہ عنہ کا کیوں نہ لحاظ کروں۔ "اَلَا اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحْیِیْ مِنْهُ الْمَلَآئِكَه"[2]...... میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے عرش کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں...... آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں...... پھر مجھے ایک جملہ کہنے دو...... آسمان کے فرشتے تو حیا کرتے ہیں...... لیکن اس دور کے بد بخت حیاء نہیں کرتے...... عثمان رضی اللہ عنہ تیری عظمتوں کا کون مقابلہ کرسکتا ہے...... تو کتنے بڑے نصیبے والا انسان ہے۔

"اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا" پوری زندگی سعادت والی ہے۔

مسجد قباء کی چوتھی اینٹ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے رکھی ہے

یہ بھی کسی آدمی کے لئے بڑی سعادت ہے...... کہ دنیا میں لوگ کہتے ہیں

---

1. ترمذی ص 691 ج 2 / بخاری ص 522 / ج 1 صحیح مسلم ص 277 ج 2

2. فضائل الصحابہؓ ص 513 / ج 1 / مشکوٰۃ ص 561 ج 2 / صحیح مسلم ص 277 ج / 2

......کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے......کہ فلاں آدمی نے مسجد بنائی ہے......اسلام کی تاریخ کی سب سے پہلی مسجد جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں آنے کے بعد قائم فرمائی......وہ مسجد قباء ہے......اور دوسری مسجد......وہ مسجد نبوی ہے......تاریخ کا مطالعہ کریں!......علماء سے تحقیق کریں!......کہ مسجد قباء کی تعمیر میں پہلی اینٹ جہاں رسول اللہ ﷺ نے رکھی......دوسری اینٹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رکھی......تیسری اینٹ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رکھی......چوتھی اینٹ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے رکھی......اور اس مسجد قباء کی تعمیر میں سب سے زیادہ سرمایہ......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے خرچ کیا تھا۔

دولت عثمان رضی اللہ عنہ کی خرچ ہوئی اور تعمیل مصطفیٰ ﷺ کی ہوئی

اور جب مسجد نبوی کی تعمیر کا وقت آیا......ایک موقع پر حضور ﷺ نے مشترکہ چندے سے مسجد کی تعمیر کی ابتداء کی......مسجد کی پہلی زمین صدیق اکبرؓ نے لے کر دی......اور پھر جب آگے وقت آیا......اللہ کے پیغمبر ﷺ صحابہؓ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے......حضور ﷺ نے فرمایا......صحابہؓ کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے......مسجد کی جگہ تھوڑی ہے میں اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں......ہے کوئی شخص جو زمین لے کر دے اکیلے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے......کہا محبوب ﷺ میں زمین خرید کر دیتا ہوں......حضور ﷺ نے فرمایا......عثمان رضی اللہ عنہ تجھ پر اللہ نے جنت واجب کر دی ہے......جنتی بن چکا ہے......آج تو جنت خرید چکا ہے......یہ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد کی زمین کا اضافہ ہوا......دولت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خرچ ہوئی......تعمیل مصطفیٰ ﷺ کی ہوئی۔[1]

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں دو مرتبہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کرائی

اور خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنے دور حکومت میں دو مرتبہ مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور دونوں دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پورا سرمایہ اپنی جیب سے خرچ کیا۔

1۔ صحیح سنن الترمذی للالبانی ص ۲۰۹، ۳۲۰/ اعلام المسلمین لخالد المسطیار ص ۱۴۱ ج ۳

عثمان رضی اللہ عنہ کی سعادت کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟

اُحْیِنِیْ سَعِیْدًا ''زندگی دے سعادت کی۔''

ایک اور سعادت بھی بڑی عجیب ہے...... کہ کسی کا بچہ حافظ قرآن ہو جائے ......تو لوگ خاندان کے مبارک باد دیتے ہیں ......مبارک ہو جی ......آپ کا بچہ حافظ قرآن بن گیا......آپ بڑے خوش نصیب ہیں۔

لوگو! عثمان رضی اللہ عنہ کی سعادت کا کون مقابلہ کرے

- جس نے کلمہ پڑھا تو صاحب قرآن بن کر
- جس نے زندگی گزاری تو قاری قرآن بن کر
- دور حکومت گزارا تو ناشر قرآن بن کر
- اور جب دنیا سے رخصت ہوا تو شہید قرآن بن کر

اُحْیِنِیْ سَعِیْدًا ''قرآن میرا مقدر ہے۔''

رات کی تنہائی میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے

کسی کو آپ رات کی تنہائی میں عبادت کرتے ہوئے دیکھ لیں......تو آپ کہیں گے......کہ یہ نیک بخت آدمی ہے...... بڑا سعادت مند آدمی ہے...... رات کی تنہائی میں یہ عبادت کرتا ہے......عثمان رضی اللہ عنہ وہ شخص ہے...... جو رات کی تنہائی میں ایک ایک رکعت میں کھڑے ہو کر الحمد سے والناس تک پورے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے [1]......گویا رات بھی ہوتی تھی......نماز بھی ہوتی تھی......تلاوت بھی ہوتی تھی......یہ ساری سعادتیں اگر جمع ہیں تو عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے حصے میں ہیں۔

---

1. کنز العمال ص 372، ج 6/ طبقات ابن سعد ص 52، ج 1/ قیام اللیل ص 61

عثمان غنی ﷛ کی زندگی میں دو واقعات جمع ہوتے ہیں جو اپنی جگہ پر مستقل نور تھے

توجہ کریں!...... ایک اور بات کہتا ہوں ...... کہ یہ جو لفظ ذوالنورین حضرت عثمان ابن عفان ﷛ کو کہا جاتا ہے ...... اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ حضور ﷺ کی دو بیٹیاں عثمان ﷛ کے پاس تھیں ...... بلکہ عثمان ﷛ کی زندگی میں ......دو واقعات ایسے جمع ہوئے ہیں ......کہ جو اپنی جگہ پر مستقل نور تھے ...... اور صرف عثمان ﷛ کا حصہ تھے ......مثال کے طور پر دو صاجزادیاں حضور ﷺ کی عثمان ﷛ کے نکاح میں آئیں ...... اس لئے بھی ذوالنورین تھے...... اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا یہ ایک مستقل نور ہدایت ہے ......عثمان اس لئے بھی ذوالنورین ہیں......کہ آپ ذوالہجر تین ہیں چونکہ آپ نے حبشہ کی ہجرت بھی کی ہے مدینہ کی ہجرت بھی کی ہے۔

ذوالنورین اس لئے بھی ہیں کہ دو موقعہ پر آپؓ موجود نہیں پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے موجود قرار دیا ہے

اسی طریقے پر...... دو موقع ایسے ہیں ...... جن پر عثمان ابن عفانؓ موجود نہیں تھے ...... اللہ کے نبی ...... نے عثمان ﷛ کو موجود قرار دے کر ...... باقاعدہ اس کا حصہ عطاء فرمایا...... یہ سعادت بھی عثمان ابن عفانؓ کے حصہ میں آئی ہے ...... اور کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔

بدر کے موقع پر......سیدنا عثمان ﷛ موجود نہیں تھے...... اللہ کے پیغمبر ﷺ نے موجود قرار دیا ...... اور صلح حدیبیہ کے موقع پر ......سیدنا عثمان ابن عفان ﷛ وہاں پر موجود نہیں تھے......جب بیعت رضوان ہو رہی تھی ......تو اس بیعت پر حضور نے عثمان کو شریک کیا تھا......ذوالنورین اس لئے بھی ہیں ...... کہ دو جگہ پر موجود نہیں تھے ......لیکن

حضور ﷺ نے موجود قرار دیا ہے...... یہ سعادت بھی سیدنا عثمان ؓ کے حصہ میں آئی۔

جس کا خون اتنا قیمتی ہے کہ اللہ بھی اور رسول اللہ بھی اس بیعت میں شریک ہوئے ہیں

اس بیعت رضوان پر...... ایک بڑی پیاری بات ہے......غور سے سنئے!...... عثمان رضی اللہ عنہ وہ نصیب والا ہے...... پوری جماعت صحابہ ؓ میں...... کہ جس کا خون اتنا قیمتی ہے...... کہ اللہ بھی اس بیعت میں شریک ہوا ہے...... جس کا خون اتنا قیمتی ہے...... کہ پیغمبر ﷺ نے اعلان کیا کہ میں اس جگہ سے پیچھے نہیں ہٹوں گا...... جب تک عثمان ؓ کے خون کا بدلہ نہیں لوں گا...... حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے؟...... جو میرے ساتھ اس معاملے میں شریک ہو...... وہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔[1]

ایک روایت کے مطابق چودہ سو صحابہ ؓ...... ایک روایت کے مطابق پندرہ سو صحابہ ؓ...... اور ایک روایت کے مطابق چوبیس سو صحابہ کرام ؓ نے...... سیدنا عثمان ابن عفان ؓ کے لئے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ہمیشہ یہ فائدہ ہمارے حق میں رہا ہے

اور یہ ایک عجیب بات ہے...... کہ سیدنا عثمان ؓ جب حضور ﷺ کے سفیر بنے...... تو حضور ﷺ کی رائے یہ تھی...... کہ میں عمر ؓ کو سفیر بنا کر بھیجوں...... یہ جائیں معاہدہ کریں...... اب جو یہ معاہدہ ہو رہا تھا...... مسلمانوں سے ہو رہا تھا یا کافروں سے......؟ (کافروں سے) ہمیں بعض دفعہ کہا جاتا ہے...... کہ یہ مولوی فلاں سے مل کر بیٹھ گئے...... اللہ کے پیغمبر نے اس وقت کافروں سے ایک معاہدہ کیا...... اس کا فائدہ

---

1. ترمذی ص 690 ج 2 / بخاری ص 523 ج 1 / البحر الزخائر، مسند البزار ص 490، ج 1 / کنز العمال ص 75، ج 13 / مسند احمد ص 276، ج 12 / مشکوٰۃ ص 562، ج 2 / فتح الباری ص 570، ج 7 / جامع الاحادیث ص 153، ج 29 / مسند البزار ص 86، ج 1 / عون المعبود ص 283، ج 7 / عمدۃ القاری ص 312، ج 43۔

کافروں کو ہوا یا مسلمانوں کو......؟(مسلمانوں کو) ہمیشہ یہ فائدہ ہمارے حق میں رہا...... حضور ﷺ نے فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تم جاؤ...... کہا محبوب جانے کے لئے تو میں تیار ہوں......انکار نہیں آپ کا حکم ہے......لیکن میرے مزاج اور طبیعت میں بہت گرمی ہے ......کوئی چپقلش ہو گئی......تو پتہ نہیں نتیجہ کیا نکلے گا......!سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا......مجھے بھیجنے کی بجائے ایک آدمی کا میں انتخاب کرتا ہوں......آپ اسے بھیج دیں ......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا......تو ایک مسئلہ سمجھ میں آیا...... کہ اس قسم کے معاملے میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں گئے ......توجہ کریں......!اس کو معاہدہ کے لئے بھیجا گیا......جو پرانا محسن تھا......اس کو بھیجا گیا جس نے اس دور میں......ان پر احسانات کئے تھے......کچھ تو شرم کریں گے۔!

جب تک کعبہ کا متولی محمد ﷺ نہیں آئے گا......عثمان رضی اللہ عنہ طواف نہیں کرے گا

چنانچہ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ جب تشریف لے گئے......تو ان لوگوں کی آنکھیں جھک گئیں......اور کہا عثمان!

- ☆ یہ کعبہ ہے طواف کر لے
- ☆ ملتزم ہے چمٹ کر دعائیں مانگ لے
- ☆ حجر اسود ہے بوسے لے لے
- ☆ صفاء مروہ ہے سعی کر لے

بے شک تو اپنا احرام اتار......اور کپڑے پہن لے......تو اپنا عمرہ پورا کر لے ......ہم تیری راہ میں رکاوٹ نہیں بنیں گے......لیکن ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں آنے دیں گے......عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا......تم نے غلط سمجھا ہے جب تک اس کعبے کا متولی محمد مصطفیٰ ﷺ نہیں ہوگا......اس وقت تک عثمان طواف نہیں کرے گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا! میرا عثمان ؓ میرا سفیر ہے

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں ......کہ افواہ اڑی کہ عثمان ؓ قتل ہو گیا ہے ......حضور ﷺ نے بیعت لینا شروع کی ......بیعت تھی عثمان ؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ......وحی کا دور ہے ......وحی اتر رہی ہے ......جبرائیل آ رہا ہے ......حضور ﷺ موجود ہیں ......صحابہ ؓ موجود ہیں ......اور حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں ......اسی دوران اطلاع آتی ہے ......کہ محمد ﷺ پہلی جو اطلاع ہے ...... وہ غلط ہے عثمان ؓ قتل نہیں ہوئے ......ہاں قریش مکہ نے ان کو گرفتار کر لیا ہے ......اب جس مقصد کے لئے بیعت ہو رہی تھی وہ مقصد باقی رہا؟......(نہیں) لیکن حضور ﷺ نے بیعت جاری رکھی ......کیوں ......؟ حضور ﷺ نے فرمایا لوگو......! میرا عثمان میرا سفیر ہے ......میں نے عثمان ؓ کو بھیجا ہے ......عثمان ؓ میرا نمائندہ بن کر گیا ہے ......میرے نمائندے کو انہوں نے گرفتار کیا ہے ......اگر قتل کیا ہے تو خون کا انتقام لوں گا ......اگر گرفتار کیا ہے ......تو جب تک میں عثمان ؓ کو رہا نہیں کرا لیتا ...... میں اس جگہ سے ایک قدم بھی پیچھے جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

جو عثمان غنی ؓ کے حمایتی ہونگے وہ پیغمبر ﷺ کے مشن کے علمبردار ہونگے

یہ کیوں تھا......؟ اس پر غور کریں! ......کہ تاریخ میں ایک وقت آنے والا تھا...... دنیا نے وہ وقت دیکھنا تھا ......کہ واقعی عثمان ابن عفان ؓ قتل ہو جائیں گے ......نعش تڑپ رہی ہو گی ......اس وقت قصاص عثمان کے لئے ...... جو آدمی اٹھے گا......اور دعویٰ کرے گا ......اور انتقام کے لئے میدان میں آئے گا......دنیا والو......! اس پر تنقید نہ کرنا ......اس لئے کہ وہ رسول اللہ کی اس اداء کو زندہ کر رہا ہے۔ آج پیغمبر ﷺ اس لئے بیعت لے رہے ہیں......کہ سیدنا عثمان ؓ کو رہا کرانا چاہتا ہوں ......اشارہ اس طرف تھا کہ آج تو ایک یا دو دن کے لئے گرفتار ہیں ...... ایک

وقت آئے گا...... کہ عثمان ؓ چالیس دن تک قید میں رہیں گے محاصرہ ہوگا اس وقت جو سیدنا عثمان ؓ کے وکیل صفائی ہوں گے......اس وقت جو سیدنا عثمان ؓ کے حمایتی ہوں گے......وہ درحقیقت پیغمبر ﷺ کے اس مشن کے علمبردار ہوں گے...... میں عرض یہ کر رہا تھا......کہ "احینی سعیدا" یہ ساری سعادتیں عثمان ابن عفان کے حصے میں آئیں۔

جو عثمان ؓ کے قصاص کے لئے بیعت کر رہے ہیں اللہ ان سب سے راضی ہو چکا ہے

اللہ کے پیغمبر ﷺ جب بیعت لے رہے تھے......تو حضور ﷺ نے اپنا دائیاں ہاتھ نیچے رکھا اور اس ہاتھ پر صحابہ ؓ بیعت کر رہے ہیں......اسی بیعت کے دوران قرآن مجید کی آیت اتری۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ

اللہ راضی ہو چکے...... یہ پکی بات ہے......اس میں لام تاکید کے لئے ہے ......اور قد تحقیق کے لئے ہے......اور راضی فعل ماضی ہے......جس کا معنیٰ ہوتا ہے ......بے شک اللہ راضی ہو چکے ہیں۔ "عن المومنین" اہل ایمان سے......وہ کون سے اہل ایمان......؟ "اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃَ" جو خون عثمان ؓ کے انتقام کے لئے محبوب آپ کے دست حق پرست پر......ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ......بیعت کر رہے ہیں......اللہ ان سب سے راضی ہو چکا ہے۔

یہ ہاتھ محمد ﷺ کا ہے اور یہ ہاتھ عثمان ؓ کا ہے

جب یہ کہا......اللہ سب سے راضی......تو منافقوں نے کہا......یہ تو اوپر سے مومن تھے......اللہ نے فوراً ان کی بات کی تردید کر کے کہا۔ "فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ"

محمد ﷺ کے یاروں پر تنقید نہ کرو اللہ کہتا ہے......میں تو ان کے دلوں کو ٹٹول، ٹٹول کر دیکھ چکا ہوں ......میں ان کے دلوں کو دیکھ چکا ہوں ......کہ یہ صدق دل سے مصطفیٰ ﷺ تیرے دست حق پرست پر بیعت کر رہے ہیں۔ "وَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ" اللہ نے اپنی رحمت خاصہ اتاری ہے......حضور ﷺ نے جب یہ دیکھا......کہ اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی......کل کو ایک وقت آئے گا......جب منافق بدمعاش سبائی تبرائی عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ پر حملہ کریں گے......اور اس وقت وہ یہی بکواس کریں گے......کہ عثمان رضی اللہ عنہ تو بیعت رضوان میں شامل نہیں تھا یہ کیسے ہوگیا......؟ تو حضور ﷺ کا اس وقت دائیاں ہاتھ نیچے تھا......اپنے بائیں ہاتھ کو اوپر کر کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھ لو......یہ ہاتھ محمد ﷺ کا ہے یہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے......ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا اب عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بیعت ہوگئی......اس پر غور کریں حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ[1] قرار دیا......اب جو عثمان رضی اللہ عنہ کو کہے کہ عثمان نے خیانت کی......معاذ اللہ تو اس نے گویا نبی ﷺ پہ تنقید کی......اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا ہے......وہ نبی ﷺ کے ہاتھ کو خیانت والا کہہ رہا ہے......اور جو پیغمبر ﷺ کو خائن کہے وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

میں خود خدا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لوں گا

ایک اور بات یاد رکھیں......! نبی ﷺ کا ہاتھ چودہ یا پندرہ یا چوبیس سو ہاتھوں سے نیچے ہے......اختلافی روایات کے ساتھ......صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ اوپر ہیں......جب یہ ہاتھ نیچے تھا......اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ آگئے تو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی وجد میں آئی ......اللہ نے کہا: "يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ"

- محبوب ﷺ نیچے تیرا ہاتھ ہے
- درمیان میں تیرے یاروں کا ہاتھ ہے

---

1. مشکوٰۃ ص 562 ج 2 / بخاری ص 523، ج 1 / البدایہ والنہایہ ص 139، ج 4 / زرقانی ص 225، ج 3 بیروت

❁ ان سب ہاتھوں سے اوپر میں ہاتھ رکھ رہا ہوں۔

اس اللہ کے ہاتھ رکھنے کے بھی کئی معانی علماء نے لکھے ہیں......ایک مطلب تو یہ تھا......کہ پیغمبر ﷺ جیسے یہ تیرے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تجھ سے وعدہ کر رہے ہیں......کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے......میں رب بھی تیرے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتا ہوں......جب عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا کوئی بدلہ نہیں لے سکے گا......میں خدا خود عثمان کے خون کا بدلہ لوں گا۔

محمد ﷺ میرا بھی تیرے ساتھ وعدہ ہے عثمانؓ کے خون کا بدلہ میں لوں گا

اور تاریخ گواہ ہے......کہ قدرت نے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لیا ہے......ایک ایک بدمعاش کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ سزا دی......جس انداز سے وہ قتل ہوئے......تباہ و برباد ہوئے......کچھ مجنوں اور پاگل ہو گئے......ان میں سے کوئی ایسا تھا جو دریا میں برباد ہو گیا......ان میں سے کسی کو جلا دیا گیا تھا......بعض ان سے عبداللہ بن سبا جیسے بد بخت بھی تھے......جن کو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے ایک صف میں کھڑا کر کے ان کی گردنیں قلم کر دیں......اللہ کی قدرت نے انتقام لیا......اس لئے کہ خدا نے بھی تو مصطفیٰ کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر یہ بیعت کی تھی......کہ محمد ﷺ میرا بھی تیرے ساتھ وعدہ ہے......عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لوں گا۔

اے اللہ میری زندگی سعادت کی ہو اور موت شہادت کی ہو

بڑی تفصیل ہو جائے گی......سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی دعا کا دوسرا حصہ ہے......میں بات کو ختم کر دوں فرمایا۔ "وَاَمِتْنِیْ شَھِیْدًا" اے اللہ میری زندگی سعادت کی ہو......اور موت شہادت کی ہو۔ "اَحْیِنِیْ سَعِیْدًا" مجھے زندگی سعادت کی دے۔

تو اصل زندگی دنیا کی ہے یا آخرت کی؟ (آخرت کی) تو آخرت کی زندگی میں جو سعادت عثمان ؓ کا مقدر ہے......اور کسی کا نہیں......وہ یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ"

قیامت کے دن...... ہر نبی کے ساتھ......ایک آدمی جنت میں اس کا دوست بن کر جائے گا......دنیا میں میرے دوست تو اور بہت سارے ہیں...... جنت میں میرے ساتھ جانے والا تو اکیلا عثمان رضی اللہ عنہ ہوگا...... یہ ہے "احیني سعیدا" دنیا کی زندگی بھی سعادت ہے......آخرت کی زندگی بھی سعادت ہے......اب ان دو زندگیوں کے درمیان جو رابطہ ہے......اس کا نام موت ہے......اس موت کی مختلف قسمیں ہیں۔

- بستر پر پڑے ہوئے بھی آجاتی ہے
- ایکسیڈنٹ میں بھی آجاتی ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دُعا مانگی کہ "وامتني شهيدا" اے اللہ مجھے موت عطا کر تو شہادت کی......اس پر دو تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں......اگر آپ نے توجہ کی تو بہت ساری باتیں سمجھ آجائیں گی۔

سب سے وسیع سلطنت خلفائے راشدین میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہے

ان میں سے پہلی بات یہ ذہن میں رکھیں! کہ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جن کی خلافت علی منہاج النبوۃ ہے......سیدنا صدیق اکبر، فاروق اعظم، سیدنا عثمان اور حیدر کرار رضی اللہ عنہم......ان میں سب سے زیادہ کامیاب حکومت عثمان ابن عفان کی ہے...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت...... اسلامی سلطنت نو لاکھ مربع میل پر تھی......ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حکومت سنبھالی......تو دو سال میں دو لاکھ مربع میل کا اضافہ کیا......اسلامی سلطنت گیارہ لاکھ مربع میل تک پھیلی......حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے دس سال حکومت کی......اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا......اس وقت گیارہ لاکھ مربع میل کا اسلامی سلطنت میں اضافہ کر کے بائیس لاکھ مربع میل تک انہوں نے اسلامی پرچم لہرایا......عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی حکومت دس سال ہے......دس سال میں اضافہ صرف گیارہ لاکھ مربع میل کا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور حکومت ہے...... گیارہ سال گیارہ ماہ اٹھارہ دن یعنی بارہ دن کم بارہ سال ......تو بارہ سال کی حکومت میں ......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اسلامی سلطنت میں اضافہ کیا ہے ......وہ تئیس لاکھ مربع میل کا اضافہ کیا ہے ......عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت اسلامی سلطنت (22) بائیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی......جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں......اس وقت اسلامی سلطنت چوالیس لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی ......تو سب سے زیادہ وسیع حکومت کس کی تھی......؟(عثمانؓ کی) دنیا میں یہ بھی بڑی سعادت کی بات ہوتی ہے......کہ کسی کو وسیع حکومت مل جائے ...... یہ نسبت اور سعادت بھی سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے حصہ میں ہے ......سب سے زیادہ فتوحات سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ہیں......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں چونسٹھ لاکھ مربع میل پر اسلامی سلطنت تھی ......لیکن ان کا دور اقتدار انیس سال کا تھا......انیس سال کے عرصہ میں ......ایک آدمی اتنے مقام پر پہنچ چکا ہے ...... جب کہ چوالیس لاکھ مربع میل پر اسلامی سلطنت پہلے پھیل چکی تھی......یہ اتنے کمال کی بات نہیں ......اس سے بڑا کمال حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی حکومت کا ہے۔

حضرت عثمانؓ بہت زیرک انسان تھے انہوں نے کسی منافق یہودی کو اہمیت نہیں دی

ایک چھوٹی سی اور بات بھی سمجھ لیں! ......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی سیاست کامیاب سیاست تھی ......بعض بد بخت کہتے ہیں ......عثمان کا دور حکومت ناکام تھا ......عثمانؓ حکومت نہیں سنبھال سکے ......حالات کو کنٹرول نہیں کر سکے ......یہ بات نہیں ہے ......اس پر ایک بات یاد کریں! ......کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے جو صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کا دور تھا ......اس کی جھلک بھی سیدنا عثمان کے دور میں ہے ......اور

حضرت علی کے دور حکومت کی جھلک بھی حضرت عثمان کے دور میں ہے...... پہلے آٹھ سال سیدنا ابو بکر و عمر ﷺ کی طرح فتوحات کا زمانہ اور آخری چار سال سیدنا علی ابن ابی طالب ﷺ کی حکومت کی طرح حالات کی پریشانی کا زمانہ...... گویا علویؓ دور اور صدیق و فاروق ﷺ کے دور کا امتزاج جو ہے...... وہ عثمان ابن عفان ﷺ کی حکومت میں ہے ...... حضرت عثمان ابن عفان کی حکومت جس وقت وسیع پھیل گئی ...... اس دور میں ایک شخص سامنے آیا جس کا نام تھا عبداللہ ابن سباء، یہ بد بخت یہودی تھا...... ظاہراً اس نے کلمہ پڑھا اور کلمہ اس غرض سے پڑھا...... کہ مجھے عثمان ابن عفان ﷺ کوئی منصب اور عہدہ دیں گے ...... کسی علاقہ کی گورنری دیں گے ...... لیکن حضرت عثمان ﷺ بہت زیرک آدمی تھے...... آپ نے اس عبداللہ بن سباء کو اہمیت نہ دی...... تو وہ بہت دور دراز علاقوں میں تھا...... اس نے وہاں اپنے علاقے میں اپنے ہمنوا کچھ لوگوں کو بنانا شروع کر دیا...... اور بالخصوص ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا...... جن کا جذباتی ذہن تھا اور ان لوگوں کے ذہن میں کچھ باتیں ڈالیں ان باتوں میں سے کچھ باتیں وہ ہیں ...... جواب بھی اس دور میں بھی خلافت وملوکیت میں لکھی ہوئی ہیں۔

عثمان غنی ﷺ پر اعتراضات کے جوابات علی المرتضیٰ ﷺ نے دیئے ہیں

جو پہلے دور کے ان رافضیوں اور سبائیوں نے بھی کہی تھیں...... ان باتوں کی مخالفت میں وکیل صفائی کی حیثیت سے...... حضرت علی ابن ابی طالب ﷺ نے خطبہ دیا تھا...... حضرت عثمان ابن عفان ﷺ کی صفائی پیش کی تھی...... جو باتیں اس عبداللہ ابن سبا یہودی نے گھڑی تھیں...... ان باتوں میں سے ایک بات یہ تھی کہ...... یہ وہ شخص ہے جو بدر میں شریک نہیں ہوا...... یہ وہ شخص ہے جو صلح حدیبیہ میں شریک نہیں ہوا...... یہ وہ شخص ہے جس نے چراگاہیں اپنے مال کے لئے وقف کر دی ہیں...... یہ وہ شخص ہے جس نے پیغمبر ﷺ کی بنائی ہوئی کچی مسجد کو توڑ کر پکی مسجد بنائی ہے...... یہ وہ آدمی ہے جو پیغمبر ﷺ کے ممبر پر جا کر بیٹھ گیا ہے...... یہ وہ آدمی ہے جس نے اپنے

قریبی رشتے داروں کو منصب اور عہدے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ اس قسم کے اعتراضات اس بے غیرت نے لگانا شروع کر دیئے اور ان اعتراضات کا جواب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

صفائی پیش کی تھی ......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والو! .....تنقید کرنے والو! آج تمہارا کرائے کا وکیل ہو، تمہاری عدالت اس کی بات کو تسلیم کر لیتی ہے......کم از کم اتنی تو غیرت کھاؤ......عثمان رضی اللہ عنہ کا وکیل صفائی علی ابن ابی طالب ہے علی رضی اللہ عنہ جس کی صفائی پیش کرتا ہے......میں اس کی صفائی کیوں نہ پیش کروں...... ہم علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہیں......جس نے عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے وکیل صفائی کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

صدیق وفاروق رضی اللہ عنہ کا دور مزاج نبوت عثمان وعلی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے

حدود وشریعت

ذرا توجہ کریں! ایک اور بات کہتا ہوں! یہ بات مولانا عمر پالن پوریؒ نے کہی تھی......کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کا دور حکومت ہے......مزاج نبوت......اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے......حدود وشریعت......مزاج نبوت کیا تھا؟ کہ ممبر کے پہلے زینے پر آقا بیٹھے تھے...... جب صدیق رضی اللہ عنہ آئے......تو دوسرے پر بیٹھے......کہا گیا کہ وہاں نہیں بیٹھے جس زینے پر آقا بیٹھے تھے......فرمایا اسی لئے میں نہیں بیٹھتا کہ وہاں آقا بیٹھے تھے......حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو صدیق رضی اللہ عنہ جہاں بیٹھے اس جگہ کو چھوڑ کر نیچے بیٹھ گئے ......فرمایا وہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے میں نہیں بیٹھتا یہ ایک مزاج تھا......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ پہلی سیڑھی پر......جہاں حضور بیٹھا کرتے تھے وہاں بیٹھ گئے......اب معترض کا یہ اعتراض تھا......کہ عثمان پہلی سیڑھی پر کیوں بیٹھے......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے درحقیقت شریعت کی......ایک حد متعین کی کہ منصب رسالت کا یہ وہ عظیم ممبر ہے

......اس کا وہ وارث ہوگا جو علم نبوت کا وارث ہو......جس کو اللہ یہ توفیق بخشے ......وہ پیغمبر ﷺ کے ممبر پر بیٹھ کر دنیا کے سامنے خطبہ پیش کر سکتا ہے۔

اگر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ زمین پر کھڑے ہوتے ......تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے بعد میں آنا تھا......تو یقیناً علی رضی اللہ عنہ اس جگہ پر نہ کھڑے ہوتے ......پھر اس سے نیچے کوئی زمین کھودی جاتی ......حضرت حسن رضی اللہ عنہ آتے تو اس سے نیچے......اور زمین کھودی جاتی، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آتے اس سے نیچے اور زمین کھودی جاتی ......اس کے بعد کوئی اور آتا اس سے نیچے ......اور زمین کھودی جاتی تو آج میں اور آپ ...... جب خطبہ دیتے تو کہاں پر کھڑے ہوتے ؟ عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے اس سیڑھی پر پہلے زینہ پر قدم رکھ کر شریعت کی حد قائم کی، کہ خطیب، واعظ، عالم یا خلیفہ اور امام برحق جس کو اللہ یہ توفیق عطا کرتے ہیں......کہ وہ اس منصب کے قابل ہوتا ہے ......اس کا اعزاز یہ ہے کہ جہاں آقا ﷺ بیٹھے ہیں وہاں پر بیٹھ جائے ......یہ کوئی عیب نہیں اس کو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لو......کہ صدیق وعمر o کا تقوی تھا......عثمان وعلی o کا فتویٰ تھا......وہاں تقویٰ پہ عمل تھا یہاں فتویٰ پہ عمل ہے ......تو صدیق وعمر o مزاج نبوت کے مطابق کام کر رہے تھے ......عثمان نے حدود شریعت قائم کی۔

پکی مسجد بنانے کے موجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا کہ یہ مسجد پکی بنائیں ......فرمایا حضور ﷺ نے نہیں بنائی میں بھی نہیں بناتا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہا گیا پکی مسجد بنائیں ......فرمایا صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں بنائی میں بھی نہیں بناتا......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پکی بنا دی تو منافقین نے اعتراض کیا کہ...... نبی کی مسجد توڑ کر پکی بنا دی ......غور کریں! اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پکی مسجد نہ بناتے تو آج دنیا میں کوئی پکی مسجد نہ ہوتی ...... پکی مسجد بنانا جائز بھی نہ ہوتا ......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکی مسجد بنانے کا موقع ہی نہیں ملا......چونکہ وہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے تھے۔

مصر سے عثمان ﷛ کے خلاف سازش کا آغاز ہوا ہے

میرے دوستو! سیدنا عثمان ﷛ کے ایسے کارناموں کو دیکھ کر ...... یہودیوں نے منافقوں کا ایک ایسا لشکر تیار کیا...... جو حضرت عثمان ﷛ پر اقرباء پروری اور خیانت کا الزام لگانے لگا...... منافقت اور دجل وفریب کے بہی خواہوں نے ...... مصر سے ایک سازش کا آغاز کیا...... ساڑھے سات سو بلوائی ایک خط کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ پہنچے۔

چنانچہ یہ بڑی لمبی تفصیل ہے ...... درمیان میں ایک خط کا بھی ذکر ہے ...... اور وہ بھی ایک پروپیگنڈہ تھا...... جسے حیدر کرار ﷛ نے ان سے سوالیہ انداز میں پوچھا تھا...... کہ تم تو مصر سے آئے ہو...... تم کوفہ سے آئے ہو تم فلاں علاقے سے آئے ہو ...... یہ بتاؤ کہ تم تینوں طبقے مختلف علاقہ کے ہو ...... اور مختلف علاقوں سے آنے والوں کے پاس ایک خط سب کے پاس کیسے پہنچا؟ تم اکٹھے کیسے ہو گئے تھے؟ یہ بڑی لمبی تفصیل ہے میں ساری چھوڑتا ہوں۔

ایام حج کو قاتلان عثمان ﷛ نے غنیمت سمجھا

المختصر یہ کہ حج کے ایام میں یہ لوگ سارے کے سارے ...... چونکہ اہل مدینہ مکہ کی طرف حج پہ گئے ہوئے تھے...... صرف چند افراد ضعیف یہاں موجود تھے...... اس موقع کو ان بدمعاشوں نے غنیمت سمجھا...... اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔

جب عثمان ﷛ نے جمعۃ المبارک کا خطبہ شروع کیا

کتابوں میں لکھا ہے:...... کہ سیدنا عثمان ابن عفان ﷛ جمعۃ المبارک کا خطبہ دے رہے تھے...... آپؓ کی عادت مبارکہ تھی ...... کہ ہاتھ میں عصاء لے کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ حضرت عثمان ابن عفان ﷛ کی اس وقت بیاسی (۸۲) سال کی عمر تھی...... اس بڑھاپے کی حالت میں عثمان ابن عفان ﷛ خطبہ دے رہے تھے ...... عصاء ہاتھ میں تھا

تو مجمع میں سے ایک آدمی نے اٹھ کر کہا......عثمان ہم تیری بات نہیں سنتے......دوسرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا، تیسرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا......شور انہوں نے کیا......حتیٰ کہ ایک بدمعاش آگے بڑھا۔ عثمان ابن عفان کے ہاتھوں سے عصاء لے کر......اپنے گھٹنے پر رکھ کر اس نے توڑ کر مجمع کی طرف پھینکا......عثمان ابن عفان کی چیخ نکل گئی......فرمایا ظالم مجھے قتل کر دیتا میں برداشت کر لیتا......لیکن عصاء نہ توڑتا یہ وہی عصاء ہے......جو آمنہؓ کے دریتیم کے ہاتھوں میں ہوتا تھا......جو عصاء پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں سے صدیق ؓ کے ہاتھوں میں آیا......جو صدیق سے فاروق ؓ کے پاس آیا تھا......فاروق ؓ سے بھی پھر میرے پاس آیا ہے......آج نبی کی نشانی تو نے توڑ دی ہے۔

نبی ﷺ کی نشانی توڑنے والا کتے کی طرح سسکیاں لیتا ہوا جہنم رسید ہوا

تاریخ میں لکھا ہے......کہ اس کے گھٹنے پر ناسور ہوا......اور جس وقت اس آدمی کو موت آئی کتے کی طرح سسکیاں لے لے کر وہ جہنم رسید ہوا......یہ اس کو پیغمبر ﷺ کے عصاء توڑنے کی سزا ملی۔

امت مسلمہ میں سے کوئی بھی عثمان غنی ؓ کا مخالف نہ تھا

اس موقع پر حضرت علی ابن ابی طالب ؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے......حضرت علی ؓ نے وکالت کرتے ہوئے......ایک بہت بلیغ اور لمبا خطبہ دیا......بلوائی باز نہ آئے چنانچہ حضرت عثمان ابن عفان ؓ اپنے مکان کے اندر چلے گئے......ان لوگوں نے گھر کے باہر محاصرہ کر لیا......حضرت علی ابن ابی طالب ؓ اندر تشریف لے گئے......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی......اور بڑی عجیب گفتگو کی بعض لوگ بدمعاشی کر کے کہتے ہیں......کہ علی ابن ابی طالبؓ عثمانؓ کے مخالفوں میں سے تھا......کوئی صحابی رسول عثمان ابن عفانؓ کا اس وقت مخالف نہیں تھا......تمام صحابہ ؓ عثمان ابن عفان ؓ کے حامی تھے......بلکہ پوری امت مسلمہ میں کلمہ پڑھنے والا کوئی مسلمان ایسا

نہیں تھا......جو عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو......جو منافق و کافر ہو جو تبرائی وسبائی ہو وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دشمن تھا......اور کوئی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دشمن نہیں تھا۔

میں اپنی جان کی خاطر محمد ﷺ کے مدینہ میں کسی کا خون نہیں بہانا چاہتا

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے اور سیدنا عثمانؓ سے کھل کر کہا......حضرت اجازت دیجئے مقابلہ کرنے کے لئے! عثمان ابن عفان ا نے کہا علی !اگر تو میرا بھائی ہے......اور مجھے اپنا بھائی سمجھتا ہے۔علی! اگر مجھے تو اپنا امیر و خلیفہ اور مجھے سر براہ سمجھتا ہے......تو میں تجھے حکما کہتا ہوں کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ......میں اپنی جان کی حفاظت کے لئے محمد ﷺ کے مدینہ میں کسی کا خون نہیں بہانا چاہتا......یہ تقدس مدینہ تھا......حفاظت مدینہ کہ میں اپنی جان کے لئے کسی کا خون نہیں بہانا چاہتا......مختلف آراء ہیں میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مشورہ ہوا......ایک صحابی نے کہا اے امیر المومنین! پھر آپ ایسا کریں کہ اپنے دروازے پر پہریدار کھڑا کر دیں ......فرمایا پہرہ میری جان کا بیت المال اس کی تنخواہ ادا کرے ......عثمان اس کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

میری آخری خواہش یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے شہر میں مجھے موت آئے

پھر ایک آدمی نے کہا امیر المومنین! آپ پھر مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے چلیں......فرمایا جن بدبختوں کو محمد ﷺ کے مدینہ کا لحاظ نہیں......وہ اللہ کے گھر حرم کا کیا لحاظ کریں گے......حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا......حضرت آپ میرے ہاں تشریف لے چلیں فرمایا۔

"واللہِ لَا اَترُکُ دَارَ رَسُوْلِ اللہِ۔"

"میں نبوت کا پڑوس چھوڑ کر......معاویہ تیرے شہر میں نہیں جانا چاہتا"

میری زندگی کی آخری حسرت اور خواہش یہ ہے کہ رسول اللہ کے شہر میں مجھے موت آئے۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

عجیب تمنا تھی ......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی ......ان بلوائیوں کی بدمعاشی بڑھتی چلی گئی ......اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صبر اور حوصلہ بڑھتا چلا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں شہزادوں کو دروازے پر نگران مقرر کیا

بڑی لمبی تفصیل ہے ......چالیس دن کا محاصرہ ایک اور روایت میں آتا ہے پچاس دن کا محاصرہ اور امام اہل سنت حضرت نور الحسن بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے ......جس میں یہ ہے کہ ساٹھ دن تک محاصرہ رہا ......اتنا طویل محاصرہ جن میں سترویں یا اٹھارویں دن ان ظالموں نے ......سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مکان کا جو باہر شاہی دروازہ تھا ......اس دروازے کو آگ لگا دی ......حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں شہزادوں کو دروازے پر نگران بٹھا دیا......کہ اب اندر اس طرف سے بلوائی نہ جاسکیں ......مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا......حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو پہرے پر متعین کیا......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو متعین کیا......اور بھی بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں پر حفاظت کرتے رہے......یہ شخص مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے......لیکن ان کو اجازت سیدنا عثمان ابن عفان کی طرف سے بلوائیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی نہ ملتی تھی......عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ امیر المومنین تھے ......اس لئے یہ امیر کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کر سکے۔[1]

پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ فرشتے بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے ہیں

بالآخر ایک وقت ایسا بھی آیا......کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ خود

---

1. فضائل الصحابہ ص 470ج / ابن کثیر ص 358 ج 7 / مصنف ابن ابی شیبہ ص، 447ج 11 طبع مجلس علمی / تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص 151,152، ج 1 طبع عراق / کتاب انساب الاشراف بلاذری ص 68 ج 5 طبع جدید

مکان کی چھت پر تشریف لے آئے ......اور آ کر ان بلوائیوں کو مخاطب کر کے کہا ظالمو! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تمہارا کیا مطالبہ ہے؟ تم مجھے نہیں جانتے ......کیا میں وہی عثمان نہیں......جس نے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر چوتھے نمبر پر کلمہ پڑھا تھا تمہیں یاد ہے۔

☆...... میں وہی عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہوں......جس کو پیغمبر ﷺ نے اپنی بیٹی رقیہؓ دی تھی۔

☆...... میں وہی عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہوں......جس کو نبی ﷺ نے کہا تھا کہ ابراہیم اور لوط پیغمبر علیہ السلام کے بعد میری امت میں سب سے پہلا جوڑا سیدہ رقیہ اور عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا ہے......جو اللہ کے دین کے لئے ہجرت کر رہے ہیں۔

☆...... میں وہی عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہوں ......جس نے پیغمبر ﷺ کے اشارے پر مال نبوت کے قدموں پر قربان کر دیا تھا۔

☆...... میں وہی عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ہوں......جس کو آتے ہوئے دیکھ کر پیغمبر ﷺ اپنی پنڈلی پر کپڑا ڈال لیتے تھے......تمہیں یاد نہیں۔

☆...... میں وہی عثمان ابن عفانؓ ہوں ......جس عثمان ابن عفانؓ پر پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا فرشتے بھی اس سے حیاء کرتے ہیں۔

☆...... میں وہی عثمان ہوں جس نے مدینۃ الرسول میں پانی کا کنواں خرید کر دیا تھا۔

ارے **ظالمو!** جو پانی کا کنواں میں نے لے کر دیا تھا......آج مجھ کو اس کنویں سے دو گھونٹ پانی پینے کے لئے نہیں مل رہا......اتنا ظلم مجھ پر کس لئے کیا جا رہا ہے؟

تم نہیں جانتے مسجد نبوی کی زمین میں نے خرید کر دی تھی......آج اسی پیغمبر کی مسجد میں تم مجھے نماز نہیں پڑھنے دیتے ......تم نہیں جانتے کہ میں بدر و حدیبیہ میں شریک نہیں تھا......پیغمبر ﷺ نے مجھے شریک قرار دے کر مجھے اس کا حصہ عطاء کیا تھا۔

تمہیں معلوم ہے؟ میں نے دو ہجرتیں کی تھیں ۔پیغمبر ﷺ نے ذوالہجر تین

مجھے کہا تھا...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنی فضیلتیں بیان نہیں کر رہا...... یہ ساری باتیں صرف اس لئے کر رہا ہوں...... کہ شاید اللہ کا خوف تمہارے دل میں پیدا ہو جائے...... تا کہ تمہارے ہاتھ میرے قتل میں ملوث نہ ہوں...... شاید تمہاری نجات ہو جائے...... میں صرف تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے اتنی باتیں بیان کر رہا ہوں...... ورنہ میں تو اپنی جان اپنے مالک کے حوالے کر ہی چکا ہوں۔

حضرت عثمان غنی ﷛ کا پُر تاثیر آخری خطبہ

حضرت نے اتنا عظیم خطبہ دیا...... شاید وہ خطبہ پہاڑوں کو ہوتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے...... لیکن وہ ظالم پہاڑوں سے زیادہ سخت دل تھے...... وہ ایسے بدبخت تھے جن پر کوئی اثر نہ ہوا...... سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ سیدنا علیؓ ابن طالب پانی کا مشکیزہ بھر کر لے گئے...... کتابوں میں لکھا ہے کہ ظالموں نے مشکیزے کو تیر مار کر پھاڑ دیا...... پانی سارا گر گیا حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے اپنی پگڑی اتار کر زور سے دار خلافت کے اندر پھینکی...... اور اونچی آواز سے کہا امیر المومنین! یہ میری نشانی آرہی ہے...... میں آپ کے پاس پانی لے کر آرہا تھا...... لیکن بدبختوں نے پانی بھی مجھے آپ تک نہیں پہنچانے دیا...... اور یہ جملے کہے تھے کہا امیر المومنین! اگر آپ مجھے اجازت دے دیں ان سے مقابلہ کرنے کے لئے...... ہم آپ کے ماتحت ہیں...... ہم آپ کے غلام ہیں...... آپ کے نوکر ہیں...... جب آپ اجازت نہیں دیتے تو ہم کیا کریں؟

عثمان! جان دے دینا مگر خلافت کا کرتہ نہ اتارنا

یہاں ایک سوال یہ ہے...... کہ اتنے حالات خراب ہو رہے تھے...... عثمان رضی اللہ عنہ پھر بھی جنگ کی اجازت نہیں دیتے وجہ کیا تھی؟ وجہ صرف ایک تھی کہ پیغمبر ﷺ سے ایک وعدہ جو نبھانا تھا...... دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ دوست سے کیے ہوئے وعدہ کو نبھاؤ

کیا وعدہ تھا...... حضور ﷺ نے فرمایا عثمان! ایک وقت آئے گا...... اللہ تجھے خلافت کا کرتہ پہنائیں گے...... عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کس نے دی؟ (اللہ نے)

اب جو عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تنقید کرے در حقیقت خدا کے انتخاب پر تنقید ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عثمانؓ! منافق اس کرتہ کو اتاریں گے عثمان! جان دے دینا مگر خلافت کا کرتہ نہ اتارنا!...... اور دوسری بات کہی کہ عثمان! میں تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں...... لیکن اس شرط پر کہ جب تجھ پر مصیبت آئے صبر کرنا مقابلہ نہ کرنا

- طاقت کے باوجود صبر کرنا
- طاقت تھی
- حکومت تھی
- اقتدار تھا

نبوت کی خلافت اور دنیا کی حکومت میں فرق

عثمان! صبر کرنا...... حکومت نہ چھوڑنا...... یہی فرق ہے...... دنیا کی حکومت اور نبوت کی خلافت میں کہ خلیفہ جان دے دیتا ہے...... حکومت نہیں چھوڑتا۔ دنیا کے حکمران حکومت دے دیتے ہیں جان نہیں دیتے...... سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ حکومت سے دستبردار نہیں ہوئے...... کہ پیغمبر ﷺ کی وصیت تھی نبوت سے کیا ہوا وعدہ تھا کہ محبوب میں صبر کر کے دکھاؤں گا...... اسماعیل علیہ السلام نے بھی تو اپنے ابا سے وعدہ کیا تھا۔

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ

"کہ ابا جان مجھے صابرین میں سے پاؤ گے۔"

یہی وعدہ عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا کہ محبوب ﷺ میں صبر کر کے دکھاؤں گا۔

شام کو تیری افطاری کا سامان ہمارے پاس ہے

بات بہت لمبی ہو جائے گی...... مختصر سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے آخری دنوں میں دو خواب دیکھے تھے۔ جن کا نچوڑ بیان کر دیتا ہوں ......ایک خواب میں حضور ﷺ نے فرمایا عثمان !دو چیزوں میں سے ایک منتخب کر لو!......خواب میں حضور ﷺ نے فرمایا عثمانؓ اگر تو ان بدمعاشوں پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے......میں اللہ سے دعا کرتا ہوں خدا تجھے غالب کر دے گا......اور اگر تو میرے پاس آنا چاہتا ہے تو پھر شہادت کی تیاری کر لے......حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے یہ جملے تھے کہ حضور اعضاء کمزور ہو چکے ہیں......بال سفید ہو گئے ہیں جسم بوڑھا ہو گیا ہے ......بیاسی سال میری عمر ہو گئی ہے ...... سلطنت اتنی وسیع ہو گئی ہے ......کہ جس کا سنبھالنا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے......اس لئے میں اب آپ کے پاس آنے کو پسند کرتا ہوں ......جمعۃ المبارک کے دن اٹھارہ ذوالحج کو فجر کی نماز کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت کرتے کرتے تھوڑی سی دیر وقفہ کیا آرام کیا اس دوران پھر ایک خواب آیا......حضور ﷺ نے فرمایا عثمان روزے کی نیت تو کر لی ہے ......شام کو تیری افطاری کا انتظام ہمارے پاس ہے۔[1]

اللہ کے دربار میں بھی عثمان ؓ باحیا ہو کر جائے

حضرت عثمانؓ کی آنکھ کھلی تو فوراً فرمایا نائیلہؓ! یہ حضرت عثمانؓ کی اہلیہ تھیں ......اور ایک بیوی سیدہ اُم البنین تھی ......یہ دونوں بیویاں اندر اس وقت موجود تھیں ......عثمان نے فرمایا نائیلہؓ! جو میں نے پاجامہ سلایا تھا......وہ لے آؤ! پیغمبر ﷺ کی سنت چادر پہننا ہے ...... میں نے پوری زندگی وہ چادر پہنی ہے[2]......آج پاجامہ اس لئے پہن رہا ہوں ......چونکہ میں نے پوری زندگی شرم وحیاء کی زندگی گزاری ہے کہیں ایسا نہ

---

1. ابن سعد ص 53 ج 3 / حاکم ص 99 ج 3 / البدایہ والنہایہ مترجم ص 359 ج 7 فضائل الصحابہؓ ص 472 ج 1
2. ابن حنبل ص 171 ج 1

ہو کہ شہادت کے وقت یہ لوگ مجھے قتل کریں ...... میرا جسم تڑپ رہا ہو۔ میرا جسم کھل نہ جائے ...... اس لئے میں پاجامہ پہنتا ہوں ...... کہ اللہ کے دربار میں بھی عثمان باحیاء ہو کر جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پاجامہ پہنا...... اور تلاوت کرنا شروع کر دی پانچ بدمعاش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں الٹی طرف سے اندر آئے ...... یہ پانچ آدمی اندر گھسے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تلاوت کر رہے تھے ...... چالیس دن کا پیاسا عثمان رضی اللہ عنہ اللہ کے قرآن کو پڑھ رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ کی داڑھی کھینچنے والے کا ہاتھ شل ہو گیا

ایک آدمی آگے بڑھتا ہے ...... اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوں دیکھا ...... تو آنکھوں میں آنسو بھر گئے ...... اور فرمایا ظالم تمہیں شرم نہیں آتی؟ تیرا ابا آج ہوتا تو یہ دیکھ کر برداشت نہ کرتا...... وہ چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قطرے قرآن کریم پر جا گرے

اور دوسرا ظالم آگے بڑھا اس کے ہاتھ میں لوہے کی سلاخ تھی ...... دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر سلاخ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری ...... حضرت عثمانؓ کے سر سے خون کا فوارہ نکلا ...... قرآن مجید کا نسخہ سامنے رکھا ہوا تھا ...... اس قرآن کے نسخے پر خون کے قطرے آپڑے۔

ظالم نے قرآن کو پاؤں سے ٹھوکر لگائی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی چیخ نکل گئی

تیسرا بدبخت آگے بڑھا۔ اس بدبخت نے آگے بڑھ کر جو قرآن کا نسخہ عثمان رضی اللہ عنہ پڑھ رہے تھے۔ اس ملعون نے زور سے قرآن کے نسخے کو پاؤں سے

---

1 سیر الصحابہؓ ص220 ج1

آ کے ٹھوکر ماری قرآن دور جا پڑا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی چیخ نکل گئی۔

قیامت کے دن عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی گواہی اللہ کا قرآن دے گا

سید نور الحسن شاہؒ نے لکھا ہے:...... کہ قرآن گیا تو اس کی ٹھوکر سے تھا...... مگر خود بخود واپس آیا...... اللہ اس میں کیا حکمت ہے؟ رب بتانا چاہتے ہیں ...... عثمان رضی اللہ عنہ! قیامت تک تیری عظمت کو دنیا پر اجاگر کرنا چاہتا ہوں...... قرآن تو واپس لوٹ! عثمانؓ کے خون کو اپنے دامن میں سمیٹ! تاکہ کل قیامت کے دن عثمانؓ کے خون کی شہادت اللہ کے دربار میں خدا کا قرآن پیش کرے! قرآن واپس آیا...... اور عثمان ابن عفان کے خون کے قطروں کو اپنے دامن میں محفوظ کیا۔

سیدہ نائلہؓ کی انگلیاں بھی کٹ گئیں

چوتھے بد بخت نے، جب سیدہ نائیلہ رضی اللہ عنہا چھڑانے کے لئے آگے بڑھیں۔ اس بد بخت نے تلوار ماری...... تو سیدہ نائیلہؓ کی انگلیاں کٹ گئیں [1]
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو عثمانؓ کی چیخ نکلی فرمایا خدا تجھے برباد کرے...... اللہ تجھے ذلیل کرے...... ظالم تیرا دشمن میں ہوں ...... میری بیوی تو دشمن نہیں...... اس پر اتنا ستم نہ کر یہ کیا کر رہا؟

پانچویں قاتل بد بخت کی زیادتی

ایک اور ظالم پچھلی طرف سے آیا...... اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کھینچ کر زمین پر دے مارا...... حضرت عثمانؓ نیچے جا پڑے اس کے ہاتھ میں دھاری دار خنجر تھا۔ [2]

اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارنا شروع کر دیئے ...... وہ

---

1 سیر الصحابہؓ ص 220 ج 1

2 سیر الصحابہؓ ص 220 ج 1

ظالم سینہ چھلنی کرتا رہا......عثمان رضی اللہ عنہ کی نعش یوں تڑپ رہی تھی ......جیسے مچھلی تڑپتی ہے ......اور جب دیکھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تڑپ رہے ہیں......پھر اس بدبخت نے سیدنا عثمانؓ کی گردن پر چھری رکھ کر یوں ......ذبح کیا جیسے بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے ......صرف یہاں تک بس نہیں ......تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے ......پھر مکان کا اثاثہ اکٹھا کر کے آگ لگا دی گئی ......گھر میں جتنی چیزیں تھیں ......ان کو اٹھا کر باہر پھینکا گیا......ان میں سے ایک شخص نے ہنس کر کہا......ارے عثمانؓ کا صرف خون ہی ہم پر حلال نہیں اس کا مال بھی ہمارے لئے حلال ہے ......مال بھی لوٹو! جان بھی لوٹو۔[1]

پہرے دارو! اندر عثمان ؓ شہید ہو چکا ہے

ایک بدبخت حضرت نائیلہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھنے لگا۔نائیلہ رضی اللہ عنہا عورت نے جرأت کے ساتھ یہ کہا خبردار! پاک دامن کی بیوی ہوں......میری طرف بڑھنے کی کوشش نہ کرنا......خدا تجھے غرق کرے تو ہماری طرف بڑھنا چاہتا ہے ......حضرت نائیلہ رضی اللہ عنہا جلدی سے مکان کی چھت پر چڑھیں ......اور اوپر کھڑے ہو کر ایک جملہ کہا کہ:

"اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ قُتِلَ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ"

"لوگو! تم باہر کھڑے ہو کر پہرہ دے رہے ہو...... اندر عثمانؓ شہید ہو چکا ہے!"

تمہارا چچا شہید ہو گیا ہے تم کہاں تھے؟

حضرت علی ؓ کے کانوں میں ......جب یہ جملے پہنچے علی رضی اللہ عنہ چیختے ہوئے باہر نکلے ......چیختے ہوئے آئے شہزادے حضرت حسن و حسین ○ سامنے کھڑے تھے۔

1۔ ابن کثیر مترجم ص365 ج7

امام اہلسنت حضرت نور الحسن بخاری نے لکھا ہے:......کہ حضرت علیؓ نے پوری زندگی اپنے ان بچوں کو کبھی کچھ نہ کہا تھا......اس دن علی رضی اللہ عنہ جذبات میں اتنے تھے ......حضرت سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دھکا بھی دیا......اور طمانچہ بھی مار کر کہا تمہارا چچا شہید ہو گیا ہے تم کہاں تھے؟ جواب دیا ابا جان آپ نے ہمیں دروازے پر بٹھایا تھا......ہم اندر تو نہیں گئے تھے......دشمن دوسری طرف سے گیا ہے جس نے جا کر حملہ کیا ہے۔

یہ وہ کمینے ہیں جنہوں نے مرنے کے بعد بھی معاف نہیں کیا

کتابوں میں لکھا ہے: ......جب سیدنا عثمان ﷜ شہید ہو گئے ......وہ بدمعاش جو اندر کھڑے ہوئے ڈانس کر رہے تھے......ان میں سے ایک بدمعاش نے آگے بڑھ کر......حضرت عثمان ﷜ کی ایک سائیڈ پر درمیان میں زور سے ٹانگ ماری ......اور اس انداز میں ماری کہ کڑک کر کے عثمان ابن عفانؓ کی پسلیاں ٹوٹیں۔نائیلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میری چیخ نکل گئی میں نے کہا......مرنے کے بعد دشمن بھی چھوڑ جایا کرتا ہے......یہ وہ کمینے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مرنے کے بعد بھی معاف نہیں کیا۔

جس چہرے سے نبی ﷺ حیاء کیا کرتے تھے تمہیں حیاء نہیں آئی

تین دن تک امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی نعش بغیر کفن کے پڑی رہی ......تیسرے دن دروازہ کھٹکا......نائیلہ کہتی ہیں میں نے سمجھا......کہ شاید کوئی ہمدرد آگیا ہو میں نے دروازہ کھولا......نائیلہ کہتی ہیں وہ شخص اندر آیا اور کہا ابن عفان......عثمان رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ کیا یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی نعش ہے اس نے چہرے سے کپڑا ہٹا کر ......عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر تیسرے دن کھینچ کر زور سے طمانچہ مارا......بی بی نائیلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ......میں نے کہا خدا تمہیں برباد کرے ......امیر المومنین شہید ہو گئے ہیں...... چوالیس لاکھ مربع میل پر اسلام کا پرچم بلند کیا ہے

......آج اس کو کفن دینے والا کوئی نہیں ......آج اس کو دفن کرنے والا کوئی نہیں۔ ظلم کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے ......جس چہرے سے نبی حیاء کرتا تھا تمہیں حیاء نہیں آئی ...... آج اس چہرہ پہ طمانچہ مارتے ہو۔

آج دنیا میں میرا یہ حال ہے کہ جہنم کی آگ کا انتظار کر رہا ہوں

امام ابن سیرینؒ کہتے ہیں: ......میں نے ایک شخص کو دیکھا ......کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے ......چیخیں مار مار کر کہتا تھا......اللہ مجھے بخش دے لیکن یقین ہے ......کہ تو نہیں بخشے گا......امام ابن سیرینؒ کہتے ہیں......میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے نیچے پڑے ہوئے تھے......دونوں بازو اس کے ٹوٹے ہوئے تھے......زمین پر سیدھا وہ نہیں چل سکتا تھا۔ زمین پر گر گرا کر وہ طواف کرتا تھا......میں نے پوچھا تو کون بدبخت ہے؟ اس نے کہا میں وہی بدبخت ہوں......جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تیسرے دن جا کر طمانچہ مارا تھا......نائیلہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بددعا دی تھی ......آج دنیا میں میرا یہ حال ہے......کہ جہنم کی آگ کا انتظار کر رہا ہوں۔

عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:......کہ میں نے ایک شخص کو دریا کے کنارے پر دیکھا پانی کے قریب بھی پڑے ہوئے کہتا تھا۔ "النار. النار. النار" آگ، آگ، آگ میں نے کہا تجھے کیا ہو گیا ہے؟ کہا میں وہی بدبخت و کمینہ ہوں ......جس نے نائیلہ کی انگلیاں کاٹی تھیں ......اور مجھے عثمان رضی اللہ عنہ نے بددعا دی تھی......آج دنیا میں مجھے یہ آگ لگی ہوئی ہے......میں جہنم کی آگ کا انتظار کر رہا ہوں...... پتہ نہیں کیا بنے گا۔

اللہ کا عذاب اگر تم پر نازل ہو گیا تو قیامت تک بچانے والا کوئی نہیں ہوگا

سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی تین دن تک نعش پڑی رہی ...... تیسرے دن حضرت حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا...... تفصیل کا وقت نہیں ......ان میں سب سے

زیادہ عجیب بات سیدہ اُم حبیبہؓ کی تھی ......(جو امیر المومنین فاتح شام وقبرص سیدنا معاویہ ابن سفیان ﷺ کی ہمشیرہ اور رحمت کائنات کی اہلیہ تھیں) وہ اُم حبیبہؓ نکل کر باہر آ گئیں ...... پردے کے ساتھ مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں ......سیڑھیوں پر چڑھ کر کہا! ظالمو ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ......آج امیر المومنین کو شہید ہوئے تین دن ہو گئے ہیں ......اگر تم عثمان رضی اللہ عنہ کی میت نہیں اٹھانے دیتے ......اگر میں نے اپنے چہرے سے حجاب ہٹا دیا......محمد ﷺ کی عزت اگر بے پردہ ہو کر باہر آ گئی ......اللہ کا عذاب اگر تم پر نازل ہوا تو قیامت تک تمہیں بچانے والا کوئی نہیں ہو گا......ظالم پیچھے ہٹ گئے ......صحابہ ﷺ آگے بڑھے ۔ان میں سے سترہ یا اٹھارہ صحابہ ﷺ کے متعلق آتا ہے ......کہ رات کے سناٹے میں نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن کر دیے گئے۔بدلہ نہ لینے میں صرف وہی ایک بات تھی ......کہ امیر المومنین نے روکا تھا......کہ مقابلہ نہیں کرنا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

پاکیزہ کس کی سوچ ہے قرآن کی طرح
ملتا ہے کون موت سے عثمانؓ کی طرح
دیتا ہے کون مردہ زمینوں کو روشنی
سچا ہے کون آیتِ قرآن کی طرح
رکھا ہے کس کے سر پہ حیاداروں کا تاج
آنکھیں ہیں کس کی عرش کے مہمان کی طرح
سوچو تو کون کس کی حفاظت کے واسطے
باہر کھڑے ہیں دھوپ میں دربان کی طرح
آنکھوں میں کون چھوڑ گیا نور کے چراغ
ہونٹوں پہ کون رہ گیا مُسکان کی طرح
رکھا ہے کس نے عظمتِ انسان کا بھرم
مرتا ہے کون حضرت عثمانؓ کی طرح
کرتا ہے کون سب کی خطاؤں سے درگزر
سینہ ہے کس کا وادیٔ فاران کی طرح
کس ہاتھ کو نبیؐ نے کہا ہے غنیؓ کا ہاتھ
بیعت ہے کس کی بیعتِ عثمانؓ کی طرح
انجم مجھے یہ کون بچاتا ہے کفر سے
رہتا ہے دل میں کون یہ ایمان کی طرح

وہ مائیں پیدا کرتی تھیں نمازی
دھنی تلوار کے میداں کے غازی
وہ مائیں جبکہ لیتی تھیں بلائیں
یوں بیٹے کو کرتی تھیں دعائیں
عبادت میں کٹے بیٹا جوانی
شہادت میں ختم ہو زندگانی
وہ مائیں گھر کی دیواروں کی زینت
نہ یہ مائیں کہ بازاروں کی زینت
وہ مائیں مسجد میں بھی نہ جائیں
نہ یہ مائیں کہ پوجیں خانقاہیں
وہ مائیں جن کا دل آہن جگر شیر
نہ یہ مائیں کہ بکتی ہیں ننگے سیر
بھلا بیٹے وہ کب مسجد کو آئیں
جن کی نامعقول ہوں ایسی مائیں
کھیلنا لازم تھا جنکو ننگی شمشیروں کیساتھ
وہ کلب میں ناچتے ہیں اپنی ہمشیروں کیساتھ
اس زمین پر سانپ اور اژدھے برسنے چاہئیں
برق گرنی چاہئے پتھر برسنے چاہئیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں عورت کا مقام

تیرا حجرہ امین خاص ہے ذات رسالت کا
بساط ارض پر یہی ہے ٹکڑا جنت کا
اسی میں رحمت العالمین رہتے تھے رہتے ہیں
یہی ٹکڑا ہے جس کو گنبد خضریٰ بھی کہتے ہیں
اسی سے حشر کے دن سرور کونین اٹھیں گے
مگر تنہا نہیں اٹھیں گے مع شیخین اٹھیں گے

اسلام میں عورت کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِیْنَ فُرُوْجَھُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً وَّالذَّاکِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْراً عَظِیْماً ○ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ [1]

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا صَلَّتِ الْمَرْاَۃُ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَحَفِظَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَھَا دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ [2] او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ○

✿✿✿✿......✿✿✿✿

---

1 منبہات ابن حجر عسقلانی ص 22-21، المطبع المجتبائی فی الدہلی یہی روایت آپ کو مشکوٰۃ ص 449 ج 1/ مسند احمد نسائی اور مسند ابی یعلیٰ ص 269 ج 3 (بیروت) پر بھی مل سکتی ہے۔ 2 ابن حبان / ترغیب ص 33 ج 3 / رواہ البزار عن انس

تمہیدی کلمات

قابل اعزاز و تکریم......واجب الاحترام......بزرگو......دوستو......اور بھائیو!

آج کے خطبہ میں عورت کا مقام اسلام کی نگاہ میں کیا ہے؟ اسلام سے پہلے اسکی کیا حالت تھی......اور اسلام نے اسے کتنی عظمتیں عطا کی ہیں؟ اس عنوان پر کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں......اور یہ بھی چند دوستوں کی فرمائش پر ہے......کہ اس موضوع پر کچھ گفتگو ہونی چاہئے...... جو آیت کریمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے...... یہ سورۃ احزاب کی آیت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے...... کہ جناب نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ عورتیں حاضر ہوئیں......بعض حضرات نے لکھا ہے......کہ حضرت ام عمارہ تھیں اور بعض کا خیال یہ ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس تھیں......اور بعض روایات میں کچھ اور عورتوں کے نام بھی آتے ہیں......حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا ......کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! سارے کے سارے قرآن مجید میں جب بھی اللہ نے کہیں خطاب کیا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا!" اہل ایمان مردوں کو خطاب ہوا ہے، عورتوں کا تذکرہ ہی نہیں......تو جیسے دور جاہلیت میں عورتیں گری ہوئیں تھیں......کیا اسلام میں بھی ان کی یہی حالت ہے کہ ان کا کوئی مقام نہیں...... یہ اتنی گئی گزری ہیں کہ ان کا تذکرہ ہی کہیں قرآن مجید میں نہیں آتا۔

جس عورت میں دس خوبیاں ہوں وہ جنت کی وارث ہے

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تسلی اور دلجوئی کے لئے فوراً یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ:

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ" (الیٰ آخرہ) 1

پوری آیت جس میں نیک عورتوں کی اللہ نے دس صفات بیان فرمائیں...... کہ جن عورتوں میں یہ دس خوبیاں ہوں یہ سمجھ لو......کہ وہ عورت نہایت ہی نیک متقی پرہیزگار

---

1 ابن کثیر ص 478 ج 3، اخرجها ترمذی فی تفسیر سورۃ الاحزاب من کتابه

اور جنت کی وارث ہے......اور جن میں یہ دس صفات نہ ہوں......وہ جنت کی وارث اپنے آپ کو کہلوا نہیں سکتیں......یا ان صفات میں کمی ہو اللہ بخش دے، کریم ہے......ورنہ یہ کہ جو صفات اللہ نے خود ارشاد فرمائیں......ان پر کار بند ہونے والی ہی خواتین صحیح معنیٰ میں نیک......اور صالح و متقی و پرہیز گار کہلوا سکتی ہیں......گویا یہ آیت کریمہ ان مستورات کی تسلی کے لئے نازل ہوئیں۔

اسلام سے قبل عورت کو انسان کی جنس ہی تصور نہیں کیا جاتا تھا

جن کے ذہن میں یہ اشکال تھا......کہ عورت کا مقام اسلام میں کوئی نہیں......اور وہ یہ سمجھتی تھیں......کہ اسلام سے پہلے دورِ جاہلیت میں جیسا حال تھا......شاید ویسا اب ہو لیکن یہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا......اسلام کے آنے سے پہلے دورِ جاہلیت میں......عورت کو انسان کی جنس ہی تصور نہیں کیا جاتا تھا......بلکہ لوگ یہ سمجھتے تھے......جس طریقہ سے انسان کی خدمت کے لئے جانور ہوتے ہیں......گدھے ہوتے ہیں......گھوڑے ہوتے ہیں......اونٹ ہوتے ہیں......اور دیگر مویشی جانور جن پر مختلف قسم کے وزن ڈالتے اور لادتے ہیں......بار برداری کرتے ہیں......اور ان پر سواری کرتے ہیں......تو دور جاہلیت میں اسلام سے پہلے تصور یہ تھا......کہ شاید عورتیں بھی اسی قسم کی ایک جنس ہے......جانوروں کی طرح مرد کے کام آتی ہے......اور اس کا کوئی کمال نہیں......یہی وجہ ہے کہ عورت کو اگر ایام حیض ماہواری کے دن آتے......مرد ان سے اتنی نفرت اور گھن کھاتے......کہ ان کے ہاتھ کا پکا ہوا......کھانا نہیں کھاتے تھے......اس طریقہ سے اگر کسی عورت کو طلاق دیدی جاتی......جب چاہتا مرد اسے اپنے کنٹرول واختیار میں رکھتا......جب چاہتا اسے پھر چھوڑ دیتا......اسکی کوئی عدت نہیں کوئی مدت نہیں تھی......ورنہ اسلام نے اسکی حدود و قیود متعین کی ہیں......اسلام نے اتنے تک اختیار دیا ہے......کہ جب تک عورت کا اپنا منشاء شامل نہ ہو......اس میں اس وقت تک اس کا کسی جگہ پر نکاح......اس کے ورثاء شدت وسختی کے ساتھ نہیں کر سکتے......اگر وہ عاقلہ بالغہ ہے اسلام

نے اس کو یہ اختیار دیا ہے......تو اسلام نے اس کو یہ مقام...... یہ اعزاز...... یہ وقار دیا ہے......اسلام سے پہلے عورت کو یہ مقام نہیں ملا تھا......عورت کی دس صفات قرآن کریم نے بیان کیں......جو اس آیت کریمہ میں ہیں......جو میں نے تلاوت کی ہے......اور پھر آپ حیران ہوں گے......کہ بہت ساری خوبیاں ایسی ہیں......کہ جو عظمتیں صرف عورت کو ملیں......دنیا میں کسی مرد کو وہ عظمت نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ حضور کی خدمت کے لئے غارِ حرا جایا کرتی تھیں

اسلام جس وقت آیا حضور اکرم ﷺ پر نبوت کا اظہار ہوا سب سے پہلی وحی نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o

یہ پانچ آیتیں ابتدائی جس وقت نازل ہوئیں......حضور اکرم ﷺ اس وقت......جبل نور پر غار حراء میں تھے......تقریباً دو ہزار فٹ کی بلند ایک پہاڑی ہے......بہت اونچا سفر ہے......ایک گھنٹہ اس کی چڑھائی پر لگ جاتا ہے......اور حضور اکرم ﷺ کا ایک معمول اور عادت شریفہ تھی......کہ آپ اکثر وہاں پر عبادت کے لئے تشریف لے جاتے......ذکر کرتے......تسبیح و تہلیل کرتے......اللہ کو یاد کرتے......اور کچھ دنوں کا کھانا اور سامان ساتھ لے کر جاتے......پھر آپ جب وہاں سے فارغ ہوتے......چیزیں ختم ہو جاتیں......آقا ﷺ واپس تشریف لے آتے......کبھی کبھی خدیجۃ الکبریٰ ام المؤمنین سلام اللہ علیہا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں وہاں جایا کرتی تھیں......یعنی اس طریقہ سے حضور ﷺ وہاں عبادت کرتے......اور جب یہ پہلی وحی نازل ہوئی......اور فرشتہ آیا اور حدیث پاک میں آتا ہے......کہ حضور ﷺ غار کے اندر بیٹھے تھے فرشتہ سامنے سے یوں گزرا......ایک دو اس نے چکر لگائے......حضور ﷺ نے اس کی شکل کو دیکھا......تو آپ حیران ہوئے کہ......ایسی شکل میں نے کبھی نہیں دیکھی......پھر وہ حضور ﷺ کے قریب آیا......حضور ﷺ کو اس نے

کھڑا کر کے اپنے سینہ سے لگایا...... جیسے چمٹایا جاتا ہے...... گلے لگ جاتا ہے...... اس طریقہ سے پہلے کہا" اقرأ " حضور ﷺ نے فرمایا:"ما انا بقارى" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں...... پھر کہتا ہے "اقرأ" حضور ﷺ فرماتے ہیں: "ما انا بقارى" میں پڑھا ہوا نہیں...... پھر کہتا ہے "اقرأ "حضور ﷺ نے فرمایا:"ما انا بقارى" بار بار وہ دباتا ہے...... اور پھر حضور ﷺ کو ایک جملہ کہتا ہے:"اقرأ باسم ربک الذی خلق " پیارے پیغمبر ﷺ اس رب کے نام سے پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا۔[1]

خدا کے حکم کے بغیر نبی اپنی زبان سے کوئی جملہ نہیں نکالتے

کیونکہ پیغمبر ﷺ کی خصوصیت یہ ہے:"وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى"" جب تک خدا کا قانون نہ ہو...... حکم ربانی نہ ہو...... نبی اپنی زبان سے کوئی جملہ نہیں نکالتے ......تو آقا ﷺ کیسے پڑھ لیتے......؟ جبرائیل علیہ السلام کے کہنے سے اس لئے ،جبرائیل کو کہنا پڑا......اس رب کے نام سے پڑھئے......جس نے آپ کو پیدا کیا...... تو تب آپ نے یہ آیات طیبات پڑھنا شروع کیں......پہلی وحی تھی......نزول وحی اس کا بوجھ اس قدر......اس کی شدت کہ اس کو برداشت کرنا......عام معمولی بات نہ تھی...... بلکہ حدیث پاک میں آتا ہے...... کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پر جب اللہ تبارک وتعالیٰ احکامات بھیجتے تھے......اور حکم دیتے تھے کہ جاؤ جا کر میرے پیغمبر ﷺ کو یہ احکامات بتا کر آؤ......تو حضرت جبرائیلؑ یہ احکام سنتے ......اور بے ہوش ہو کر گر جاتے ......اور جب ہوش میں آتے تو دیگر فرشتے پوچھتے تیرے رب نے کیا کہا؟ بے ہوشی میں اتنا کہتے جو کچھ میرے رب نے کہا وہ سچ کہا ہے...... مجھ سے نہ پوچھو!...... کہ میرے رب نے کیا کہا ہے ......جب سفر کر کے یہاں حضور ﷺ تک پہنچتے پھر وہی کلمات زبان پر جاری ہوتے...... جو اللہ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام کو عطا کئے گئے تھے۔

1. صحیح بخاری ص۲ ج۱۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کی خود تربیت کرتے ہیں

یہاں اشکال کے طور پر ایک بات عرض کردوں...... اگر چہ اس کا مضمون سے کوئی تعلق نہیں...... اصل میں عورتوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا...... وہ یہ کہ بعض لوگ یوں کہہ دیا کرتے ہیں...... کہ جی جبرائیل علیہ السلام انبیاء کا بھی استاد ہے...... اس نے نبیوں کو پڑھایا ہے...... وہ تمام انبیاء کے پاس وحی لے کے آیا ہے...... تو یہاں یہ بات ذہن میں رکھئے...... کہ انبیاء علیہ السلام کا استاد سوائے خدا کے اور کوئی نہیں...... جبرائیل بھی استاد نہیں کوئی بھی فرشتہ ان کا استاد نہیں...... نبیوں کی ہستیاں ایسی ہوا کرتی ہیں...... کہ ان کی تربیت براہِ راست اللہ تبارک وتعالیٰ کرتے ہیں...... خدا ان کی نگرانی کرتے ہیں...... اور اللہ ہی ان کو اپنی تربیت میں رکھتے ہیں...... اور اللہ تبارک وتعالیٰ خود ان کو تعلیم دیتے ہیں...... عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! جس طریقے سے ماں باپ اپنی اولاد کو اٹھنا بیٹھنا سکھاتے ہیں...... چلنا پھرنا سکھاتے ہیں...... معاملات اور کاروبار سکھاتے ہیں...... باپ' اگر بچہ چھوٹا ہو تو انگلی سے پکڑ کر کہتا ہے...... بیٹے! یہاں پر بیٹھنا اس کے ساتھ دوستی رکھنا...... اُس کے ساتھ تعلقات رکھنا...... اس کے پاس جانا...... اس کے پاس نہ جانا...... یہ تمہارا دشمن ہے...... ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔

خدا اپنے پیغمبر کی انگلی پکڑ کر چلانا پھرانا سکھاتا ہے...... اللہ خود تربیت کرتے ہیں انبیاء علیہ السلام کی...... رہی جبرائیل کی حیثیت علماء نے لکھا ہے...... کہ جیسے آپ کسی صاف تختی پر کوئی چیز لکھنا چاہیں تو آپ اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے...... بلکہ قلم استعمال کرتے ہیں...... تو قلم درمیان میں ایک ذریعہ ہوتا ہے لکھنے کا...... اصل چیز جس پہ لکھا جارہا ہے...... وہ تختی ہے اور لکھنے کی جو طاقت وقوت کارفرما ہے...... وہ آدمی کا ہاتھ ہے...... اور درمیان میں قلم ایک واسطہ ہے...... جس واسطہ سے لکھا جارہا ہے...... گویا وہ تختی پیغمبر کا قلب اطہر اور وہ ہاتھ اللہ کی قدرت کا ہاتھ ہے...... خدا نے تو جبرائیل علیہ السلام کو قلم کے طور پر بطور واسطہ کے بنا کے...... جناب سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پہ وحی کو لکھ دیا...... ورنہ جبرائیل

علیہ السلام استاد بن کر نہیں آئے......اب کوئی شخص جب لکھ لیتا ہے......تو میں اور آپ میں سے کوئی آدمی یہ نہیں کہتا......کہ یہ قلم کا لکھا ہوا ہے...... یہ اس قلم کی قوت ہے......کہ اس نے اتنی تحریر بنا دی......نہیں ہم کہتے ہیں......فلاں آدمی کو اللہ نے اتنی قوت دی ہے...... فلاں صاحب قلم ہے......فلاں صاحب تحریر ہے......اس کے اندر اللہ نے استعداد رکھی ہے......کہ وہ لکھتا ہے......قلم بذات خود کچھ نہیں لکھ سکتا......جب تک اسے ہاتھ میں پکڑ کر لکھا نہ جائے۔

سب سے پہلا اعزاز عورت کو ملا ہے

جبرائیل علیہ السلام خود آ نہیں سکتے ......جب تک خدا کی طرف سے حکم نہ ہو......تو میں عرض کر رہا تھا...... حضور ﷺ واپس تشریف لائے...... جب گھر پہنچے......تو سب سے پہلے ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے۔ ......اور آ کر فرمایا خدیجہ!

"زَمِّلُوْنِیْ' زَمِّلُوْنِیْ' زَمِّلُوْنِیْ"

"مجھے کملی اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھ پر کپڑا اڈالو"

اور پھر حضور اکرم ﷺ کے جسم پہ کپکپی اور اس وحی کے بوجھ کی وجہ سے...... پسینہ اور پھر ادھر سے شدت......یعنی وہ جو پسینہ آ رہا تھا......وحی کا بوجھ اور آپ پہ وہ کپکپی کی کیفیت طاری تھی...... یہ بھی اسی کی شدت کی وجہ سے......تو حضور ﷺ پہ چادر ڈالی گئی...... اور پھر چادر ڈالنے کے بعد......تھوڑی دیر تسلی دی گئی......تو بخاری شریف کے پہلے باب کی پہلی حدیث جس کی راویہ عائشہ صدیقہؓ ہیں......اور وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے حوالہ سے یہ بات نقل کرتی ہیں......کہ جب حضور ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی......اور حضور ﷺ پریشانی کے عالم میں تشریف لائے......اور آ کر خدیجۃ الکبریٰ کو یہ بات بتائی......کہ مجھ پر اس قسم کی ایک وحی آئی ہے......ایک فرشتہ آیا ہے......وہ ایک انسانی شکل میں تھا......اس نے آ کر مجھے یوں دبایا میں نے اس کو اس کی اصلی حالت میں اس انداز میں دیکھا ہے...... مشرق سے مغرب تک......شمال سے جنوب تک پورے آسمان کو اس نے گھیرا ہوا ہے......

سارے آسمان پر اس کے پر پھیلے ہوئے تھے چھ سو سے زائد اس کے پر تھے...... میں نے اس شکل کو دیکھا اس نے مجھے کہا "اقرا" میں نے کہا "ما انا بقاری" دوسری مرتبہ کہا میں نے پھر انکار کیا اس پر اس نے مجھے دبایا اور کہا:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ"

میری زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے...... تو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے جب یہ جملے سنے حضور ﷺ کی اس پریشانی کی کیفیت کو دیکھا عمر کے لحاظ سے بڑا تفاوت تھا...... حضرت خدیجۃ الکبریٰ اس وقت تقریباً 55 سال عمر پا چکی تھیں...... اور ادھر سے رحمت العالمین ﷺ کی عمر چالیس سال تھی۔

یہ پہلا واقعہ تھا...... حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کے دور کی وہ کتابیں اور آسمانی صحیفے اور ان حوالوں کو دیکھا ہوا تھا...... وہ واقعات سنے ہوئے تھے...... کہ وحی اس انداز میں آتی ہے...... اس لئے فوراً حضور ﷺ کو تسلی دینے کے لئے چار جملے کہے...... جو سب سے پہلے اس عورت کو یہ سعادت ملی...... کہ پیغمبر ﷺ پر ایمان بھی لائی...... اور پیغمبر ﷺ کی وحی کی تصدیق کر کے اس کو تسلی بھی دی...... یہ اس عورت کو اعزاز ملا ...... نہ ابو بکرؓ جیسے مرد کو ملا...... نہ علی ابن ابی طالبؓ کو ملا...... نہ عمر بن خطابؓ...... عثمانؓ، طلحہؓ، وزبیرؓ، یہ لوگ تو اسلام ہی بعد میں قبول کرتے ہیں...... یہ اعزاز سب سے پہلے عورت کو ملتا ہے کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہؓ فرماتی ہیں: "کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا" رب کعبہ کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں...... اللہ آپ کو رسوا نہ کریں گے اس لئے کہ:

☆...... اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ "آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔"

☆...... تَحْمِلُ الْکَلَّ "دوسروں کو کما کر کھلاتے ہیں۔"

☆...... تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ "دوسروں کا بوجھ کندھوں پر اٹھاتے ہیں۔"

☆...... تَقْرِی الضَّیْفَ "مہمانوں کی عزت کرتے ہیں۔"

☆...... وتعین علیٰ نوائبِ الْحَقِّ "۔"

اور جس آدمی میں یہ پانچ خوبیاں ہوں...... کہ وہ دوسروں کا بوجھ اٹھاتا ہو ...... مہمانوں کی عزت کرتا ہو...... صلہ رحمی کرتا ہو...... اور دوسروں کو کما کر کھلاتا ہو...... جس میں یہ خوبیاں اللہ نے رکھی ہوں...... بیوی نے فرمایا میں قسم اٹھا کر کہتی ہوں:

"کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَداً"

"رب کعبہ کی قسم اللہ آپ ﷺ کو ذلیل ورسوا نہیں کریں گے یہ اللہ کی طرف سے آپ پر وحی کے احکامات ہیں جو آپ پر نازل ہو رہے ہیں"[1]

سب سے پہلے کلمہ پڑھنے والی عورت ہے

حضرت خدیجۃ الکبریٰ یہ پہلی خاتون ہیں...... اسلام کی تاریخ میں پہلی عورت ہے...... جس کو یہ اعزاز حاصل ہوا...... کہ اس عورت نے پیغمبر ﷺ کا کلمہ پڑھا...... اس عورت نے وحی کی تصدیق کی...... اس عورت نے حضور ﷺ کو تسلی دی...... یہ مقام صرف اس عورت کو ملا ہے...... اسلام میں اور کسی کو نہیں ملا۔

سب سے پہلے جام شہادت نوش کرنے والی عورت ہے

سب سے پہلے اسلام میں جام شہادت نوش کرنے کی سعادت عورت کو ملی ہے...... کسی مرد کو نہیں ملی آپ حیران ہوں گے...... میں یہ آپ کو بتا رہا ہوں...... کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے...... عورتوں نے اسلام کی خاطر کتنی جانثاری اور قربانیاں پیش کی ہیں۔

آج کا عنوان صرف عورت ہے...... عورت پر بات سنئے...... حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بہت ہی مشہور و معروف ترین اسلام کے ابتدائی دور کی وہ خاتون ہیں...... جس

---

1. صحیح بخاری ص 3 ج 1 / ابوداؤد کتاب اللباس رقم 2561 / مسند احمد رقم 16920 / المستدرک علی الصحیحین للحاکم ص 202، ج 2 / جامع الاصول فی احادیث الرسول ص 275، ج 11 / شرح السنہ ص 883، ج 1 / سنن البیہقی الکبریٰ ص 5، ج 19 / صحیح ابن حبان ص 218، ج 1 / صحیح مسلم ص 381، ج ابدء الوحی / مسند ابی عوانہ ص 103، ج 1 / مسند احمد بن حنبل ص 232، ج 2 / مسند اسحاق بن راھویہ ص 314، ج 2 / مصنف عبدالرزاق ص 321، ج 5

نے اسلام کی خاطر مصائب اور تکالیف برداشت کیں...... بہت ہی مشہور انکا وہ واقعہ ہے...... کہ جب ہجرت کر کے جانے لگیں......ابو جہل نے روک دیا نہیں جانے دوں گا ......کہا یہ مکان میں نے تمہیں بنوا کر دیا تھا......تیرا شوہر میرا غلام ہے......میں اسے اپنے کنٹرول میں رکھتا ہوں...... تجھے اس سے علیحدہ کر لیتا ہوں...... تجھے اپنی باندی بنا کر رکھوں گا...... یہ مکان میں نے بنوا کر دیا تھا......رہائش کی جگہ میری تھی...... یہاں جو ساز وسامان ہے......وہ میں نے تمہیں مہیا کیا تھا سب کچھ لے لیتا ہوں۔

سیدہ سمیہؓ نے سب کچھ قربان کیا......بالآخر اس ظالم سے پھر بھی نہ رہا گیا...... بدبخت نے دو اونٹ منگوائے......ایک دائیں طرف کھڑا کیا......دوسرا بائیں طرف کھڑا کیا......سیدہ سمیہؓ کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے باندھی......دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھی......ایک برچھا زہر آلود لیکر آیا......کھڑا کر کے بدبخت نے بے شرمی کے عالم میں وہی برچھا......سیدہ سمیہؓ کے نازک حصہ شرمگاہ پہ کھینچ کے مارا......اونٹوں کو دوڑایا ......لاش دو ٹکڑے ہوئی......زبان پر یہ کلمے تھے۔"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اسلام کی سب سے پہلی شہید یہ خاتون تھی......اس کو یہ سعادت حاصل ہوئی......جس نے جام شہادت نوش کیا......اس سے پہلے کسی کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی۔

مردوں نے شہادت بعد میں حاصل کی......عورت نے شہادت پہلے حاصل کی...... مردوں نے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق تو بعد میں کی......ابوبکر صدیقؓ تو اس وقت سفر پر گئے ہوئے تھے جب "اقرأ باسم ربک الذی خلق" کی آیتیں اتری تھیں پہلی تصدیق اگر کسی نے کی ہے......تو وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے کی ہے۔

اسلام نے ماں کی عظمت سے آشنائی کرائی ہے

تو میں آپ کو بتا رہا ہوں......اسلام میں عورت کا کیا عظیم مقام ہے......کتنا اس کو مرتبہ ملا......اسلام سے پہلے اس کو ذلیل رکھا جاتا تھا......اسلام کے بعد اس کی عزت کی گئی......اسلام سے پہلے لوگ ماں کے ساتھ نکاح کرتے تھے......اسلام کے آنے کے

بعد اسلام نے کہا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ''جنت تمہاری ماں کے قدموں تلے ہے۔1''

اسلام سے پہلے لوگ اپنی بہنوں کو...... بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے...... اسلام نے آنے کے بعد کہا...... یہ بیٹیاں زندہ درگور کرنے کے قابل نہیں...... بیٹیاں تو پیشانی چومنے کے لائق ہوتی ہیں...... اسلام نے اس عورت کو یہ مقام دیا...... قرآن مجید نے انکی دس صفات بیان کیں پہلی صفت فرمایا:

''ان المسلمین والمسلمات'' سب سے پہلی صفت یہ ہے...... کہ مسلمان مرد مسلمان عورتیں ''والمؤمنین والمؤمنات'' مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں...... اسلام اور ایمان لانے والی عورتیں ہی کامیاب وکامران ہیں...... مرد ہی کامیاب وکامران ہیں۔

ایمان اور اسلام میں فرق

مردوں کا ضمناً تذکرہ ہے...... حقیقت میں آیت کریمہ عورتوں کے لئے نازل ہوئی تھی...... دو چیزیں بتائیں...... ایک اسلام ایک ایمان...... دونوں میں خفیف سا فرق ہے...... ایمان کہا جاتا ہے...... دل کی کیفیت کو اسلام کہا جاتا ہے...... ظاہری اعضاء کی کیفیت کو...... ایمان اندر کی حالت ہے۔

''آمنت باللہ و ملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر''

''اللہ پر ایمان لانا فرشتوں کا دل سے یقین کرنا ماننا، آسمانی کتابوں کو تسلیم کرنا، انبیاء کو تسلیم کرنا، اور آخرت پر یقین رکھنا''

یعنی جن باتوں کا تعلق دل کے ساتھ ہے...... ان کو ایمان کہا جاتا ہے...... ایمان ماننا دل سے تسلیم کرنا ان پر اعتماد کرنا...... اور اسلام کے معنٰی ہیں ...... تابعداری فرمانبرداری ...... انقیاد ظاہری...... کہ ظاہراً اپنے آپ کو خدا اور رسول کے حکموں کے مطابق ڈھال دینا...... دل میں بھی یقین ہو...... کہ اللہ کا جو حکم ہے سچ ہے...... پیغمبر ﷺ

---

1 مسند شہاب ص ۱۱۹ ج ۱۱

نے جو فرمایا ہے...... سچ ہے...... اسلام نے جو ہمیں حکم بتایا ہے وہ سچ ہے...... اور دل کے یقین اور اعتماد کے ساتھ...... دوسری بات یہ ہے...... کہ عملی طور پر بھی ہمیں قرآن وسنت کے مطابق زندگی ڈھالنی چاہئے...... گویا اسلام نے یہ بتایا کہ وہ عورتیں اور وہ مرد جو مؤمن بھی ہوں...... اور مسلمان بھی ہوں...... مؤمن ہوں...... کہ ان کے دل کا ایمان درست ہونا چاہئے۔

خدا کی ذات پر یقین...... خدا کی صفات پر یقین...... اللہ کی عبادات پر یقین...... پیغمبر ﷺ کی ہر بات پر یقین...... آسمانی فرشتوں پر یقین...... آسمانی کتابوں پر یقین...... آخرت پر یقین...... اچھی اور بری تقدیر کے...... منجانب اللہ ہونے پر یقین...... یوم قیامت کے قیام پر یقین...... یہ دل کی کیفیت ہے...... اور یہ ایمان ایسے ہونا چاہئے...... جیسے سیدہ سمیہؓ کا تھا...... کہ جس عورت نے اپنی جان کے ٹکڑے کرائے...... اسلام میں سب سے پہلے...... یہ سعادت عورت کو ملی۔

سب سے پہلے عظمت اسلام کے لئے آنکھیں نکلوانے والی عورت ہے

سیدہ زنیرہؓ کی آنکھیں نکال دی گئیں...... نابینہ ہوگئیں...... اس نابینگی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہوئیں...... لیکن اسلام کی عظمت کا انحراف نہ کیا...... اپنے مؤقف سے نہ ہٹیں یہ سعادت بھی عورت کو ملی...... ایمان یوں ہونا چاہئے...... اور دوسری چیز ہے اسلام...... اسلام کے معنیٰ ہیں...... ظاہری تابعداری...... ظاہری فرمانبرداری...... کہ جو حکم ہوا اللہ کی طرف سے...... اللہ کے رسول کی طرف سے...... اس پہ فرمانبرداری اور تابعداری کرنے میں...... چوں چرا ں نہیں ہونی چاہئے...... کہ یہ نہ کروں...... اس کے کرنے پہ کتنا اجر...... نہ کرنے میں گرفت ہے...... یا یہ کہ ویسے ہی چھوٹ جائے گی...... یا اگر نہ کیا تو کونسا کوئی فرض عمل ہے...... مستحب ہی تو ہے...... ثواب ہی تو ہے۔

ازواج مطہرات ذراسی بات پر ڈٹ جایا کرتی تھیں

اور پھر ازواج مطہرات اور حضور ﷺ کی خواتین میں اسلام کی فرمانبرداری کا عالم یہ ہوا کرتا تھا...... کہ ذرا ذرا سی بات پہ قرآن وسنت کے قانون پہ اتنی ڈٹ جایا کرتی تھیں۔

حضرت سیدہ عائشہؓ کا چھوٹا سا بھانجا...... ایک مرتبہ کھیل رہا تھا...... جیسے ہمارے ہاں بچے گولیاں کھیلا کرتے ہیں ......اس انداز میں حضرت عائشہؓ نے اسے روکا...... کہ بیٹے یہ کھیل نہ کھیلا کرو...... حضور ﷺ نے لہوولعب سے منع فرمایا ہے...... بی بی صاحبہ اپنے کام میں مصروف ہوگئیں...... بچہ پھر اسی کام میں لگ گیا...... چونکہ بچپنہ تھا...... پھر دوبارہ وہی کیفیت ...... پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا اور روکا...... تیسری مرتبہ سیدہ نے قسم اٹھائی...... بھانجا ضرور ہے پیار ہے تجھ سے...... لیکن تیرے ساتھ بات نہیں کروں گی...... آئندہ نہیں بولوں گی...... کہ میں تجھے پیغمبر ﷺ کی شریعت پہ عمل کرنے کا کہتی ہوں...... تو اپنی مرضی کا کام کرتا ہے...... صحابہ کرامؓ نے منایا بچہ نے معافی مانگی...... تب کہیں جا کر سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اس سے بات کرنا شروع کی۔

تو میں عرض کر رہا تھا ......اسلام اور ایمان دونوں پہ فرمانبرداری ......اور تابعداری دل کا یقین جیسے ان عورتوں کا تھا...... آج ہمارے ہاں عورتوں میں وہ بات نہیں...... مردوں میں نہیں عورتوں میں کہاں سے آئے......اس دور میں عورتیں اس بات کا اہتمام کیا کرتی تھیں ......نماز کا اہتمام ہے...... روزہ کا اہتمام ہے...... ذکر کا اہتمام ہے...... تسبیح وتہلیل کا اہتمام ہے۔

حتیٰ کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو کہا گھر میں سویا ہوا ہے...... تو جا اٹھ اللہ کے دربار میں عبادت کر...... میں بھی دو نفلیں پڑھتی ہوں...... تو بھی جا کر نوافل پڑھ...... تو وہاں دعا مانگ...... میں یہاں دعا مانگتی ہوں...... گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہیں ہے...... عورت نے اپنی چکی صاف کی...... ذرا گھومائی...... اس نے نوافل پڑھنا شروع کر

دیئے...... مرد مسجد میں چلا جاتا ہے...... اور یہ ایک شریعت کا مسئلہ سنئے!

حدیث پاک میں آتا ہے:

اسلام عورت کے پردے کا محافظ ہے

لیکن عورت کے لئے حکم یہ ہے...... کہ سر سے لیکر پاؤں تک سارے کا سارا وجود ڈھکا ہوا ہو...... سوائے اعضائے سجدہ کے...... یعنی پاؤں دو ہاتھ کی ہتھیلیاں...... اور ایک چہرہ...... پیشانی کا ایک بال بھی نظر آنا نہیں چاہئے...... عورت کو چھپانے کا حکم ہے...... عورت کے معنیٰ ہی عربی میں چھپانے کے ہیں...... عورت چیز ایسی ہے جسے چھپایا جاتا ہے...... مرد ایسی چیز ہے جسے ظاہر کیا جاتا ہے...... تو اس کو چھپ کر عبادت کرنے کا حکم ہے...... مردوں کو ظاہراً عبادت کرنے کا حکم ہے...... مرد احرام باندھے تو ایسے دو چادریں کھلیں بے شک ایک چادر میں احرام باندھ کر کعبہ کا طواف کرتا رہے...... تو کوئی مضائقہ نہیں...... اور اگر عورت احرام باندھتی ہے تو احرام اس کو باندھنا پڑے گا لیکن سر کے اوپر جو دوپٹہ ڈالے اس کے اوپر اس کو پردہ ڈالنا چاہئے...... آگے چھوٹا سا سائبان بنالے...... تاکہ اس کا چہرہ کسی کو نظر نہ آئے...... اس کے اوپر کپڑا ہو پردہ کی حالت میں اس کو طواف کرنے کا حکم ہے...... پردہ کی حالت میں اسے صفا اور مروہ کی سعی کرنے کا حکم ہے۔

عورتوں کو پردہ میں رکھنے کی حکمت

عورت کو اسلام کسی صورت میں اجازت نہیں دیتا...... کہ یہ اپنے آپ کو ظاہر کرے...... قاضی احسان احمد شجاعبادیؒ بہت بڑے عالم اور بزرگ گزرے ہیں...... قاضی صاحب کے بڑے عجیب عجیب واقعات ہیں:

قاضی صاحب ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے...... گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے...... فرماتے ہیں گاڑی کے ڈبے میں بیٹھا ہوا تھا...... سامنے ایک نوجوان بابو میرے سامنے بیٹھا تھا...... آکے بیٹھ کر کہتا ہے...... مولانا آپ مسلمانوں کے عالم ہیں...... میں نے کہا،

جی مجھے کہتے تو مولوی ہیں......اچھا مولانا صاحب یہ فرمایئے کہ اسلام میں عورت کے پردہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے......میں نے کہا بہت ضروری چیز ہے......تو فوراً مجھے کہتا ہے......مولوی صاحب کیا ضرورت ہے......آنکھ کا پردہ ہونا چاہئے......دل کا پردہ ہونا چاہئے......آنکھوں کا بند ہونا ضروری ہے؟......دل کا پردہ ہونا چاہئے......کیا ضرورت ہے......اس بات کی......مولانا فرمانے لگے......میں خاموش ہوگیا......اتفاق سے میری جیب میں ایک لیموں تھا......میں نے وہ نکالا چاقو میرے پاس تھا......میں نے یوں کرکے اس نوجوان کے سامنے کاٹا......تو اس کے منہ میں پانی آ گیا......اتفاقیہ چیز ہے کہ نمکین چیز ہو......یا اس قسم کی چٹ پٹی چیز ہو......تو منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے......تو میں نے کہا شہزادے خیر ہے......لیموں میرا ہے ہاتھ میں میرے ہے کاٹا میں نے پانی تیرے منہ میں......اس نے کہا فطرت کا تقاضا ہے......کہ ایسی چیز سامنے آئے تو منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔

فرمایا اسلام نے بھی اسی تقاضے کے تحت قانون بنایا ہے......کہ عورت عورت ہے کسی جگہ پر بھی سامنے آئے گی......مرد کی اس پر نگاہ پڑے گی......تو یقیناً دل اسکی طرف مائل ہوگا......اور اس کی طرف مائل ہونے کی دیر ہے......کہ وہ پھر اسے گناہوں کی طرف لے جائے گی......اس لئے اسلام نے حکم دیا......کہ نہ یہ اپنا چہرہ نکال کے باہر نکلے......اور نہ کسی غیر کی اس پہ نگاہ پڑے......نہ یہ دوسروں کو گناہ گار بنانے کا......سبب بنے......نہ کوئی اور اس کو دیکھ کر گناہ گار بنے......اسلام نے اس لئے اس کو پردہ کا حکم دیا۔

واپس جلدی آنا تا کہ میری نماز قضا نہ ہو جائے

تو میں عرض کر رہا تھا نماز کا حکم دیا گیا......مردوں کو حکم یہ ہے مسجد میں باجماعت آ کر نماز پڑھو......عورتوں کو حکم یہ ہے......کہ گھر میں نماز پڑھو......مردوں کو حکم یہ ہے کہ کھلم کھلا نماز پڑھو......عورتوں کو حکم یہ ہے کہ گھر میں مکان کے صحن کی بجائے بہتر ہے......کہ حجرے کے اندر نماز پڑھو......مردوں کو حکم یہ ہے کہ روشنی میں نماز پڑھو......عورتوں کے

لئے کوئی قانون نہیں ...... اگر اندھیرے میں بھی نماز پڑھی ہے...... تو اس کے لئے حکم ہے...... کہ جائز ہو جائے گی...... اس لئے عورت میں جتنا ستر ہو...... جتنا پردہ ہو...... جتنی پوشیدگی ہو...... اسلام اس کو اس بات کا حکم دیتا ہے...... کہ اس انداز میں تو نے عبادت کرنی ہے۔

بہت ہی مشہور واقعہ ہے: کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں...... جب ابتدائی دور تھا ...... افلاس کا عالم تھا...... بھوک اور پیاس کی شدت کا دور تھا...... کہ صحابہ کرام ؓ کو کپڑے بھی پورے میسر نہ ہوتے تھے...... ایک صحابی نماز کے بعد سلام پھیر کے جلدی سے جانے لگے...... حضور ﷺ نے بٹھایا بلا کر فرمایا کیا بات تھی؟ کہا آقا گھر میں کپڑے نہیں...... یہی دو چادریں جو پہن کے آیا ہوں...... یہی پہن کر نماز کے لئے آیا ہوں...... میری بیوی گھر میں مکان کے کونے میں چٹائی لپیٹ کر بوریا لپیٹ کر بیٹھی ہوئی ہے...... جاؤں گا یہ لباس اسے دوں گا میں وہی بوریا پہن کے بیٹھوں گا...... وہ اپنی نماز ادا کرے گی...... مجھے بیوی نے یہ جملہ کہا...... کہ جلدی جا نماز با جماعت ادا کر...... تا کہ تیری جماعت قضا نہ ہو...... واپس جلدی آنا تا کہ میری نماز قضا نہ ہو...... یہ ہے اسلام کی پابندی...... فرائض اسلام کا اہتمام، نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، زکوٰۃ ہو، تلاوت ہو، ایک ایک چیز۔

بچے کی تربیت کی زیادہ ذمہ دار ماں ہے

اور اس دور میں بھی آج تک...... وہ عورتیں زندہ ہیں ...... شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے اپنی کتاب فضائل قرآن اور فضائل رمضان میں لکھا ہے...... کہ اللہ کا فضل ہے کہ میرے گھر کی عورتیں گھر کا کام بھی کر لیتی ہیں...... دن میں یومیہ دس دس بارہ بارہ پندرہ پندرہ سپارے قرآن کی تلاوت بھی کر لیتی ہیں...... اس قسم کی نیک خواتین بھی رہتی ہیں ...... اور یہ ان لوگوں کی وجہ سے شاید اچھی اولادیں دنیا میں آ رہی ہیں...... اور ماں کی تربیت کا...... عورت کی تربیت کا بچہ میں بہت بڑا اثر ہوتا ہے...... اگر ماں نیک ہے ...... اولاد نیک ہوگی...... ماں کی تربیت اچھی ہے...... اولاد کی تربیت اچھی ہوگی...... باپ

جتنی تربیت کرے...... چوبیس گھنٹے اگر بچہ کے ساتھ لگاؤ اور تعلق ہوتا ہے......تو ماں کا ہوتا ہے......باپ کا اتنا تعلق نہیں ہوتا...... جتنا ماں کا تعلق ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے پہلی صفت عورتوں کی...... یہ بیان کی کہ مؤمن ہوں......دوسری صفت کامیاب عورتوں کی یہ بیان کی مؤمن ہونے کے ساتھ ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے......اور تیسری صفت قرآن نے بیان کی:

"والقانتین والقانتات" فرمانبردار ہونا ضروری ہے......وہ عورت جو اپنے شوہر کی فرمانبردار و تابعدار ہے...... اپنے میاں کی فرمانبردار ہے...... خدا کی فرمانبردار ہے......اپنے رسول ﷺ کی فرمانبردار ہے......اور میرے آقاءِ نامدار سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......کہ مرد کا عورت پر اسلام میں اتنا حق ہے......کہ اگر اسلام میں اجازت ہوتی رب کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کی......تو میں عورت کو حکم دیتا......کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرو[1]......تمہارے لئے اللہ کے بعد......اگر کسی کا درجہ اور مقام بنتا ہے......تو اس شوہر کا بنتا ہے......جو اپنی پوری زندگی تمہارے لئے وقف کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو گئے......روٹھ کر گھر چھوڑ کر چلے گئے......آقا ﷺ کو پتہ چلا تو جا کر علیؓ کو منا کر لائے......اور گھر لا کر ایک طرف حضرت علی ﷺ کو بٹھایا...... دوسری طرف فاطمۃ الزہراء کو بٹھایا...... دونوں کے ہاتھ یوں پکڑے...... پکڑ کر فرمایا علیؓ! تیرے ذمہ باہر کے کام......فاطمہؓ! تیرے ذمہ گھر کے کام ہیں......علیؓ تو کما کر لایا کرے گا......فاطمہؓ تو گھر میں اسے پکا کر کھلایا کرے گی......علیؓ تو باہر کا کام کیا کرے گا......فاطمہؓ تو اس کے بچوں کی تربیت اور خیال کیا کرے گی...... فاطمہؓ اگر تو نے علیؓ کے کسی معاملہ میں خیانت کی......تو خدا کے ہاں قیامت کے دن محمد ﷺ تیرا سفارشی نہیں بنے گا......حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو یہ جملے کہے......سوچ لے تیری ذمہ داری یہ ہے......کہ اپنے شوہر کی تابعداری میں زندگی گزار۔

---

[1] لو کنت آمر احداً ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا (جامع الترمذی ص 138 ج1)

حدیث میں آتا ہے:

کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں دو منزلی ایک عمارت تھی......اوپر میاں بیوی......اور نیچے اس عورت کے والدین رہتے تھے......شوہر سفر پر چلا گیا......اس نے کہا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں......اپنی بیوی کو کہا......اوپر کی منزل سے تجھے نیچے اترنے کی اجازت نہیں......وہ مرد چلا گیا......نیچے اس عورت کا والد رہتا تھا......وہ بیمار ہو گیا......تکلیف زیادہ ہوئی......حتیٰ کہ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا......لوگوں نے کہا......کہ مر رہا ہے ......عورت نے کہا......کہ شوہر نے اجازت نہیں دی......حتیٰ کہ بتایا......کہ سکرات ہے ......عورت نے کہا......پوچھو رحمت للعالمین ﷺ سے اجازت ہو تو جاؤں......حتیٰ کہ والد فوت ہو گیا......عورت نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھی......حضور اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی......محبوب خدا ﷺ نے فرمایا......یہ بتاؤ! کہ اس کے شوہر نے کیا کہا تھا ......یہ جملہ آج سننا......اور دل میں رکھنا......اور میں خاص طور پر ان لوگوں کو کہتا ہوں ......جو بڑھاپے کی عمر میں ہیں......تو آپ سارے میرے بزرگوں کا یہ ذہن بن جاتا ہے ......کہ میں اپنی بیٹی پہ کنٹرول کروں......اس کا شوہر اس پر اتنا کنٹرول کیوں کرتا ہے...... میری بیٹی نہیں ہے......میرے گھر میں نہیں رہ سکتی......جب چاہا شوہر سے جدا کر کے لے آئے......لا کر یہاں بٹھا دیا......کئی کئی مہینے یہاں پر گزروا دیے......میں ان لوگوں کو یہ جملہ کہنا چاہتا ہوں......وہ اپنے سینوں پر اس کو لکھیں......اور اس حدیث کو عام کریں ......اور ہر ایک کو یہ واقعہ سنائیں۔

جس عورت کو شوہر نے اجازت نہیں دی شریعت بھی اسے اجازت نہیں دیتی

حدیث پاک میں آتا ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا تھا......اس کا شوہر کیا کہہ گیا تھا......صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا...... یا رسول اللہ! وہ عورت یہ کہتی ہے......پردہ کے اندر سے کہ شوہر نے کہا تھا......جب تک میں نہ آؤں......اوپر کی منزل سے نیچے نہ اترنا......کچھ بھی ہو جائے......آقا ﷺ نے

فرمایا......جس کے شوہر نے جس عورت کو اجازت نہیں دی......میرے رب کی شریعت محمد ﷺ کو بھی اجازت نہیں دیتی......کہ میں اس عورت کو اجازت دیدوں......کہ وہ اپنے مکان سے شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلے......پیغمبر ﷺ کو اجازت نہیں......مجھے اور آپ کو کہاں اجازت ہے۔

میرے محترم دوستو......! یہ سوچیں!" والقانتین والقانتات "

قرآن کہتا ہے:......فرمانبردار عورتیں تابعدار عورتیں......اسلام پر جان قربان کرنے والی عورتیں......یہ وہ عورتیں ہیں......جو جنت کی وارث ہیں......یہی وہ عورتیں ہیں......جن کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں......اور چوتھی صفت قرآن نے بیان کی "والصادقین والصادقات" فرمانبرداری کے بعد ان میں صدق کا مادہ ہو سچ کہنے والی سچی بات کرنیوالی ہوں......سچائی بہت بڑی چیز ہے مردوں کو بھی یہی حکم ہے عورتوں کو بھی یہی حکم ہے۔ "اِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِيْ وَالْكِذْبَ يُهْلِكُ"[1]

حضور ﷺ نے فرمایا: "سچ انسان کو نجات دیتا ہے جھوٹ انسان کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔"

"اِنَّ الصِّدْقَ طَمَانِيَةٌ وَاِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ"[2]

"سچائی اطمینان کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ انسان کو شک اور گمان کی طرف لے جاتا ہے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ"

"سچائی ایک نیکی ہے اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے"

اور فرمایا:

"وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ"[3]

---

1. مجمع الزوائد ص316 ج6 2. عن الحسن بن علی مشکوٰۃ ص242 ج1 / ترمذی

3. صحیح مسلم ص ج / مشکوٰۃ ص412 ج1

''جھوٹ بولنا یہ گناہ ہے اور گناہ انسان کو جہنم کی طرف دھکیل کر لے جاتا ہے''

دو وجہ سے عورتیں کثرت سے جہنم میں جائیں گی

اور حضور ﷺ نے فرمایا میں نے جہنم میں اکثر عورتیں دیکھیں صحابہ ؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وجہ کیا تھی؟ فرمایا ان میں دو خامیاں ہیں ایک تو ''یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ'' اور دوسرا فرمایا ''یُکْثِرْنَ اللَّعَنَ'' 'ناشکری خاوند کی زیادہ کرتی ہیں، زبان زیادہ مارتی ہیں ...... ذرا ذرا سی بات پہ لعن طعن انکی عادت بن چکی ہے...... بچہ کو گالی دی تو اس پہ بھی لعنت کی پھٹکار کر دی...... کسی سے گفتگو کی اسے کہا دُر پھٹے تیرا منہ۔ تو لعنتی تجھ پہ لعنت۔

لعنت بے شمار آج کل تو کچھ لوگوں کی زبان پر...... یہ نعرے چڑھے ہوئے ہیں...... کہ بات بات پہ لعنت ہی لعنت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں...... حدیث پاک میں آتا ہے...... جب تم کسی پر لعنت کرتے ہو...... لعنت کے معنی خدا کی رحمت سے دوری کے ہیں...... تو خدا کی رحمت سے دور ہو...... جہنم تجھ پہ واجب ہو...... حدیث میں آتا ہے ...... وہ لعنت اس آدمی کی طرف جاتی ہے...... اگر وہ اس لعنت کا مستحق ہے...... لعنت اس پر پڑتی ہے...... اور اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں...... پھر لوٹتی ہے...... آسمان کی طرف جاتی ہے...... پھر زمین کی طرف آتی ہے...... پھر شمال میں جاتی ہے...... جنوب میں جاتی ہے...... مغرب کی طرف جاتی ہے...... مشرق کی طرف جاتی ہے...... یہ لعنت چھے سمتوں میں گھوم کر لعنت واپس لوٹتی ہے...... اور کہتی ہے...... مولا! اب کہاں جاؤں...... اللہ کہتے ہیں ...... کہنے والے پر لوٹ جا...... جس نے یہ لعنت کے جملے اپنی زبان سے کہے ...... کیونکہ جس کے متعلق کہے...... وہ اس لعنت کا مستحق نہیں...... تو کہنے والا اس کا مستحق ہے...... یہ لعنت اس پر ہونی چاہیے...... اس لئے اپنے گھروں میں یہ روکیں۔

عام طور پر سرائیکی میں ایک عادت ہے...... کسی پر جب کوئی غصہ ہو جائے تو کہتے ہیں ''لکھ دی لعنت'' تو اس کا معنی یہ ہے...... کہ تجھ پر لاکھ لعنت ہو۔ ''العیاذ باللہ'' ایک لعنت کی برداشت کی طاقت نہیں...... لاکھ کیسے برداشت کرو گے...... جب وہ ایک ہوتی ہے

تو بھی لوٹ آتی ہے...... واپس کہنے والے پر...... اور چہ جائیکہ لاکھ اور بیک زبان اندازہ کریں...... اتنی قوت ہے کہ ایک ہی جملہ میں ایک لاکھ لعنت دوسرے پر ڈالدی...... کہ غلام احمد قادیانی بھی شاید اتنی تیز زبان استعمال نہ کرتا ہو...... گالی دینے میں جتنی آج کل ہم مسلمانوں نے استعمال کرنا شروع کردی ہے...... اللہ تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائیں۔

......(آمین)......

قرآن نے حضرت عائشہؓ کی عظمت کی گواہی دی ہے

توجہ فرمائیں! فرمایا:

والصادقین والصادقات "سچ کہنے والے مرد اور سچ کہنے والی عورتیں"

اور پھر اسلام نے کچھ عورتوں کو سچا کہا...... حضرت مریم علیہا السلام کو قرآن نے صدیقہ کہا...... کہ یہ وہ عورت ہے جس کی سچائی کا ڈنکا آسمانوں پہ بجا ہے...... عائشہ صدیقہؓ کو قرآن نے صدیقہ کہا ہے...... اور میں آپ کو ایک عظیم بات بتاؤں!...... کہ "الحمد سے والناس" تک پورا قرآن آپ تلاوت کیجئے!...... پڑھے علماء کرام سے مسئلہ یاد کیجئے...... کہ پورے قرآن میں قرآن نے کسی مرد کے لئے گواہی نہیں دی...... کسی عام عورت کے لئے قرآن نے گواہی نہیں دی...... اور کسی عام عورت کا تذکرہ قرآن نے نہیں کیا...... کسی عورت کا قرآن میں نام آیا ہے...... تو وہ سیدہ مریمؑ کا آیا ہے...... اور کسی عورت کی عظمت کی قرآن نے گواہی دی ہے...... تو وہ عائشہ صدیقہؓ کی دی ہے۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ایک جملہ مجھے یاد آتا ہے...... بخاریؒ کہا کرتے تھے...... کہ اماں تیرے مقدر پہ قربان جاؤں...... جب کل قیامت کا دن ہوگا...... خدا کی عدالت ہوگی...... ہر آدمی جس کے متعلق کچھ کہا گیا...... اور جس پر کوئی بہتان باندھا گیا...... اس کی گواہیاں پیش کرنے والے آئیں گے...... تو ہر ایک کی شہادت اور گواہی کی ضرورت پڑے گی...... لیکن ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا پہ...... دنیا میں جب اتہام والزام لگا...... لوگوں نے' منافقوں نے زبان درازی کرنا شروع کی...... پیغمبر ﷺ کی عزت کو

واغدار کرنے کی کوشش کی...... حضور ﷺ پہ بڑی پریشانی کا عالم......اور اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے اس واقعہ کو جب بیان کرتیں......روتیں بے تحاشہ......کہتیں میرا حال نہ پوچھو!...... اجڑ چکی تھی ابا کے پاس گئی......باپ نے رخ موڑ لیا...... ماں نے کہا میرے گھر سے نکل جا......میں تیری اماں بننے کے لئے تیار نہیں......تجھ سے نبی ناراض ہو چکے ہیں......بی بی کہتی ہیں میرا کون تھا......کہ مصطفیٰ ﷺ آقا ناراض،......ایک مہینہ تک حضور ﷺ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی......بیمار بے انتہاء ہوگئی......بالکل نڈھال پڑ گئی......والد نے جواب دیدیا ......باپ نے رخ موڑ لیا......اماں بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی تھیں......بی بی کہتی ہیں میں نے مصلیٰ اٹھایا......حجرے کی طرف اندر گئی......ماں دوڑ کے پیچھے آئی......وہیں بے ہوشی کے عالم میں آ کر......یا یہ کہ کم عمری ہے......سترہ اٹھارہ سال کوئی زیادہ عمر نہیں......شاید اس بے ہوشی میں آ کے......خودکشی نہ کر لے......پوچھا عائشہ بیٹی کیا کر رہی ہو؟ تو سیدہؓ نے بڑا عجیب جملہ کہا......اماں جان جب دنیا کی عدالتوں میں میرے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا......تو اب میں اپنی اپیل سپریم کورٹ میں خدا کی عدالت میں پیش کرنے جارہی ہوں......یہ دعویٰ وہاں دائر کرنے جارہی ہوں...... مصلیٰ بچھا کے اس کے دربار میں استغاثہ کرتی ہوں۔

میں نے عائشہؓ جیسی پاکدامن کوئی عورت نہیں دیکھی

اُدھر آقا ﷺ اتنے پریشان کہ......حضور ﷺ کی راتوں کی نیند غائب ہو چکی تھی...... بار بار پوچھتے ہیں......ازواج مطہرات سے صداقت پر بات کر رہا ہوں...... سیدہ زینب بنت جحشؓ یہ وہ عورت ہے حضور ﷺ کی اہلیہ اور بیوی جس کا نکاح خدا نے آسمانوں پر کیا......اور قرآن میں اس کے نکاح کا تذکرہ موجود ہے......قرآن کہتا ہے:

وزوجنا "کہا خود اس کا نکاح ہم نے آپ کے ساتھ کر دیا ہے"

یہ وہ عورت ہے...... "عام طور پر سوکنیں ایک دوسرے کی مخالف اور دشمن ہوتی ہیں" کہہ سکتی تھی کہ عائشہؓ ایسی ہے ایسی ہے۔(معاذ اللہ) صداقت پر قربان زبان پر سچا

جملہ لائی "اور کہا محبوب! خدا کی قسم اٹھا کر کہتی ہوں "میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکدامن کوئی عورت نہیں دیکھی "بی بی زینب نے یہ جملہ کہا:

حضور ﷺ نے اپنی لونڈی بریرہ سے پوچھا......کہا میں نے عام عورتوں والی باتیں عائشہؓ میں کبھی نہیں دیکھیں......ابوبکرؓ سے پوچھا......ابوبکرؓ کہنے لگے میری بیٹی ہے......صفائی پیش کروں گا۔ دنیا کہے گی بیٹی کی صفائی باپ دیتا ہی ہے۔

حضرت عثمانؓ سے پوچھا......کہا آقا ﷺ میں کیا کہہ سکتا ہوں......آپ کے جسم پہ ہم نے کبھی مکھی بیٹھی نہیں دیکھی......جو خدا آپ کے پاک وجود پہ گندی مکھی کو نہیں بیٹھنے دیتا......وہ آپ کے پاک بستر پہ ناپاک بیوی کو کیسے آنے دے گا۔؟

اور علیؓ سے پوچھا......؟ تو کہا آقا ﷺ ہم نے یہ دیکھا کہ آپ کے جوتے مبارک کے تلوے پہ ایک مرتبہ بازار میں چلتے ہوئے تھوک یا......اس قسم کی کوئی چیز تھی......جس پر آپ ﷺ کا پاؤں آیا......جبرائیل علیہ السلام نے روک دیا تھا......کہ آپ مسجد میں جوتے سمیت نہ تشریف لے جایئے......نعلین مبارک اتاریئے!......کہ اس میں نیچے گندگی لگی ہے......تو آپ کو اتارنے کا حکم دیدیا گیا تھا......تو محبوب جو اتنا برداشت نہیں کرتا تھا!......وہ تیرے پاک بستر پہ نو سال تک ناپاک بیوی کو کیسے برداشت کرتا۔؟

اور جب عمرؓ سے پوچھا گیا......تو پھر عمرؓ نے عجیب جملہ کہا؟......محبوب آپ مجھے جواب دیں!......میں بات بعد میں کروں گا......بتایئے! میری ماں عائشہؓ کے ساتھ آپ نے نکاح خود کیا تھا......یا خدا نے حکم دیا تھا؟ تو محبوب ﷺ نے فرمایا......ابھی عائشہؓ شاید دنیا میں نہ آئی ہو......جبرائیل علیہ السلام ایک تصویر لے کر آئے تھے......جو مخمل کے کپڑوں میں بند تھی......اور وہ تصویر دکھا کے کہا......اس کا نام عائشہؓ ہے......ابوبکرؓ کی بیٹی ہے......لقب صدیقہ عفیفہ ہے......اللہ نے اس کو آپ کی بیوی بنا دیا ہے......اس وقت سے مجھے یقین ہو چکا تھا......اور اللہ نے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دیا تھا......حضرت عمر بن خطابؓ نے کہا......آقا ﷺ پھر آپ خاموش رہیں......آپ کو نہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہے......نہ

فکرمند ہونے کی ضرورت ہے......نہ کسی کے سامنے تذکرہ کرنے کی ضرورت ہے......جس خدا نے عائشہؓ کو آپ ﷺ کے پاس بستر پہ بھیجا ہے......یہ حق صرف اسی کو ہے کہ اس کو آپ کے بستر سے جدا کرے......اور کسی کو کوئی حق نہیں......اور آپ خاموش ہو کے بیٹھ جایئے!......عمر بن خطابؓ کے اس جملہ نے حضور ﷺ کے دل کو بڑی تسلی دے دی۔

اماں عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں!...... جب میری صفائی میں خدا کا قرآن اترا میں حیران تھی......حضور ﷺ کے ماتھے پر پسینہ کے آثار وحی کے آثار رونما ہوئے......میری والدہ نے مجھے بلایا میں جب سامنے آئی تو کہا مبارک ہو......قرآن کریم کی اٹھارہ آیتیں عائشہؓ کی صفائی میں اتریں......یہ پہلی عورت ہے......عورت کو یہ اعزاز حاصل ہے...... جس کی صفائی قرآن نے دی......جس کی صفائی رب رحمان نے دی ہے...... بی بی کہتی ہے جب صفائی اتری تو میں حیران تھی......میں نے کہا کسی بچہ نے گواہی دی ہوگی......میں نے سوچا کہ حضور ﷺ کے قلب اطہر پہ یہ بات آئی ہوگی......لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ خدا خود عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کے...... گواہوں کی فہرست میں آ کر......عائشہؓ کی عظمت کی گواہی پیش کرے گا...... کہ محبوب تیری عائشہؓ اتنی پاکدامن ہے......اور آپ اس بات پر حیران ہوں گے...... کہ تصور کی دنیا میں آپ جایئے...... مولا! حکمت کیا ہے؟ یوسف علیہ السلام پہ جب تہمت لگی صفائی بچہ نے دی تھی......مریم علیہا السلام پہ تہمت آئی صفائی بچہ نے دی تھی......لیکن جب عائشہؓ پہ تہمت آئی فرشتہ صفائی دے سکتا تھا......کوئی بچہ گواہی دے سکتا تھا......کوئی اور گواہی دے سکتا تھا......عرش والے آپ کا قرآن کیوں اترا؟

غیب سے ندا آئی...... کہ اس لئے میں نے قرآن کو اتارا......وہ قومیں وہ تھیں جنہوں نے بچوں کی بات مانی تھی......ارے! ایسے دور میں ایسی بدبخت قومیں بھی ہوں گی......جو قرآن کے آنے کے باوجود بھی عائشہؓ پہ الزام لگائیں گی......عائشہؓ کی عظمت کو تسلیم نہیں کریں گیں......اس لئے خدا نے خود گواہی پیش کی ہے:

"والصادقین والصادقات" نیک عورتوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سچی ہوتی ہیں اور ایک صفت قرآن نے بیان کی:

صبر کرنے والی عورتوں کی قرآن نے تعریف کی ہے

"والصابرین والصابرات" پانچویں خوبی ان کی یہ ہے "کہ صبر کرنے والی ہوتی ہیں" یہ عورت جو صابرہ ہو...... جنت کی وارث ہو گی ......اور صبر پر عورتوں کے واقعات حدیث میں اتنے آتے ہیں کہ آپ حیران ہو جائیں گے......ایک عورت میدان احد میں حضور ﷺ کی طرف جا رہی ہے......اطلاع ملی شوہر فوت ہو گیا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" میرے آقا ﷺ کا کیا حال ہے؟ اور آگے چلیں کسی نے کہا تیرا بیٹا شہید ہو گیا۔ "انا للہ" پڑھی اور آگے چل پڑیں...... پوچھا کیا حال ہے میرے آقا ﷺ کا؟ بچہ بیٹے شوہر کی ضرورت نہیں......کہا تیرا باپ فوت ہو گیا "انا للہ" پڑھ کے اور آگے بڑھیں کسی نے کہا تیرا بھائی فوت ہو گیا......سب کی جدائی پہ "انا للہ" پڑھتی گئیں......جب حضور ﷺ کا چہرہ اطہر نظر آیا......حدیث میں آتا ہے......کہ اس عورت نے کہا محبوب ﷺ! جب آپ کو دیکھا......تو سب دکھ خدا نے دور کر دیئے......حضور ﷺ سے اتنا پیار ہے۔

اماں عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں:...... ایک بڑھیا آئی ......آ کر کہا حجرہ عالیہ کھولیے!......میں حضور ﷺ کے روضۂ اطہر پہ حاضری اور سلام پڑھنا چاہتی ہوں......اماں کہتی ہیں میں نے حجرہ کو کھولا حضور ﷺ کی قبر پہ جا کے بیٹھیں......سلام پڑھتے ہوئے زور سے چیخ ماری......اور اپنی جان خدا کے حوالہ کر دی...... حضور ﷺ سے اتنی محبت یہ عورتوں کو اللہ نے عطا کی تھی۔

والصابرین والصابرات "صبر کرنے والی عورتیں واویلا نہیں کرتیں۔"

ہماری عورتوں نے تو منہ ماتھے پیٹتی ہیں، گریبان پھاڑتی ہیں کپڑے بال نوچتی ہیں۔

نوحہ کرنے والی عورت پہ خدا کی لعنت ہے

حضور ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی زَوَّارَاتِ الْقُبُوْر [1]

''عورت کو قبرستان میں جانے کی اجازت نہیں''

قبرستان میں جانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے

مرد قبرستان میں جائے گا...... عورت کو جب قبرستان میں جانے کی اجازت نہیں ......تو اسلام اس کو بازار میں جانے کی اجازت بھی نہیں دیتا...... کہ تو بازار کی زینت بننے کے لئے نہیں......تو قبرستان کی زینت بننے کے لئے نہیں آئی...... اور میرے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا!...... کہ جو عورت قبرستان کی طرف جاتی ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ عَلٰی زَوَّارَاتِ الْقُبُوْر

''اللہ اس کے ایک ایک قدم پر لعنت برسائے''

والصابرین و الصابرات ''صبر کرنے والی نیک عورتیں۔''

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا صاحبزادہ تھا...... حضرت قاسمؓ حضور ﷺ کے یہ فرزندارجمند تھے...... پہلا بچہ پیدا ہوا......اور فوت ہو گیا......اس بچہ کی نسبت سے حضور ﷺ کی نسبت تھی......ابوالقاسم ﷺ کہ میں قاسم کا باپ ہوں۔

جب جدائی ہو گئی...... آخر ماں تھی ......بڑا صدمہ تھا...... آنکھوں میں آنسو آرہے تھے......حضور ﷺ نے فرمایا خدیجہ! کیوں روتی ہے؟ کہا آخر بیٹا تھا......اس کی جدائی پر صدمہ ضرور ہے ......حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں رب سے دعا کروں......خدا پردے ہٹائے تجھے دکھائے...... کہ تیرا بیٹا جنت میں سیر کر رہا ہے۔

خدیجۃ الکبریٰ نے آنکھ بند کر لی کہا...... میرے محبوب! آپ کی زبان پر اتنا یقین آچکا ہے...... کہ اگر آنکھوں سے دیکھوں......تو آنکھوں سے دیکھنے اور سننے میں ذرا

---

[1] ابوداؤد ص 461/ابن ماجہ 114/نسائی

پھر بھی فرق نہ ہوگا...... اس لئے اب پردہ ہٹانے اور دکھانے کی ضرورت نہیں ہے......
آپ ﷺ کی زبان پر یقین ہے۔

"والصابرین والصابرات"

"صبر کرنے والی عورتیں صبر کرنے والے مرد جنت کے وارث ہیں"

ایسی عورتیں جو جنت کی خوشبو نہیں سونگھیں گی

والخاشعین والخاشعات خشوع کرنے والے، مرداور خشوع کرنے والی عورتیں"

آج تو ہمارے ہاں عاجزی کا تصور ہی ختم ہے "ہر آدمی یہ کہتا ہے میں اس سے اونچا ہو جاؤں ......وہ کہتا ہے میں اس سے اونچا ہو جاؤں ...... وہ کہتا ہے میرا مقام اس سے بلند ہونا چاہیے...... اگر کسی سے ہم ملتے ہیں ......تو یوں چھوٹا سا ہاتھ دے دیتے ہیں ......مصافحہ سنت کے مطابق نہیں ہوتا......اور پھر عورتوں میں یہ بات زیادہ ہوتی ہے ......مرد زیب وزینت کی طرف کم مائل ہوتے ہیں...... عورتیں اس طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں...... یہ ان میں زیادہ بیماری ہے......اور میرے آقا ﷺ نے اس بیماری کو دور کرنے کے لئے ایک جملہ ارشاد فرمایا...... فرمایا لوگو!

"صِنفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا"

"دو قومیں ایسی آئیں گی جن کو میں نے نہیں دیکھا دونوں کی دونوں قومیں جہنم کا ایندھن بنیں گی"

ان کو یاد کریئے اور سنیے! سینوں پر لکھیں ......اور گھروں میں جا کر بتایئے! ......حضور ﷺ نے فرمایا...... پہلی قوم ایسی قوم ہوگی...... جن کے ہاتھ میں کوڑے ہوں گے...... جیسے بیل کی دُم اس انداز میں سخت قسم کی سوٹیاں اور ڈنڈے۔

يَضْرِبُوْنَ اَبْهَا النَّاسَ "لوگوں کو ظلماً ناحق ماریں گے۔"

وڈیرہ بن گیا

- چوہدری بن گیا،
- علاقہ کا رئیس بن گیا،
- کونسلر بن گیا،
- اور ممبر بن گیا جس کو چاہا اٹھوالیا
- جسے چاہا لٹوا کے پٹوادیا
- جسے چاہا اس پر ظلم وتشدد کردیا
- حضور ﷺ نے فرمایا! اس حاکم کو کہو تو جہنم کا ایندھن بنے

دوسرا فرمایا:

"نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ"

''عورتیں ہوں گی "کاسیات" کپڑے ہوں گے "عاریات" ننگی ہوں گی "ممیلات" دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی "مائلات" خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔''

"رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ"

''سر کے بال اکٹھے کر کے ایسے باندھے گی جیسا کہ اونٹ کی کوہان ہوتی ہے''

حضور ﷺ نے فرمایا! اس قسم کی عورتیں جن کی یہ کیفیت ہوگی قرب قیامت میں آئیں گی...... زیب وزینت بنائیں...... بازاروں میں ننگا پھریں...... اتنا تنگ اور چست لباس پہنیں...... یا تو اتنا تنگ ہے کہ جسم جھلکتا نظر آتا ہے...... یا اتنا باریک ہے کہ جسم اندر سے ظاہر نظر آتا ہے...... اس قسم کی عورتیں حضور ﷺ نے فرمایا! ان کو کہہ دو یہ جہنم میں جائیں گی...... اور اگلا جملہ سنئے! حضور ﷺ نے فرمایا لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ ''نہ یہ جنت میں جائیں گی'' جانا تو دور کی بات ہے جنت کا داخلہ تو کیا ان کو ملے گا۔

وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا ''اور خدا ان کو جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھائے گا''

خوشبو سے بھی محروم ہوں گی، اور حضور ﷺ نے فرمایا:

"وَإِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا"

کہ پانچ سو میل کی مسافت سے حضور ﷺ نے فرمایا جنت کی خوشبو آئے گی اور ایسی بدبخت عورت جنت کی خوشبو سے بھی دور ہو جائے گی''[1]

خشوع اور عاجزی انسان کے مادہ میں ہونی چاہیے

میرے محترم دوستو!...... خشوع عاجزی اور انکساری یہ کا مادہ انسان میں ہونا چاہیے...... اپنے اندر یہ جذب اور کیفیت پیدا کریں...... اور دوسرا خشوع کا معنیٰ یہ کہ اللہ سے ڈرنے کی کیفیت ہو خدا کا خوف اور ڈر ہمارے دلوں سے ختم ہو چکا ہے...... یہ بھی ہمارے اندر ایک بہت بڑی کمزوری ہے...... مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے ...... کہ عورتوں کے دلوں میں خدا کا ڈر بہت کم ہے...... مرد تو پھر بھی وعظ و نصیحت سن آتے ہیں...... تقریر و تبلیغ سن آتے ہیں...... کوئی رسالہ کتاب پڑھ لیتے ہیں...... ان کے دلوں میں اللہ کا خوف کچھ نہ کچھ آ گیا...... کہیں کوئی بات سن لی...... تو نیکی کر لی لیکن عورتوں کے ہاں یہ بات ختم ہوتی جا رہی ہے...... اللہ کا خوف اور ڈر ان کو دلائیے۔

ہم اللہ کی رضا کے لئے عبادت کیا کریں گی

اور پھر میں نے عجیب روایات و واقعات پڑھے...... کہ کچھ ایسے دور میں عورتیں گزری ہیں...... کہ جن میں رابعہ بصریؒ کے متعلق آتا ہے...... کہ ایک مرتبہ جا رہی تھی...... تصور کی دنیا ہے...... عجیب سی بات کہتے ہیں...... ایک ہاتھ میں لوٹا پانی کا...... دوسرے ہاتھ میں آگ کی چنگاریاں...... کسی نے کہا رابعہؒ کہاں؟ کہنے لگی پانی لے کے جا رہی ہوں...... جہنم کو بجھاؤں گی آگ لے کے جا رہی ہوں...... کہ جنت کو آگ لگاؤں گی...... کہنے لگا کیا مطلب؟ کہنے لگی لوگ جب بھی عبادت کرتے ہیں...... یا جہنم کے ڈر کی وجہ سے...... یا جنت کے شوق کی وجہ سے...... اللہ کی رضا کے لئے عبادت نہیں ہوتی...... میں کہتی ہوں نہ جہنم ہو گی نہ جنت...... ہم جب بھی عبادت کریں گے...... اللہ کی رضا کے

---

1. صحیح مسلم ص205 ج2/ مشکوٰۃ ص306 ج1 عن ابی ہریرہؓ

لئے کریں گے......ایسی عورتیں بھی دنیا میں گزری ہیں...... حسن بصریؒ کو ایک مرتبہ رابعہؒ نے دیکھا...... قاری طیبؒ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

بی بی نے جب دیکھا...... مصلیٰ اس نے پانی پہ بچھایا ہوا ہے......دریا کے کنارے پہ پانی کے اوپر مصلیٰ ہے......اور وہ وہاں پر کھڑے ہو کر عبادت کر رہے ہیں ...... رابعہؒ دیکھ کر حیران ہوگئی...... حیران کیا ہونا تھا......بی بی رابعہ نے نیچے زمین پر مصلیٰ بچھایا...... خود اس کے اوپر کھڑی ہوگئیں...... مصلیٰ کو اشارہ کیا وہ اڑا......ہوا میں اڑ کے حسن بصریؒ کے سامنے آگیا...... اب حسن یہاں نماز پڑھ رہے ہیں ......اور اس کے سامنے مصلیٰ ہوا میں معلق...... اوپر رابعہ کھڑی ہیں......تو حسن کی جب نگاہ پڑی......تو دیکھ کر حیران ہوگیا...... کہ میں تو پانی پہ کھڑا ہوں......پھر بھی کوئی چیز تو ہے......اور یہ ہوا میں کس کا مصلیٰ ہے...... بی بی اتر کر نیچے آگئیں...... حسن بھی باہر آئے......تو حسن بصریؒ کو رابعہؒ نے کہا...... عبادت کرنی ہے......تو خدا کے گھر میں بیٹھ کے کیا کر......یہ لوگوں کو کیا دکھلانا چاہتے ہو کہ میں دریاؤں پر حکومت کرتا ہوں......اگر تو دریا پہ کنٹرول کر رہا ہے...... تو میں ہوا پہ کنٹرول کر رہی ہوں......اس نے کہا اللہ کی رضا کے لئے کام کرنا چاہیے......یہ کیا باتیں ہیں؟......اور پھر عجیب جملہ کہا...... کہا اگر تو پانی پہ کھڑا ہو کے عبادت کرتا ہے ...... تو تنکے تو پانی کے اوپر بہتے ہیں......اور اگر میں ہوا میں کھڑی ہوگئی تو مکھیاں ہوا میں اڑتی ہیں......یہ تو مکھیوں اور تنکوں کا کام ہے......اللہ کی عبادت کا عالم یہ ہونا چاہیے:

اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ "

"اللہ کی عبادت ایسے کر یہ تصور پیدا کر گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہوں اور اگر تجھ پہ یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو خدا تو تجھے دیکھ رہا ہے اس میں تو کوئی شک نہیں"[1]

تو ایک خوبی مسلمان مرد و عورت کی قرآن نے یہ بیان کی...... کہ ان میں اللہ کا خوف عبادت کا شوق اللہ کی رضا کے حصول کا شوق ہونا چاہیے۔اور فرمایا:

---

1 بخاری / مسلم / مشکوٰۃ ص11 ج1

خیرات کرنے والی عورت جنت کی وارث بنے گی

"والمتصدقین والمتصدقات"

"وہ مرد اور عورتیں صدقہ کرنے والی یہ جنت کے وارث ہوں گے۔"

تو قرآن نے عورت کی چھٹی صفت یہ بیان کی...... کہ صدقہ کرنے والے مرد ...... صدقہ کرنے والی عورتیں...... یہ جنت کی وارث ہیں...... ان کے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے...... عورت دنیا میں سب سے زیادہ اس سلسلہ میں حریص ہوتی ہے...... کہ مال زیادہ ہو آپ دیکھیں گے...... کہ مردوں میں یہ ہوتا ہے کہ کم کپڑے لیتے ہیں...... اور جو پہنتے ہیں انہیں نبھاتے ہیں...... ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں...... اور اگر غریب مسکین آجائے تو دے دیتے ہیں...... عورتوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ اکٹھے ہی کرتی رہتی ہیں...... وہ ہر شادی پہ ہر خوشی کے موقعہ پہ کئی کئی جوڑے اکٹھے سلوا لئے صندوقیں بھری پڑی ہیں...... پھر بھی شوہر کو یہ کہا میرے پاس تو کچھ نہیں...... میرے پاس تو ہے ہی کچھ نہیں...... تیرے گھر میں میں نے دیکھا ہی کیا ہے...... مجھے تو یہاں کبھی سہولت ہی میسر نہیں آئی۔

تو قرآن نے کہا:"والمتصدقین والمتصدقات"

اماں عائشہؓ کے پاس صبح کو رقم آئی اور شام کو ساری تقسیم ہوگئی

عورت جو جمع کرے گی...... یہ جنت کی وارث نہیں...... جو خیرات کرے گی...... جنت کی وارث وہی بنے گی...... اور پھر اس پہ آپ حیران ہوں گے...... میری اماں عائشہ صدیقہؓ کے پاس...... ایک مرتبہ دو لاکھ درہم آئے...... بی بی نے حکم دیا مدینہ کی گلیوں میں اعلان کرو...... جتنے فقراء ہیں...... مساکین ہیں...... آؤ خیرات لے جاؤ...... اعلان کر دیا گیا...... عورتیں آئیں...... بچے آئے برتن لے کے آئے...... بی بی نے بھر بھر کے وہ دراہم ایک ایک کی پلیٹ میں ڈالے...... بھر کے ان کو روانہ کر دیا...... سارے کے

سارے جب لے کر چلے گئے ...... عجیب بات ہے ...... جب شام کا وقت آیا ...... افطار کا وقت ہوا ...... تو اپنی لونڈی اور باندی سے کہا کوئی چیز ہے؟ ...... افطار کس چیز سے کریں گے ...... تو باندی نے کہا اماں جان یہ بات تھی ...... تو آپ صبح کم از کم ایک درہم ہی رکھ لیتیں ...... گوشت منگوا کے پکوا لیتیں ...... بی بی نے کہا پھر تو مجھے یاد دلا دیتی ...... مجھے تو اتنا بھی یاد نہیں رہا ...... یعنی دو لاکھ درہم آیا اور تقسیم کر دیا ...... حتیٰ کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ...... کہ فاطمہ! عائشہ صدیقہؓ کو روکنا چاہئے ...... کہ اتنا صدقہ خیرات نہ کیا کریں ...... حضرت عمرؓ نے حدود متعین کی کہ ازواج مطہرات کو اتنی اتنی رقم دینی چاہئے ...... اور ایک مشت دے دو ...... تاکہ پورے سال کا ان کے پاس خرچہ ہو ...... اماں عائشہ صدیقہؓ کے پاس صبح کو رقم آئی ...... شام کو ساری تقسیم ہو گئی ...... کسی نے کہا ...... اماں یہ تو سال بھر کے لئے دی تھی ...... فرمایا مجھے سال بھر اپنی زندگی کا یقین نہیں ...... تو میں کس طریقہ سے اعتماد کروں ...... مجھے صبح ہوتی ہے ...... شام کا یقین نہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا لوگو!

"اِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالْمَسَاءِ وَاِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالصَّبَاحِ"

"صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرنا شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرنا شاید دن بھی ہوتا ہے کہ رات کو تیرا جنازہ اٹھ جائے۔"[1]

حضور ﷺ نے آخرت کی فکر بھی دلائی ...... قرآن نے آٹھویں صفت نیک مردوں اور عورتوں کی یہ بیان کی کہ: والصائمین والصائمات "وہ روزہ رکھنے والی ہیں۔"

روزہ کے سلسلے میں بھی یہ بات ذہن میں رکھیں! کہ مردوں کو تو اکثر توفیق ہو جاتی ہے ...... کہ پورا مہینہ روزے رکھتے ہیں ...... عورتوں کے لئے کچھ ایسے ایام آ جاتے ہیں ...... کہ ان ایام میں ان کو روزہ چھوڑنا ضروری ہوتا ہے ...... لیکن چھوڑنے کے بعد ان پر قضاء واجب اور ضروری ہے ...... فرض ہے ...... اگر یہ قضاء نہیں کرتیں ...... ان کے ذمہ

[1] ترمذی عن ابن عمرؓ ص 59 ج 2/ مشکوٰۃ ص 139 ج 1/ صحیح بخاری ص 2

میں یہ رہ جائے گا...... قیامت کے دن اس کا محاسبہ اور حساب ہوگا...... اس لئے آپ مردوں کی ذمہ داری میں یہ بات ہے...... اپنی عورتوں کو یہ بات یاد دلایا کریں...... کہ تیرے اتنے روزے رہے...... ان کی قضا تجھ پر واجب اور فرض ہے...... اور پھر ازواج مطہرات میں حضور ﷺ کے زمانہ میں اس دور کی عورتوں میں روزوں کی یہ حالت تھی...... روزہ رکھنے کی یہ کیفیت تھی۔

حضرت فاطمہؓ کو حضور ﷺ نے صبر اور روزے کی تلقین فرمائی ہے

کہ اماں فاطمۃ الزہراءؓ کہتی ہیں...... مجھے علیؓ نے بھیجا...... بلکہ حضرت علیؓ نے اپنے ایک نوکر کو بتایا...... کہ فاطمہؓ جب چکی پیستی تھی...... ہاتھ میں گھٹے اور نشان پڑ گئے تھے...... مشکیزہ اٹھاتی تھی...... جسم پہ نشان پڑ گئے تھے...... پاؤں میں آبلہ اور چھالے پڑ گئے تھے...... ایک مرتبہ غلام آئے...... حضرت علیؓ نے کہا...... اپنے ابا محمد ﷺ کے پاس جاؤ...... مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے...... ایک باندی اور نوکرانی مانگ کر لاؤ...... کہ وہ تیری خدمت کرے...... تیرا ہاتھ بٹائے بی بی گئیں...... بالکل مکان کے ساتھ مکان ہے...... حضور ﷺ کے حجرہ کے ساتھ دوسرا حجرہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا ہے...... بی بی آئی دیکھا کہ ازواج مطہرات بیٹھی ہیں...... اور لوگ ہیں بی بی واپس چلی گئیں...... جب شام ہوگئی حضور ﷺ خود تشریف لائے۔

فاطمہؓ! خیر تھی آج صبح آنا ہوا...... کہتی ہیں میں نے شرم سے خاموشی اختیار کر لی...... حضرت علیؓ بولے آقا میں نے بھیجا تھا...... اس مقصد کے لئے بھیجا تھا...... حضور ﷺ نے فرمایا کوئی بات نہیں...... دنیا کی چند روزہ زندگی ہے...... اور کہا کہ میرے پاس ایک ہی بستر تھا...... ہم رات کو اسے بچھا لیتے تھے...... دن کو اسی بستر پہ چارہ ڈال کر اونٹ اور دوسرے جانوروں کو کھلا لیا کرتے تھے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... فاطمہؓ و علیؓ اسی پر گزارا کرو...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی نے بارہ سال تک ایک ہی بستر پہ اسی انداز

---

[1] صحیح بخاری ص935 ج1/ مشکوۃ ص209 ج1/ صحیح مسلم

میں گزارا کیا...... آج تم ان کی سنت پر ہو...... حضور ﷺ نے ان لوگوں کو صبر کی تلقین فرمائی ......روزہ کا حکم دیا......اور فرمایا! دیکھو تین تسبیحیں پڑھا کرو۔

"سُبْحَانَ اللہ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ' اَللہُ اَکْبَرُ" 1

۳۳،۳۳،۳۴ مرتبہ پڑھ کے رات کو سوتے وقت ہاتھوں میں دم کر کے پورے جسم پہ پھیر لیا کر اللہ تیری دن بھر کی تکلیف کو دور فرما دیا کرے گا...... تھکاوٹ ختم ہو جایا کرے گی...... تو یہ ایک صفت ہے...... نیک مرد و عورت کی کہ روزہ دار ہو...... آخری دو صفتوں کو اختصار کے ساتھ سمجھو!...... قرآن نے کہا:

چار کام کرنے والی عورت کو جنت کی خوشخبری ہے

"والحافظین فروجھم والحافظات"

"جنت کے وارث وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہیں"

اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں...... اور یہاں حدیث کا ایک جملہ یاد کرو ......حضور ﷺ نے فرمایا...... مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں پسند ہیں...... فرمایا! مجھے خوشبو پسند ہے...... مجھے نیک عورت پسند ہے...... میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے...... مصطفیٰ ﷺ نے عورت کا تذکرہ اس لئے کیا...... کہ دنیا ذلیل سمجھتی ہے...... آپ نے اس کو عزیز بنایا ہے...... اور دوسرا جملہ یاد کرو...... حضور ﷺ نے فرمایا:

☆...... اَیُّمَا امْرَاَۃٌ "اس عورت کو جنت کی خوشخبری دیتا ہوں جو چار کام کرتی ہے"

☆...... صَلَّتْ خَمْسَھَا "پانچ وقت نماز پڑھتی ہے۔"

☆...... صَامَتْ شَھْرَھَا "رمضان کا مہینہ آئے تو روزے رکھتی ہے۔"

☆...... طَاعَتْ بَعْلَھَا "اپنے گھر والے کی خدمت کرتی ہے۔"

☆...... وَحَصَنَتْ فَرْجَھَا "اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہے۔"

حدیث میں آتا ہے:...... حضور ﷺ نے فرمایا اگر کوئی ڈاکو...... لٹیرا...... بدمعاش ......کسی عورت پہ حملہ کرنا چاہتا ہے...... گھر میں چھرا پڑا ہے...... اٹھا کے تو اپنے پیٹ میں

مار دے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں...... اگر اور کچھ نہیں تو تندور جل رہا ہے...... عورت اس میں چھلانگ لگا دے...... پانی کا کنواں ہے...... اس میں چھلانگ مار دے...... غرق ہو جائے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... وہ عورت جو اپنی عزت کی حفاظت کے لئے پانی میں جا رہی ہے...... آگ میں چھلانگ لگا رہی ہے...... چھرا اٹھا کے اپنے پیٹ کو چاک کر رہی ہے...... ذلت کی موت نہیں...... اسلام کہتا ہے! یہ تیری عزت کی حفاظت میں شہادت کی موت ہے...... یہ عورت کو مقام اسلام نے دیا ہے۔

جس نگاہ پہ غیر محرم کی نظر پڑے وہ اس قابل نہیں کہ خدا کا دیدار کرے

"وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ"

ایک نیک عورت تھی...... اس کے پیچھے ایک بدمعاش لگ گیا...... اس نے کہا کیا چاہتا ہے...... اس نے کہا تیری آنکھ کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا ہوں...... گھر کے دروازے تک لے گئی...... چھری اٹھائی...... اور آنکھ نکال کے پلیٹ میں رکھ کے لونڈی کو دی...... کہ باہر کتا کھڑا ہے...... اس کے حوالہ کر کے آ...... آنکھ جا کر دی...... کہ جس آنکھ کا دیوانہ تھا ...... آنکھ لے لے آدمی چلا گیا...... سہیلیاں آئیں...... اور آ کر کہنے لگیں...... آج تو کانی ہوئی بیٹھی ہے...... اس نے کہا کانی نہیں آج سیانی ہوں...... تم مجھے کیا کہتے ہو...... جس نگاہ پر غیر محرم کی نظر پڑی ہے...... وہ اس قابل نہیں کہ قیامت کے دن خدا کا دیدار کرے...... اس لئے میں نے اس آنکھ کو نکال دیا...... آج تو ہم غیروں کو دیکھتے ہیں ...... ہماری عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں...... ہم کہتے ہیں...... میں گھر میں رہتا ہوں ...... تو بازار سے سودا سلف لے کے آ...... میرے اندر اتنی طاقت نہیں میں تھکا ہوا ہوں...... تو فلاں کام کر کے آ...... حضور ﷺ نے مجھے اور آپ کو یہی حکم دیا ہے...... کہ عورتوں کو گھر میں رہنے کی تلقین کرو...... اور آخری صفت بیان کی:

"والذاكرين الله كثيرا والذاكرات"

"وہ مرد اور عورتیں جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہوں وہ جنت کے

وارث ہیں"

اس ذکر کے عنوان پر میں نے مختلف تقریریں بھی کی ہیں...... کہ ذکر کی کتنی اہمیت ہے......اور ذکر کے کتنے فضائل ہیں...... اور ابھی رابعہ بصری کا واقعہ بھی آپ کو بتایا ...... یہ ساری باتیں ذکر پر دلالت کرتی ہیں......تو جن عورتوں میں یہ دس صفات موجود ہیں ......مؤمن ہوں ...... مسلم ہوں...... فرمانبردار ہو...... سچی ہو ......صبر کرنے والی ہو ......روزہ دار ہو...... اللہ کا ڈر اور خشوع وخضوع کرنے والی ہو......اور صدقہ وخیرات کرنے والی ہو......اسی طریقہ سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہو......اللہ کی یاد اور ذکر کرنے والی ہو ......اور اللہ سے ڈرنے والی ہو......جن عورتوں میں یہ صفات ہیں ......قرآن نے کہا:

"اعداللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیماً"

اللہ نے ان کو جنت کا سرٹیفکیٹ دے کر کہا:

"اعداللہ لھم مغفرۃ"

"اللہ کا وعدہ ہو چکا اللہ کہتے ہیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ سب کو بخش دوں گا۔"

"واجراً عظیماً"

"دنیا میں مغفرت کا اعلان قیامت کے دن اجر عظیم کا اعلان کہ ان کے لئے سب سے بڑا اجر ہوگا۔"

دعا کرتے ہیں! اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ماؤں کو بہنوں کو بیٹیوں کو عزت کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے......اسلام نے چار درجے رکھے ہیں......عورت کے اگر یہ ماں کے برابر ہے...... تیری اماں ہے......اسلام نے اس کے قدموں میں جنت بتائی ہے...... جو تیرے نکاح میں ہے...... تیری بیوی ہے......حضور ﷺ نے خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہما سے محبت کے تعلقات بتا کے بیوی کے ساتھ اخلاق کی زندگی گزارنے کا حکم دیا ہے......اگر یہ تیری بیٹی کے برابر ہے...... تیری بیٹی ہے......حضور ﷺ بی بی فاطمہؓ کے

استقبال کے لئے کھڑے ہوتے تھے...... مشکوٰۃ کی روایت میں ہے...... حضور ﷺ جگہ چھوڑ دیتے...... سیدہ فاطمہؓ کو اسی جگہ پر بٹھاتے...... حضرت فاطمہؓ کی پیشانی پہ بوسہ دیتے ...... روانہ ہوتے وقت دروازے تک چھوڑنے کے لئے جاتے تھے...... بیٹی کا استقبال و احترام کر کے...... حضور ﷺ نے فرمایا...... میں اس آدمی کا جنازہ پڑھنے کے لئے تیار نہیں...... جو اپنی جائیداد بیٹے کے نام کر کے بیٹی کو لاتعلق کر دے...... اور اگر وہ عورت تمہاری بہن کی حیثیت رکھتی ہے...... تو حضور ﷺ نے بی بی شیماؓ کا استقبال کیا...... جب غزوۂ طائف میں گرفتار ہو کر آئیں...... ہتھکڑیاں اور جولان پہن کر آئیں تھیں...... اس نے کہا جاؤ! محمد ﷺ کو اطلاع دو!...... کہ آپ کی بہن شیماؓ گرفتار ہو کر آرہی ہے...... آکر صحابہ ؓ نے اطلاع دی حضور ﷺ جلدی سے اٹھے ۔ اور اسکا استقبال کیا اور فرمایا! یہ تو میری رضاعی بہن ہے جس کا مقام بھی سگی بہن کی طرح ہے اس سے بھی نکاح جائز نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

✿✿✿✿✿......✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک آزادی

مسلمانو! حیاتِ جاوداں پانے کے دن آئے
وطن کی راہ میں مٹ کر سنور جانے کے دن آئے

بھڑک اٹھے ہیں پھر سے آتشِ نمرود کے شعلے
انہیں پھر روحِ ابراہیم دکھلانے کے دن آئے

جو ہے محفوظ اب بھی کربلا کی خاک کے اندر
اُسی خونِ شہادت کے ابھر آنے کے دن آئے

تمہارے خونِ ناحق پر شفق کی سرخیاں روئیں
تمہارے خونِ ناحق کے صلہ پانے کے دن آئے

جلا ڈالی تھیں تم نے کشتیاں اندلس کے ساحل پر
مسلماں پھر تری تاریخ دہرانے کے دن آئے

جہاں سے تین سو تیرہ چلے تھے تم مسلمانو!
انہی ماضی کی راہوں پر پلٹ جانے کے دن آئے

محمد ابن قاسمؒ جو عرب سے ساتھ لائے تھے
وہی شمشیرِ جوہر دار چمکانے کے دن آئے

جوانانِ وطن اٹھو کفن بردوش ہو جاؤ
جہادِ فی سبیل اللہ پر جانے کے دن آئے

تپش سورج سے لو اور آسماں سے بجلیاں چھینو
عدو کے آشیاں پر آگ برسانے کے دن آئے

وطن کی آبرو باقی رہی تو تم بھی باقی ہو
وگرنہ پھر غلامی میں اُلجھ جانے کے دن آئے

وطن کا ذرّہ ذرّہ تم کو یہ آواز دیتا ہے
مسلمانو! اٹھو جانباز بن جانے کے دن آئے

تحریک آزادی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا عَلٰی سَآئِرِ الْاُمَمِ بِرِسَالَۃِ مَنِ اخْتَصَّہٗ مِنْ بَیْنِ الْاَنَامِ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَجَوَاھِرِ الْحِکَمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ مَانَطَقَ اللِّسَانُ بِمَدْحِہٖ وَنَسَخَ الْقَلَمُ...... اما بعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ o[1]

✿✿✿✿......✿✿✿✿

وطن تو آزاد ہو چکا ہے دماغ و دل ہیں غلام اب بھی
پئے ہوئے ہیں شراب غفلت یہاں پہ خواص وعوام اب بھی
میرے میخانہ وطن کا وہی ہے کہنہ نظام اب بھی
کسی کو جام شراب جائز کسی پہ پانی حرام اب بھی
غلط ہے تیرا یہ نعرہ ساقی بدل گیا ہے نظام محفل
وہی شکستہ سی بوتلیں ہیں وہی شکستہ سا جام اب بھی

[1] مشکوٰۃ ص ج 1/

یہ عظمت باطل دھوکا ہے یہ سطوت کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے ہیں سارے یہ کفر کے لشکر کچھ بھی نہیں
اللہ سے ڈرنے والوں کو طاقت سے ڈرانا مشکل ہے
گر خوف خدا ہو دل میں تو یہ قیصر و کسریٰ کچھ بھی نہیں
اغیار سے کہہ دو پیش کریں اخلاص و مروّت کی دولت
کردار سے قومیں بنتی ہیں افکار کے چکر کچھ بھی
اسلام اگر منظور نہیں قرآن اگر دستور نہیں
پھر لعنت اس آزادی پہ یہ ملک یہ لشکر کچھ بھی نہیں

تمہیدی کلمات !

جنابِ صدر محفل !لائق صد تعظیم وتکریم!

علماء کرام!واجب الاحترام!

برادران اسلام! قابل قدر جمعیت طلباء اسلام کے جیالے کارکنو!

آج کی اس نشست میں اختصار سے دو باتیں میں نے عرض کرنی ہیں......ایک بات کا تعلق جمعیت طلباء اسلام کے پروگرام سے ہے......اور میری دوسری گفتگو کا تعلق تحریک آزادی کے حوالہ سے...... چودہ اگست جس دن ہم یوم آزادی کے طور پر اس پاکستان میں آزادی کا دن مناتے ہیں......اس حوالہ سے میں نے دو تین باتیں عرض کرنی ہیں...... مجھے اس بات کی بہت بڑی خوشی ہے...... اور میں اس پر جتنا مسرت کا اظہار کروں وہ کم ہے...... کہ طالب علمی کے زمانہ کا دور گزرنے کے بعد......اب بیس بائیس سال بعد......ہم اپنے شہر میں جمعیت طلباء اسلام کے نام سے ایک نئی بہار دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ان تمام دوستوں کو جو اس میں کام کر رہے ہیں

......بھائی سیف الرحمٰن، مولانا عطاء اللہ و دیگر احباب اللہ ان سب کو نظر بد سے محفوظ رکھے......اور ہم سب کو انتہائی ضبط کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور جوڑ و یکجہتی کے ساتھ اپنے بڑوں کی اتباع میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جمعیت طلباء اسلام کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

یہ اس دور کی بات ہے جس وقت قائد جمعیت مولانا مفتی محمودؒ تھے......اور وہ اس وقت قائد اسلامی انقلاب بھی تھے......اس وقت قائد حریت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نور اللہ مرقدہٗ تھے...... اور اس وقت اس پورے قافلہ اہل حق کی قیادت و سیادت کا سہرا ......حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نور اللہ مرقدہٗ ......اور اس وقت جمعیت کی سرپرستی کا اعزاز ......مرشد وقت جنید وقت حضرت مولانا عبدالہادی نور اللہ مرقدہٗ ......ان لوگوں کے سر پر تھا...... بڑوں کی باتیں بڑی ہوتی ہیں......ان کی سوچ بھی بلند ہوتی ہے......اس وقت ان اکابر نے اس بات کو محسوس کیا...... کہ علماء اکھٹے بیٹھے ہیں......اور عوام الناس کا ایک مزاج ہے......کہ مولوی کی بات کو مولوی کی بات کہہ کر ہی بعض دفعہ لوگ ٹال دیتے ہیں۔

انگریز بدبخت جس وقت اس ملک سے بستر بوریا گول کر رہا تھا...... ہمارے اکابر کی تحریک آزادی کے نتیجے میں......اس کمینے نے جاتے ہوئے ایک بات کہی تھی...... کہ لوگو! میں مولویوں کے ہاتھوں ناکام ہو چکا ہوں...... ہماری برطانوی تحریک بالکل فرسودہ ہو گئی ہے...... میں اپنا بستر بوریا لپیٹ رہا ہوں ......لیکن یہاں سے جاتے ہوئے میں ایک ایسا کام کر کے جا رہا ہوں...... کہ جس کے نتیجے میں آنیوالی نسلیں اگر انگریز نہ بنیں ......تو نام کے لحاظ سے مسلمان رہیں گے......کردار و عمل کے لحاظ سے انگریزوں کے کھاتے میں جائیں گے......اور اس نے اس وقت ایک نظام تعلیم ترتیب دیا......جس کو لارڈ میکالے کا کالا نظام تعلیم کہا جاتا ہے......وہ نظام تعلیم ہمارے اسکولوں میں، کالجوں میں، یونیورسٹیوں میں نافذ کیا گیا...... ہمارے اکابر نے اس بات کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کی......

کہ دنیاوی طور پر جب تک نظام تعلیم تبدیل نہیں ہوتا...... اس وقت تک لوگوں میں تبدیلی نہیں آئے گی...... ہم اپنے مدارس کے نظام تعلیم کو دیکھتے ہیں...... جس بچہ کی بنیاد قرآن مجید کی تحفیظ ہے...... دینی کتابیں ہیں...... اس کا ذہن اتنا بڑا دینی بن جاتا ہے...... کہ یہ دنیا کے کسی میدان میں کھڑا ہو...... وہاں کھڑے ہو کر وہ بات قرآن وسنت کی کرے گا...... اس لئے ہمارے اکابر نے اس وقت اس کی ضرورت محسوس کی...... جمعیت طلباء اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی...... کہ اس وقت طلباء کے نام کی کئی تحریکیں کام کر رہی تھیں...... سیاسی جماعتوں کے زیر اثر ان میں سب سے بڑی جماعت اس وقت اسلامی جمعیت طلباء کی تھی...... جو جماعت اسلامی کے لئے کام کرتی تھی...... لیکن ان لوگوں میں وہ تفریق تھی...... کہ طلباء جو مدارس کے ہوتے تھے...... وہ جمعیت طلباء عربیہ کے نام سے کام کرتے تھے...... اور جو اسکولوں میں کام کرتے تھے...... وہ اسلامی جمعیت طلباء کے نام سے...... ہمارے اکابر نے اس تفریق کو ختم کیا...... اور سبق سکھایا کہ یوں نہیں کہ مسجد والا مسجد میں رہے...... اور اسکول و کالج والا وہاں رہے...... ہم دونوں مسلمان ہیں...... دونوں اولاد آدم ہیں...... دونوں اللہ کے نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں...... دونوں رسول اللہ کی شریعت کی اتباع کرتے ہیں...... یہ ہمارے ان سربراہوں کا سب سے بڑا قصور ہے...... جن لوگوں نے ہمیں غلط نصاب تعلیم دیا ہے...... ہمارے اکابر نے ایک جوڑ پیدا کیا...... کہ اسکول اور کالجز کے طلباء آپس میں بیٹھ جایا کریں...... اکٹھے مل کر کام کیا کریں...... ایک ساتھ جڑ کر رہا کریں...... یہ ان کو دین کی تعلیم اور ان کو شریعت کے مسائل بتائیں حلال وحرام کی تمیز بتائیں...... سچ و جھوٹ کی باتیں بتائیں...... حق و صداقت کے اصول ان کو سمجھایا کریں...... اور وہ جو بچے اسکول' کالج' اور یونیورسٹیوں میں رہتے ہیں...... جس چیز کا ہمارے ہاں فقدان ہے...... وہ اپنے علوم ان لوگوں کے سامنے رکھیں...... تا کہ یہ دونوں طرف سے اکٹھے جڑیں گے...... ایک گاڑی کے دو پہیے جب ہوتے ہیں...... تو گاڑی چلا کرتی ہے...... چنانچہ اس وقت جمعیت طلباء اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔

جمعیت طلباء اسلام کے پہلے امیر

اس وقت ہمارے ایک مطلوب زیدی صاحب......اس کو سب سے پہلا امیر بنایا گیا تھا...... جمعیت طلباء اسلام کا اس وقت جاوید ابراہیم پراچہ جو اس سال ہمارے جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اجتماع میں ایک اہم مہمان ہونے کے حوالہ سے تشریف لا رہے ہیں ......جس کا آج سے کچھ عرصہ پہلے اسی موجودہ حکومت کے جبر وتشدد......ظلم کے دور میں اپنے علاقے میں بہت بڑا کردار ہے...... جہاں عرب مجاہدین کو شہید کیا گیا تھا...... اس نے وہاں بہت بڑی تحریک چلائی......ان کی لاشیں وصول کرنے کے لئے جس کی وجہ سے اسے جیل میں ڈالا گیا...... یہ اس دور کی بات ہے......کہ یہ جمعیت طلباء اسلام میں ایک رکن تھا...... یہاں آپ کی جامعہ اسلامیہ بہاولپور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا......عجیب بات ہے کہ اس نے وہاں الیکشن لڑا...... بہاولپور کا یہ خطہ چونکہ مذہبی حلقہ ہے......ذہنی طور پر یہ ہمارے اکابر سے منسلک اور متعلق ہیں......اس کے نتیجے میں وہ شخص کامیاب ہوا۔

جمعیت طلباء اسلام کا پہلا کام

کامیاب ہونے کے بعد یہ سب سے پہلا کردار تھا......اس وقت اتوار کی چھٹی ہوا کرتی تھی......جس کی آج نحوست ہم پر مسلط ہے...... پوری دنیا میں اتوار کی چھٹی ہوتی تھی......لیکن بہاولپور کی یونیورسٹی میں جمعیت طلباء اسلام نے اسلام کے نام لیوا مفتی محمودؒ و درخواستیؒ کے بیٹوں نے اس وقت یہ آئین پاس کیا تھا...... کہ ہمیں اتوار کی چھٹی منظور نہیں ......ہم جمعۃ المبارک کی چھٹی کیا کریں گے......اس دور کی بات بتا رہا ہوں......آج جیسے یونیورسٹیوں میں فحاشی عیاشی ہے عریانی ہے......لڑکے لڑکیاں اکٹھے بیٹھ کر پڑھتے ہیں ......اس وقت J-T-I کے صدر نے اعلان کیا تھا......کہ کلاسیں علیحدہ علیحدہ لگا کریں گی......لڑکے لڑکیوں کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھا کریں گے......اس وقت اس آدمی نے یہ اعلان کیا تھا......ہر ہفتہ گورنمنٹ ایک دن کی اجازت دیتی تھی......جس دن با قاعدہ چھٹی

ہوتی ...... مفت سینما دکھایا جاتا تھا...... اس نے فلم بند کرادی۔ اور اس قسم کی جتنی فحاشی کی چیزیں تھیں...... ان سب پہ پابندی لگائی...... علمی زندگی میں اگر ہم نے کوئی جماعت دیکھی ...... کہ جس کو تھوڑا سا بھی موقع ملا ہے...... کام کرنے کا اور اس نے قرآن وسنت کی روشنی میں کام کیا ہے...... تو وہ آپ کی جمعیت طلباء اسلام ہے...... اس نے کیسے کیسے لوگ تیار کیے؟ اس وقت ہم ان لوگوں کے نعرے لگایا کرتے تھے...... یہ ہمارے لیڈر طلباء بن کے آئے تھے...... کہ جیسے ایک طالب علم طالب علموں کا رہنما ہوتا ہے۔

زمانہ طالب علمی میں محنت کرنے والے مستقبل کے سپوت ہوتے ہیں

سید شمس الدین شہید جو بلوچستان اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر بنا...... مسئلہ ختم نبوت پر اس نے جام شہادت نوش کیا...... اس کی زندگی کی آخری یادگار تقریر آپ کے شہر خانپور کی ہے...... یہاں سے واپس جاتے ہوئے وہ شہید ہوئے...... وہ اپنے دور میں جمعیت طلباء اسلام کے بہترین لیڈر رہتے تھے...... یہی جمعیت طلباء اسلام تھی...... جس کا ایک رکن مولانا حق نواز شہیدؒ تھا...... یہی جمعیت طلباء اسلام تھی...... جس کے پنجاب کے صدر اس وقت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ تھے...... یہی جمعیت طلباء اسلام تھی...... جس میں ایثار القاسمیؒ نے کام کیا تھا...... میں یہ بتانا چاہتا ہوں...... کہ اپنے اپنے دور میں کام کرنیوالے یہ لوگ یہ طالب علمی کے زمانہ سے اپنا ذہن تیار کرتے تھے...... جو آگے جا کر بہت بڑا کردار پیش کرتا ہے...... یہی وہ مستقبل کے سپوت ہوتے ہیں۔

میں اور آپ نہیں جانتے...... یہ جتنے بچے چھوٹے یہاں بیٹھے ہیں...... پتہ نہیں ان سے کون مستقبل میں مفتی محمودؒ ہوگا...... ان میں سے کون مستقبل میں عبداللہ درخواستیؒ ہو گا...... ان میں کون آنیوالے زمانہ میں عبدالشکور دین پوریؒ ہو گا...... ان میں کون اپنے آنیوالے دور میں مولانا حق نوازؒ بنے گا...... ایثارؒ بنے گا...... یہ سارے ان لوگوں میں سے تیار ہوئے ہیں...... اس کی سب سے پہلی سیڑھی پہلا زینہ پہلی درسگاہ پہلی تربیت گاہ یہ جمعیت طلباء اسلام کا پلیٹ فارم ہے...... جس میں اکابر باقاعدہ وقت دیا کرتے تھے......

مجھے یاد ہے تین تین دن کے ہم کنونشن رکھتے تھے...... بڑے بڑے مشائخ کو دعوت دیتے تھے...... ان کے ذمہ عنوان لگاتے تھے ...... کہ عظمت صحابہؓ پر طلباء کی ذہن سازی کریں...... کوئی قرآن وسنت کی روشنی میں اہلسنت کے عقیدہ کو بیان کر رہا ہے...... کوئی عقیدہ توحید پر گفتگو کر رہا ہے...... کوئی اعمال پر گفتگو کر رہا ہے...... کوئی اپنے اکابر کی تاریخ بیان کر رہا ہے...... کوئی تحریک آزادی کے عنوان پر بیان کر رہا ہے...... یہ سارے کے سارے مشائخ آتے تھے...... اور طلباء کی ذہن سازی کر کے جایا کرتے تھے...... اب بھی اس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے...... ورنہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔

آج طلباء کی تربیت کا فقدان ہے

جس کا جی چاہتا ہے اپنے لیڈر سے...... اپنے انداز میں دس نوجوانوں کو لے لیتا ہے...... آنے والے دو چار دنوں کے بعد پتہ چلتا ہے...... کہ حیات النبی کے عقیدہ کا منکر ہو گیا...... پتہ چلتا ہے کہ جناب عیسیٰؑ کی حیات کا منکر ہو گیا ہے...... پھر پتہ چلتا ہے کہ اکابرین کو گالی دینا شروع ہو گیا ہے...... اس کا سبب یہ ہے...... کہ ہم نے اپنے بچوں کی تربیت چھوڑ دی ہے...... میں اپنے جوانوں کو سلام پیش کرتا ہوں ...... آج اگر میرے شہر کے علماء بیٹھے ہوتے ...... جو بیٹھے ہیں ...... ان سے درخواست کرتا ہوں...... ہم سب کا حق بنتا ہے...... کہ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں...... اس ذمہ داری کو محسوس کریں ...... کہ نوجوانوں کو جوڑا جائے ...... اور میں اپنے نوجوان دوستوں سے کہوں گا...... کہ صرف یہ طالب علم ٹھیک ہے ...... ہم مدرسہ والے جائیں کہاں ...... ہم تو ہیں ہی اس کھاتے کے...... ہمارے کتنے بچے اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہیں...... جو اس معاملے میں تڑپ رہے ہیں...... ان کے جذبات ہیں ...... مگر ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں...... اور یہ حقیقت بتا رہا ہوں...... معذرت کے ساتھ کوئی طالب علم میری اس بات کو محسوس نہ کرے...... میدان میں عملی طور پر جب کودنے کا وقت آتا ہے...... وہاں پر

جب جان دینے کا وقت آتا ہے......تو ہم نے یہ دیکھا ہے...... کہ عملاً بعض دفعہ مدارس میں اتنی پابندیاں اور سختیاں ہوتی ہیں...... ملکی حالات کے تحت کہ دینی درسگاہ کا طالب علم باہر نہیں جا سکتا...... لیکن وہ بچے جو اپنے معاملات میں ہڑتال کیا کرتے ہیں...... کبھی جناب والا کھانے پینے پر ہڑتالیں کر دیا کرتے ہیں...... کبھی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں...... کسی اور معاملے میں ہڑتال کرتے ہیں...... وہ یہی بچے جب اسلام کے لئے باہر نکلتے ہیں...... تو پھر وہ پوری دھرتی پہ انقلاب برپا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

طلباء کی محنت نے تحریک ختم نبوت کو عروج دیا ہے

قادیانیوں کو جب غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا......شاید آپ کے علم میں نہیں...... ایک طلباء کا وفد ملتان سے براستہ شور کوٹ، فیصل آباد، چنیوٹ، سرگودھا سفر کر رہا تھا...... نشتر میڈیکل کالج کے طالب علم تھے......اور ان میں سب سے زیادہ آپ کے جمعیت طلباء اسلام کے بچے ربوہ جس کا نام اب چناب نگر ہے...... یہاں پر جب چناب ایکسپریس گاڑی آکر رکی...... چونکہ یہ طالب علم تھے......ان کے اپنے دینی جذبات ہوتے ہیں...... ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ وہی لگا سکتا ہے......جو مفتی محمودؒ اور درخواستیؒ کا جانشین بنے۔

ان بچوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا...... اسٹیشن پر جو قادیانی وہاں موجود تھے......انہوں نے بدمعاشی کی......اب وہ طلباء تھے...... کہ جن کی محنت کا نتیجہ کہ تحریک ختم نبوت چلی...... پھر وہ اس عروج پر پہنچی...... کہ اسمبلی کے باہر مولانا بنوریؒ قیادت کرتے تھے......اندر مفتی محمودؒ کام کرتے تھے...... نتیجہ یہ نکلا کہ پوری دھرتی پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا گیا۔

طلباء بہت عظیم ہوتے ہیں ان کی جوانیاں کام کرتی ہیں

یہ سہرا ان طلباء کے سر ہے......جنکی محنتوں کا یہ نتیجہ ہے...... یہ ایک عنوان ہے......اس پر میں آپ کو بتاؤں کہ یہ طلباء کیا کام کرتے ہیں...... یہ کتنے عظیم ہیں......اور

انکی جوانی یہ کام کراتی ہے...... یہ وہ لوگ ہیں...... جو محمد بن قاسمؒ کے جانشین ہیں...... جس نے سترہ سال کی عمر میں ایک عورت کی آواز پر لبیک کہہ کر عرب کی دھرتی سے اٹھا تھا ......اور ملتان کی دھرتی پر آ کر اسلامی پرچم لہرایا...... یہ بچے ان لوگوں کے جانشین ہیں ......جو طارق بن زیاد تھا...... جو عین عالم شباب اور جوانی میں بیس بائیس سال کی عمر میں اسناز بردست جنگجو تھا...... کہ جس نے اندلس کے ساحل پر پہنچ کر کشتیاں جلا کر کہا تھا...... یہ ساری دھرتی ہماری ہے......ہم اس زمین کو فتح بھی کرتے جائیں گے......قرآن وسنت کا قانون بھی نافذ کرتے جائیں گے۔

جو ذہن زمانہ طالب علمی میں تیار ہوتا ہے وہ کبھی نہیں بدلتا

میرے عزیز بچو، بھائیو اور دوستو!

میں اس پر آپ کو سلام پیش کرتا ہوں......اور اس معاملہ میں مجھ میں جتنی ہمت ہے...... یا اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے اندر جو بیان کرنے کی سمجھانے کی......صلاحیت اپنی طرف سے عطا کی ہے......میں اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کرتا ہوں......میری آپ سے آخری درخواست اس حوالہ سے جو ہیں وہ پیش کر کے دوسری بات پھر شروع کرتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ آپ دوست اسکول کے طلباء کا......کالج کے طلباء کا......ہم ذہن طلباء کا......ان سے جوڑ پیدا کریں......ان کو اپنے ساتھ اپنے نظام تعلیم کی بنیادی تبدیلی کے لئے ان کو ساتھ ملائیں......ایک ہوتے ہیں ہمارے جذباتی نعرے......کہ کسی ملک کے صدر کا نام لے کر گالی دے دو...... کسی وزیر کا نام لے کر اس کو گالیاں دے دو...... یہ جذبات ہوتے ہیں...... بنیادی عمل وہ ہے......جو مسلسل کیا جائے......اگر آپ ادارے کا نظام تبدیل کر دیتے ہیں......تو وہاں سے جو انقلاب اٹھے گا......جو ساتھی تیار ہوگا......وہ آپ کا ذہن لے کر جائے گا......آج بھی ہمارے ڈاکٹر عارف صاحب یہ ہمارے ساتھ ایک دوست ہوتے تھے......اس زمانہ میں اور دیگر بہت سے احباب تھے......اب بھی یہ

لوگ جہاں جہاں بیٹھے ہیں ......وہ افسر ہونے کی حیثیت سے بڑی کرسیوں پر بیٹھے ہیں......لیکن ذہنی طور پر وہ آپ کے اتنے زبردست ورکر ہیں......اتنے زبردست کارکن ہیں ......اتنے زبردست غیرت مند ہیں...... وہ آپ کے ساتھ ......وہاں ان کو پتہ چلے......کہ ہمارے کسی ساتھی کو فلاں جگہ تکلیف پہنچی ہے......وہ اپنے پورے علاقے میں اپنے مسلک کا دفاع کرتے ہیں...... یہ بات اگرچہ مجھے اتنی کھلی محفل میں کہنی نہیں چاہئے تھی......لیکن تمہیں اس لئے کہہ دی......کہ یہاں سے جو ذہن تیار ہوتا ہے......وہ کسی جگہ بھٹکتا نہیں بکتا نہیں۔

جو طلباء بنیادی طور پر تیار ہوتے ہیں وہ کبھی نہیں بدلتے

آج کل جو لوگ بک رہے ہیں......اس کا سبب بھی یہی ہے......کہ ذہناً ہم نے ابتدا سے ان کو اس طرح تیار نہیں کیا...... جذباتی طور پر کچھ لوگ تیار ہوئے......حالات بدلنے کے ساتھ ان کے رخ بدل جاتے ہیں......اور جو بنیادی طور پر تیار ہوتے ہیں ......وہ کبھی نہیں بدلا کرتے...... ہمارے شہر میں کئی دوست ہمارے ساتھ ایسے رہتے ہیں ......ہمارے ایک ماسٹر عبداللہ صاحب تھے......ہم اس کو عبداللہ نمازی کہا کرتے تھے...... اب بھی ہیں ......یعنی آپ اندازہ کریں......وہ جس جگہ بیٹھ کر پڑھاتا ہے......وہ ذہن اپنے اکابر والہ بچوں کو منتقل کرتا ہے۔

آپس کی خلیج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے

آپ کے یہاں امام بخش وکیل ہے......J-T-I کا صدر تھا...... ضلع رحیم یار خاں میں...... مفتی محمودؒ کے زمانہ میں......اب وہ بیٹھا وکالت کے چکر میں ہے......لیکن جب بھی جائیں اپنے مسلک کے حوالہ سے بات کرتا ہے...... یہ آپ کا ذہن ہے......جو کام کر رہا ہے......میری آپ سے یہ درخواست ہے......کہ آپ اپنا پمفلٹ ......اپنے اکابر کا اعتماد......اپنے ان دوستوں تک پہنچائیں ......جو اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں

ہیں ......اور اس خلیج کو ختم کریں ......کہ ہم اور ہیں ......اور وہ اور ہیں......اس خلیج کو ختم کریں ......کہ ہمارا نظام اعلیٰ ہے......تمہارا گندا ہے......وہ گندا ہے......انہوں نے خود تو نہیں بنایا......چند بدمعاشوں نے بنا کر دیا ہے......قصور ان کا ہے......یہ تو وہ ہیں......جو ہمارے عزیز ہیں......جو قرآن پڑھنا چاہتے تھے......لیکن ان لوگوں نے ان کو وہاں پھینکا ہوا ہے......اب بھی آپ ان کو قرآن وسنت کی دعوت دیں......یہ تبلیغی جماعت میں جتنے نوجوان ہیں ......یہ اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نہیں تو اور کون ہیں...... جہادی تنظیموں میں جتنے نوجوان جاتے ہیں......یہ آپ ہی کے ہیں......آپ ہی کی تیار کردہ ساری ٹیم ہے۔

آزادی اور غلامی کی تحریک یوم اوّل سے ہے

دوسری گفتگو آزادی کے حوالہ سے ہے......اس پر لمبی چوڑی تقریر نہیں کرنا چاہتا......یہ ایک میرا مستقل عنوان ہے......چودہ اگست پر...... بلکہ اس پر میری تقریر بھی ہے......ہر سال چودہ اگست سے پہلے کا جو جمعہ پڑھاتا ہوں......وہ اس موضوع پر پڑھاتا ہوں۔

اس بات کو یاد رکھئے......کہ آزادی اور غلامی کی تحریک یوم اول سے ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے ہے شرار ابی لہب

اللہ کا غلام بننے میں اصل آزادی ہے

آزادی کا کیا معنیٰ ہے؟ آزادی کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے......کہ مجھے علیحدہ ملک دے دو......اس میں من مانی کروں گا......اسلامی نقطۂ نگاہ سے آزادی کا مفہوم یہ ہے......کہ انسان انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو کر اللہ کا غلام بن جائے......یہ آزادی ہے......جب تک وہ بندوں کا غلام ہے یہ غلام ہے......جب رب کا غلام بنے گا......تو پھر

حقیقت میں آزاد ہو جائے گا...... اب یہ تحریک جو یوم اول سے چلی آدم علیہ السلام مخلوق کو اپنی اولاد کو اللہ کا غلام بناتے تھے...... شیطان ان کو اپنی غلامی میں جکڑتا تھا...... یہ اس دن سے آزادی اور غلامی کی جنگ شروع ہوئی۔

اللہ کے نبی بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں جکڑ دیتے تھے

نوح علیہ السلام اپنی قوم کو آزاد کرنا چاہتے تھے...... لیکن وہ بتوں کی غلامی میں جکڑی ہوئی قوم تھی...... ابراہیم علیہ السلام قوم کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں...... بادشاہ ان کو غلام بنا لیتا ہے...... ایسا غلام بناتا ہے...... کہ ربوبیت کا دعویٰ کر کے...... ان کو اپنے سامنے جھکاتا ہے...... موسیٰ علیہ السلام کی تحریک آزادی تو اتنی واضح ہے...... کہ ستر ہزار جوان بچوں کو اس بدبخت فرعون نے اپنے دورِ اقتدار میں قتل کیا...... قرآن کہتا ہے...... کہ وہ تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔

"یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَائَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَائَکُمْ"

تمہاری عورتوں کو چھوڑتے تھے تمہارے بچوں کو قتل کرتے تھے"

ادھر ایک طرف یہ تھا...... کہ وہ سردار بن کے بیٹھا ہے...... جسے چاہے قتل کر دے...... جسے چاہے چھوڑ دے...... ادھر نبی کی تحریک ہے...... کہ میں تمہیں اس کی غلامی سے نجات دلاتا ہوں...... اللہ کا غلام بنانا چاہتا ہوں...... اس کے لئے وطن چھوڑنا!...... موسیٰ علیہ السلام پھر اپنی قوم کو لے کر چلے۔ القصہ تمام انبیاء کی یہی تحریک تھی...... اور پھر تحریک آمنہ کے دریتیم امام الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آقائے نامدار ﷺ نے جب اس پر محنت کی ہے...... تو ابوجہل کی غلامی میں جکڑی ہوئی قوم...... جس کو محبوب نے فرمایا تھا۔

"لِکُلِّ اُمَّۃٍ فِرْعَوْنُ وَ فِرْعَوْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ جَھْلٍ"[1]

"ہر امت کا ایک بدمعاش فرعون آیا ہے...... جس نے ربوبیت کے دعوے کئے اور

---

1. سیرت مصطفیٰ ص 211 ج 1

وہ سب سے بڑا سرکش ہوتا تھا...... میری امت کا فرعون یہ ابوجہل ہے"

وہ اپنی غلامی میں لوگوں کو جکڑتا تھا...... اور انتہاء کر دیتا تھا...... صحابہ رضی اللہ عنہ جب ہجرت کر رہے تھے...... اس نے ظلم کرنے کی حد کر دی...... ایک صحابیؓ کو کہا...... تجھے پتہ ہے تیری شادی میں نے کرائی تھی...... بیوی یہاں چھوڑ دے تو چلا جا...... ایک صحابیؓ کو کہا یہ مکان میں نے تجھے دلوا کر دیا تھا...... مکان چھوڑ دے اس کو فروخت نہ کر...... اور ہجرت کر کے چلا جا۔

سیدہ سمیہؓ کے نازک حصہ پر برچھا مار کے اور اس کی لاش کو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر جسم کے دو ٹکڑے کر کے ظلم وستم کی اخیر کر دی تھی...... یہ وہ ظالم تھا جو لوگوں کو اپنا غلام بناتا تھا...... اللہ کے نبی بندوں کی غلامی سے نکال کر...... اللہ کی غلامی میں جکڑ دیتے تھے۔

ہر دور میں اہل حق اُمت کی آزادی کے لئے لڑتے رہے ہیں

سیدنا عمر بن خطابؓ کہتے تھے میں نے ابھی خطبہ میں پڑھا حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔

"لوگو! تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنایا ہے"

"حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا"

یہ آزاد قوم تھی تمہاری غلامی میں جکڑی جانے والی قوم نہ تھی...... ہر دور میں اہل حق امت کی آزادی کے لئے لڑتے ہیں...... اور زمانے کے بدمعاش فرعون بدکردار لوگ انہیں اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا کرتے ہیں...... ایک وقت تھا کہ برصغیر میں اسلامی حکومت تھی...... میں اپنے اکابر کی طرف ذرا تھوڑا سا آپ کو لے آتا ہوں...... اور میں بات کو ختم کرتا ہوں۔

ایک وہ زمانہ تھا...... کہ جس وقت برصغیر پر اسلامی حکمرانی تھی...... قوم کی بدقسمتی بدنصیبی کہ جیسے آج حفاظت کے نام سے امریکہ نے اڈے لئے ہیں...... اس وقت تجارت

کے نام سے اس زمانہ کا سب سے بڑا بدمعاش اور دہشت گرد برطانیہ نے...... اپنی فوجیں اور اپنے لوگ برصغیر ہندو پاک میں اتارنا شروع کیے...... تجارت کے نام پر آئے...... آئے کیا ہماری تجارت پر مسلط ہوئے...... ہمارے اقتدار پر مسلط ہوئے...... ہماری حکومت پر مسلط ہوئے...... صفحۂ ہستی سے نظام تعلیم کو مٹا دیا گیا...... قرآن وسنت کے اصول ختم کردیے گئے۔

حتیٰ کہ وہ کیفیت تھی...... کہ اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں تھا...... آذان دینے کی کسی کو اجازت نہیں تھی...... کھلے عام کلمہ پڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی...... اسلامی نام رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔

ہمارے اکابر تحریک کسی اللہ والے کی نگرانی میں چلایا کرتے تھے

یہ کیفیت تھی جس وقت انگریز ہم پر مسلط ہو رہا تھا...... اللہ بہتر جزا عطا کرے...... مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کو جس نے سب سے پہلے اس دور کے باغیوں کے خلاف اعلان بغاوت کیا...... اور پھر اس نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی...... لیکن یہ یاد رکھئے! آج کے لوگ تحریکیں چلاتے ہیں سیاسی بنیاد پر...... ہمارے اکابر کا طریقہ اور طرز یہ ہے...... کہ جب بھی کوئی تحریک چلاؤ! کسی اللہ والے کی نگرانی میں...... کیونکہ انکی دعاؤں کے اثر سے انسان کی تقدیریں بدلا کرتی ہیں...... مجدد الف ثانی اس کی قیادت کر رہے تھے...... وہ دور تھوڑا سا آگے چلا شاہ عبدالرحیمؒ، شاہ ولی اللہؒ کے والد بزرگوار نے جامعہ رحیمیہ کے نام سے دہلی میں ایک دینی درسگاہ قائم کی...... شاہ ولی اللہؒ باقاعدہ عرب میں گئے...... علم حاصل کرنے کے بعد یہاں پر آکر اس درسگاہ میں ”قرآن وسنت کے موتی دینا“ شروع کیے...... چھپے چھپے مسلمان بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے...... شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے سب سے پہلا فتویٰ انگریز کی بغاوت کا دیا تھا...... اس فتوے کا نتیجہ یہ کہ انہوں نے کہا یہ دارالحرب ہے...... برصغیر سارے کا سارا اور انگریز کی مخالفت فرض ہے...... ہر کلمہ پڑھنے والے پر۔

اللہ کی رضا سے لڑنے والے ہمیشہ کامیاب کہلائے ہیں

اس وقت مسلمان اٹھے تاریخ یہ بتاتی ہے...... کہ وہ تحریک جو عبدالعزیز اور شاہ اسحاق نے چلائی تھی......شاہ صاحب کی ساری اولاد اس میں شامل تھی...... وہ آگے سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شکل میں بالاکوٹ کی وادیوں میں......ان لوگوں نے جام شہادت نوش کیا......اور وہ بھی ہماری تاریخ بتا رہی ہے...... کہ جس وقت اس آزادی کی تحریک میں یہ تین سو تیرہ کا قافلہ بالاکوٹ کی وادیوں میں گیا تھا......جن نوجوانوں نے دیکھا ہوا ہے...... وہ سب جانتے ہیں ......ایک سید دریا کے اس کونے پر سو رہا ہے...... دوسرا سید یہاں پر شہید ہوا ہے......درمیان میں دریا چل رہا ہے......تین سو تیرہ میں سے ایک مسلمان بھی نہیں بچا......سب کو انہوں نے شہید کیا...... ان کے جسموں کے ٹکڑے کر کے دریا میں ان کو بہایا تھا ...... اور دریا خون کا رنگ بن کے کئی دنوں تک چلتا رہا ......لیکن مسلمانو! قانون قدرت یہ ہے...... کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے لڑتے ہیں ......اسباب کی دنیا میں ناکام بھی ہو جائیں......تب بھی دنیا انہیں کامیاب کہا کرتی ہے۔

سیدنا حسینؓ اور یزید کا جب مقابلہ ہوا......اسباب کی دنیا میں حسینؓ کے پاس کچھ نہیں بچا......ظاہری طور پر وہ کیفیت تھی...... کہ دنیا کہتی تھی کہ شکست کھا گئے...... کیا بچا ہے ان کے پاس؟ گھر بھی نہیں رہا...... بیوی بچے بھی نہ رہے......چھوٹے چھوٹے بچے شہید ہو گئے...... حلق سے تیر گزر گئے ...... یہ سب کچھ ہوا......اور جس وقت سیدنا زین العابدینؒ کو پکڑ کر عبیداللہ بن زیاد کے محل میں لایا گیا......تو اس وقت ایک سوال کیا تھا...... سیدنا زین العابدین سے زیاد نے کہا تھا تم کامیاب ہو یا ہم کامیاب ہیں......ہم فاتح ہیں یا تم فاتح ہو...... ہمارا مقابلہ کرتے ہو...... جیسے آج کہتے ہیں...... ملاں اور ہمارا مقابلہ کرے......اس وقت بھی اس وقت کے دہشت گرد نے یہ کہا......تم ہمارے مقابلے میں آنا چاہتے ہو......عجیب جملہ تھا۔

سیدنا زین العابدینؒ کا......اس نے کہا کامیابی کا یہ معیار نہیں ......جو تو سمجھ رہا

ہے..... اب یہ آخران کا ٹائم ہونے والا ہے..... مسجد کے میناروں سے آذان گونجے گی..... اس اذان کو میں سنوں گا..... اور تو بھی سنے گا..... اگر اس اذان میں میرے نانا محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آئے..... تو پھر ہم کامیاب ہیں..... اگر تیرے باپ دادوں کا نام آئے..... تو پھر تو کامیاب ہے..... اللہ کا نام جہاں بلند ہوتا ہے..... وہ اسباب کی دنیا میں مٹ جائیں..... تب بھی کامیاب ہوا کرتے ہیں۔

قتل ہو جانا تو برداشت ہے لیکن غلامی برداشت نہیں

عبداللہ بن زبیرؓ حجاج بن یوسف کے مقابلے میں کھڑے تھے..... حجاج کی تاریخ دنیا کے سامنے ہے..... کہ اتنا بڑا جابر اور ظالم آدمی تھا..... کہ جس کی تلواروں سے صحابہؓ کے خون کے قطرے ٹپکے ہیں..... لیکن دوسری طرف سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ یہ بھی عجیب ہیں..... کہ حسین بن علیؓ..... رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں..... اور عبداللہ بن زبیرؓ ابو بکرؓ کے نواسہ ہیں..... اس کے قتل میں بھی ان لوگوں کا ہاتھ تھا..... جو کلمہ پڑھتے تھے..... مگر ظالم تھے..... اس کی شہادت میں بھی ان کا ہاتھ ہے..... جو کلمہ پڑھتے تھے..... مگر ظالم تھے..... کتابوں میں لکھا ہے..... کہ جس وقت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو مکہ کے چوراہے میں پھانسی دی گئی۔

پھر ان کی گردن قلم کر کے نیزے کی نوک پر رکھ کر یوں اوپر لٹکا دی گئی..... تین دن تک اس شہید کی گردن سے خون کے قطرے ٹپکتے رہے..... اب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بوڑھی اماں سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ جو صدیق اکبرؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں..... اماں عائشہ صدیقہؓ سے بڑی تھیں..... بالکل بڑھاپے اور ضعیف العمری کا عالم تھا..... اماں کو پکڑ کر باہر مکۃ المکرمہ میں لے آئے..... رات کا وقت تھا..... بیٹے کی گردن نیزے کی نوک پہ ہے..... اور اوپر لٹکا ہوا ہے..... خون کے قطرے زمین پر گر رہے ہیں..... عبداللہ بن زبیرؓ کا اپنا سارا چہرہ خون سے بھرا ہوا تھا..... اس وقت بی بی نے اپنے بیٹے کی لاش کو اس طرح دیکھا آنکھوں میں آنسو آگئے..... دل بھر گیا..... اور اس وقت ایک جملہ کہا لوگو!

.....کیا اس خطیب کا منبر سے اترنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا تین دن ہو گئے ...... یہ خطیب اب بھی منبر پر کھڑا ہوا ہے...... چہرہ سارا خون آلود تھا۔ مولانا دین پوریؒ ایک جملہ کہا کرتے تھے......اللہ اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے (آمین) فرمایا کرتے تھے......سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ نے کہا......عبداللہ بن زبیرؓ کا چہرہ دیکھ کے......خون آلود تھا اپنی زبان میں اس نے ترجمہ کیا......کہا بیٹے! جو غیرت مند بیٹے ہوتے ہیں......وہ اپنے ماں باپ کے سامنے سرخرو ہو کر آتے ہیں......کامیاب و کامران اور سرخرو کا......قتل ہو جانا تو برداشت ہے......لیکن باطل کی غلامی برداشت نہیں۔

کام کوئی کرتا ہے پھل کوئی اٹھایا کرتا ہے

یہ جو تحریک آزادی ہے...... ہر دور میں چلی ہے...... ہمارے اکابر نے یہ تحریک چلائی...... ہمارے کچھ عرصہ پہلے ایک ساتھی فوت ہوئے ہیں......اس نے کتاب لکھی ہے: ''تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک'' اس نے بہت سارے واقعات اس میں نقل کئے ہیں...... تحریک پاکستان کے حوالہ سے بھی اس نے بہت سارے واقعات نقل کئے ہیں......اس نے اس میں ہمارے اکابر کی تاریخ لکھی ہے......کہ اس آزادی کی تحریک میں یہ کتنی مدت کہاں کہاں غائب رہے...... بارہ بارہ سال بیس بیس سال بائیس بائیس سال یہ آپ کی سرزمین پر سویا ہوا ولی امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی بائیس سال تک جلاوطن رہے......اور یہ جلاوطنی کا زمانہ مکۃ المکرمہ میں گزرا......لیکن یہ اللہ والے جہاں بیٹھتے ہیں......اپنا کام کرتے ہیں......اللہ کے گھر کعبہ میں بیٹھ کر آزادی کی روح لوگوں میں پھونکتے رہے......جس کا نتیجہ یہ نکلا......کہ جس وقت یہ شخص یہاں پہنچا......اس کے وجود کی برکت تھی......کہ وہ قبر کا مہمان ہوا......اللہ نے وطن کو آزاد کر دیا......اصول یہی ہوتا ہے......کام کوئی کرتا ہے......پھل کوئی اٹھایا کرتا ہے......اس کی بنیاد حضرت حاجی صاحب مرحوم نے رکھی تھی مسجد کی......آج اس کے بیٹے، پوتے اور نواسے اس سے پھل اور ثمر حاصل کر رہے ہیں......آزادی کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی تھی۔

جو قوم خون بہایا کرتی ہے وہ پھر سرخرو ہوا کرتی ہے

مولانا جعفر تھانیسریؒ یہ وہ لوگ تھے...... جو تحریک آزادی کے عظیم ہیرو تھے...... ان کو سزائے موت ہوگئی...... جب سزائے موت ہوئی...... تو اعلان کر دیا گیا...... کہ ان کو وہ کپڑے پہناؤ...... جو موت کے مجرموں کو پہنائے جاتے ہیں...... کالا لباس پہنایا جائے ......اور اس کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے...... جہاں سے نکال کر صبح تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے...... ان کے ساتھ ایک عالم تھے...... مولانا عنایت اللہ ان کو بھی سزائے موت ہوئی...... اب جب ان کو سزائے موت ہوئی...... تو اللہ اکبر کیا خوشی کا منظر ان میں تھا۔ اُچھلے خوش ہوئے، نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں...... ایک دوسرے سے گلے لگنے شروع ہو گئے...... مبارک بادیں دینا شروع ہوئے...... مبارک ہو تمہیں کہ کل تیری اور میری ملاقات محمد رسول اللہ ﷺ سے ہوگی...... کل ہم ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علی سے ملیں گے...... کتنے خوش نصیب ہیں...... کہ شہادت کے جام نوش کر رہے ہیں...... کتنے خوش نصیب ہیں...... کہ اہل حق کے ساتھ کھڑے ہیں...... کتنے خوش نصیب ہیں...... کہ ہم ان لوگوں کی صف میں جا رہے ہیں...... جن کیلئے اعلان شہادت پیغمبر ﷺ نے کیا تھا...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہے...... یہ کتنا بڑا اللہ کا ہم پر احسان ہے...... خوشی کی اخیر ہوگئی...... سپریٹنڈنٹ جیل چکر لگا رہا تھا...... شور کیا ہے؟ کہا گیا...... جو ابھی تین موت کے قیدی تم نے اندر بھیجے ہیں...... وہ شور کر رہے ہیں...... جا کے دیکھا کہ بڑے خوش خوش ہیں...... مصلے بچھائے ہوئے ہیں...... نماز شروع ہے...... عبادت دیکھ کر کہا کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں خوشی ہے...... ایک تو ہماری رہائی ہو جائے گی صبح...... اس نے کہا تم تو موت کے شکار ہو۔ صبح تمہیں پھانسی ہونی ہے۔

کہنے لگے:

"اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْکَافِرِ"[1]

---

1. مشکوٰۃ ص439 ج1/ صحیح مسلم ص205، ج2/ اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب النکاح ص295 ج4/ المعجم الاوسط ص157، ج3/ جامع الاحادیث، ص107، ج35/

''دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے، کافر کے لئے جنت ہے۔''

یہ دنیا کی جنت تمہیں نصیب ہم تو قید خانہ سے رہا ہو کر...... اللہ کی جنت میں جائیں گے...... دوسرا یہ ہے کہ ہم جام شہادت نوش کریں گے...... اپنی قوم کی آزادی کے لئے...... اور آزادی کے لئے...... جو قوم خون بہایا کرتی ہے...... وہ قوم پھر سرخرو ہوا کرتی ہے...... یہ خون کا قطرہ جب زمین پر گرتا ہے...... ٹپکتا ہے...... ایسا جم جاتا ہے...... کہ وہاں پر انقلاب برپا کر دیتا ہے...... تو اس سپریٹنڈنٹ جیل نے انگریز کو لکھا...... اس نے کہا جن ملاؤں کو تم نے سزائے موت دی ہے...... وہ تو خوش ہو رہے ہیں...... اچھل رہے ہیں...... ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں...... ان کی خوشی کی انتہا نہیں ہے...... وہ کہتے ہیں کتنے عرصہ سے اسیر ہیں......

مولوی کی خوشی کی موت بھی دشمن قبول نہیں کرتا

ایک جملہ کہا کرتا ہوں...... بلکہ اپنے بڑوں کا ہے کہ مولوی کی خوشی کی موت بھی دشمن قبول نہیں کرتا...... مولوی کے پاس کار ہو...... تو ویسے لوگ بری نگاہ سے دیکھتے ہیں...... کپڑے اس نے اچھے پہنے ہوں...... تو کہتے ہیں اچھا مولوی بھی اچھا لباس پہنتا ہے...... یہ تنقید تو ہوتی ہے...... لیکن عجیب بات ہے...... مولوی خوشی سے موت قبول کر رہا ہے...... کافر کو مولوی کی خوشی چونکہ پسند نہیں...... اس نے کہا یہ خوش ہو کے مرے کیوں...... اس لئے اس کو مرنا نہیں چاہئے۔

اسی وقت انگریز عدالت نے فیصلہ بدلا...... کہ نہیں سزائے موت نہیں...... اب ان لوگوں کو عمر قید کر دو...... ساری زندگی جیل میں پڑے رہیں...... وہیں سے ان کے جنازے اٹھیں...... اور یہ ہمارے اکابر کی تاریخ ہے...... جن کے جنازے جیل کی کال کوٹھڑیوں سے نکلے ہیں...... یہ بھی کچھ عرصہ پہلے...... غازی حق نواز تختۂ دار پر لٹکا ہے...... اکابر کی تاریخ اس آدمی نے دہرائی ہے...... کہ شاید دنیا میں اتنا حوصلہ والا جرأت مند جو پوری رات عبادت کرتا رہا ہو...... صبح کو اٹھا ہو...... اس نے غسل کیا ہو...... کپڑے پہنے

ہوں...... تہجد کی نماز ادا کی ہو...... فجر کی نماز پڑھنے کے بعد خود آواز دے کے کہا...... آؤ مجھے لے چلو تختۂ دار پر...... میں اس رسی کو نہ چوموں...... جس کو غازی علم الدین نے اپنے گلے میں ڈالا تھا...... اب میں وہی پھندہ اپنے گلے میں ڈال کر محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت میں تختۂ دار پر لٹکتا ہوں۔

ہمارے اکابرین مسلمانوں کے درمیان تفریق برداشت نہیں کرتے تھے

عزیز طالب علمو اور دوستو!...... توجہ کریں بس بات ختم کر رہا ہوں...... یہ ہمارے اکابر کی کاوش تھی...... محنت تھی جہد مسلسل تھی...... شیخ الہندؒ نے چار سال مالٹا کی جیل میں کاٹے ہیں...... ایک ایک عالم مولانا محمد علی جوہر...... آج بھی جا کے دیکھو جامع مسجد اقصیٰ کے دروازے پر بیت المقدس کے سامنے اس آزادی کی تحریک میں یہ وہاں پہنچا تھا...... اور وہیں فوت ہوئے...... اور وہیں دفن ہوئے...... مولوی محمد علی جوہرؒ کی وصیت تھی ...... کہ ابوایوب انصاریؓ کی طرح کہ جہاں میری موت آجائے...... مجھے وہیں دفن کر دینا ...... میری میت واپس نہ لانا...... چنانچہ وہاں ان کا انتقال ہوا...... مسجد اقصیٰ کے دروازہ پر...... بیت المقدس کے دروازہ پر...... ان کی مرگ ہوئی...... یہ بڑے لوگ تھے...... مولانا ابوالکلام آزادؒ نے تحریک چلائی...... سید حسین احمد مدنیؒ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یہ سارے اکابر تھے...... میرے اکابر کا ایک موقف یہ تھا...... کہ آزادی کی تحریک...... انگریز نے مسلمانوں سے مملکت چھینی ہے...... ہندو سے نہیں...... انگریز جب مسلط ہوا تھا...... تو اس سے پہلے حکمران یہاں کافر تھے...... یا مسلمان؟ (مسلمان) ہمارے اکابر کا مؤقف یہ تھا...... کہ مملکت ہمارا حق ہے...... ہم سے لی گئی ہے...... ہم ان کو ان کے حقوق دیں گے...... اسلام اقلیت کے حقوق کو تحفظ دیتا ہے...... اسلام ان کو حق دیتا ہے...... رہنے کا جینے کا...... ان کو وزارتیں دیں گے...... ان کے مذہب کا تحفظ ہم کریں گے...... لیکن مملکت ہم لیں گے...... انگریز بڑا اُلو کا پٹھا تھا...... اس نے کہا...... مولوی کو اس کی خوشی کی چیز دیں...... یہ خوش کیوں ہو؟ اس لئے اسکے حوالے ملک نہیں کریں گے...... اس نے

وہاں دو نظریے قائم کر دیئے کہ اس مملکت کو دو حصوں میں تقسیم ہونا چاہئے......ایک حصہ پر ہندو حکومت کرے...... دوسرے حصہ پر مسلمان حکومت کریں......اب مسلمان بٹے دو حصوں میں...... ہمارے اکابرین کو اللہ جزائے خیر دے انہوں نے کہا...... کہ ہم مسلمانوں کی تفریق برداشت نہیں کرتے ...... تقسیم نہیں برداشت کرتے ...... ہماری ایک رائے تھی...... اگر قبول ہو جاتی ......تو بہتر تھی ...... مسجد بنانے میں اختلاف ہوتا ہے...... یہاں بنائیں یا وہاں......لیکن جس وقت جس جگہ پر بنیادیں کھودی جائیں...... مسجد بن جائے ......اب اس مسجد کی حفاظت فرض ہوتی ہے......اس وقت سن ۴۰ میں پاکستان کے نام پر آزادی کے ایک علیحدہ حصہ کی تحریک چلی...... جو سنتالیس تک سات سال رہی......اور یہ غلط فہمی کے شکار نہ ہوں ...... مسلم لیگی یار کہ سات سال میں مملکتیں آزاد ہو جاتی ہیں...... یوں نہیں ہوا کرتیں۔

پاکستان اکابرین دیوبند کی جدوجہد کا نتیجہ ہے

افغانستان کو بیس سال سے ہم دیکھ رہے ہیں...... جنگ لڑتے ہوئے وہ آج تک آزاد نہیں ہوا......تم ایسے سات سال میں آزاد ہو گئے تھے......اس برصغیر کی تحریک آزادی مجدد الف ثانی سے لیکر میرے ان تمام اکابر نے چلائی ہے...... جانیں پیش کیں......دار العلوم دیوبند بنا......اور دیوبند کا ایک ایک فرزند اس میں قربان ہوا ہے...... آخر وہ وقت آیا کہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا محمد رسول خان، حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت تھانوی کے سات سو رفقاء...... یہ سارے کے سارے تحریک پاکستان میں شامل ہوئے ان لوگوں کی محنتوں کا نتیجہ تھا کہ یہ ملک بنا۔

محمد علی جناح نے کہا پرچم کشائی شبیر احمد عثمانیؒ کا حق ہے

اور چودہ اگست کو جب آزادی کا اعلان ہوا......تو اس وقت پرچم کشائی ہوئی

پرچم بلند کیا جاتا ہے...... اگر کسی اور مسلک کے کسی مولوی کا کوئی کردار ہوتا...... تو اس وقت بانی پاکستان محمد علی جناح کے ذہن میں اس کا کوئی تصور تو ہوتا...... یہ ایک عجیب بات تھی...... کہ اس وقت جب پرچم کشائی کا وقت آیا...... آج جہاں لاہور کی شاہی مسجد ہے ...... اس مسجد کے سامنے جو بڑا کھلا میدان ہے...... یادگار مینار پاکستان بنایا ہوا ہے...... یہاں پر پرچم کشائی ہوئی...... اسٹیج سیکرٹری اعلان کرتا ہے...... کہ اس مملکت کا بانی محمد علی جناح جو اس تحریک کا لیڈر اور قائد ہے...... وہ پرچم کشائی کریں گے۔ محمد علی جناح اسٹیج پر آئے...... اور اس نے کہا لوگو! تم جانتے ہو...... میں تو وکیل ہوں...... وکیلوں کا کام کیس لڑنا ہے...... کیس کے مالک نہیں ہوا کرتے...... میں نے تو وکالت کی ہے...... کیس لڑا ہے...... یہ کیس شبیر احمد عثمانی کا تھا...... یہ کیس ظفر احمد عثمانی کا تھا...... یہ کیس اشرف علی تھانوی کا تھا...... یہ کیس ان لوگوں کا تھا...... تحریک ان کی تھی...... میں تو ان کا وکیل تھا ...... اس لئے پرچم کشائی میرا حق نہیں ...... پرچم کشائی شبیر احمد عثمانیؒ کا حق ہے...... حضرت عثمانیؒ نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔

چونکہ شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے...... کہ جب ہند و پاک ایک تھا...... تو جمعیت علماء ہند کے نام سے کام کر رہے تھے...... اب ہم اس طرف آ گئے ہیں...... تو پورے کے پورے اکابر پاکستان میں منتقل ہوئے...... آپ کو علم نہیں ہے...... قاری طیبؒ دیوبند چھوڑ کر دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار کے مہتمم بن کر یہاں آ گئے تھے...... دارالعلوم کے مقابلے میں دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار والا بنایا گیا تھا...... بڑے بڑے مشائخ اس طرف آئے تھے...... سب سے زیادہ کردار...... حضرت مدنیؒ کا تھا...... قاری طیبؒ کو واپس لے جانے میں یہ کہہ کر کہ حضرت یہ آپ کے دادے کی میراث ہے...... آپ دیوبند کو چھوڑ دیں گے...... تو پھر وہاں کون رہے گا؟...... پھر میرے اکابر نے بڑی ہمت کی...... کہ ان لوگوں نے اس مملکت کو سنبھالا...... اور جناب والا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے جمعیت علماء اسلام قائم کی...... حضرت کی زندگی اللہ کی تقدیر کے فیصلے ہیں...... جتنے دن تھی وہ پوری ہوئی...... ایک ڈیڑھ سال ہی

گزر ا تھا...... کہ علامہ عثمانیؒ کا انتقال ہو گیا۔اس کے فوراً بعد جمعیت علماء اسلام کی قیادت امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نے سنبھالی...... پھر حضرت لاہوریؒ کے بعد تیس سال بہت بڑا عرصہ ہے...... اتنی بڑی قیادت...... شاید دنیا کی کسی مذہبی تحریک کو نہ ملی ہو...... جتنی بڑی قیادت اللہ نے مجھے اور آپ کو عطا کی...... اور وہ قیادت شیخ الاسلام حضرت درخواستی نور اللہ مرقدہٗ کی تھی...... کہ آپ امیر بنے...... بڑے بڑے اساطین علم بڑے بڑے محقق و مؤرخ بڑے بڑے صاحب علم وکمال بڑے بڑے اکابرین فضلائے دیوبند سب کے سب حضرت درخواستیؒ کی قیادت میں...... جن میں بڑے بڑے مشائخ ملت بھی تھے...... قائدین قوم بھی تھے...... وہ سب کے سب حضرت درخواستیؒ کی قیادت میں کام کرتے رہے...... یہ وہ آزادی کی تحریک تھی...... جو آج تک چلی۔

چودہ اگست تو محمد علی جناح کے پاکستان کی آزادی کا دن ہے

وطن آزاد ہونے کے بعد بد نصیبی سے میرے پاس کتاب ہے...... میں اس کا حوالہ بھی دے سکتا ہوں...... کہ جس وقت محمد علی جناح سے وائسرائے ہند نے حلف نامہ لیا تھا...... کہ تم نے یہاں کیا کرنا ہے...... اس حلف نامہ کی عبارت تھی ...... کہ ہم شہنشاہ برطانیہ کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق یہاں پر اپنا قانون نافذ کریں گے...... اسلام کا کوئی حوالہ نہیں تھا...... یہ ہماری بڑی بد نصیبی تھی...... ان لوگوں نے ملک دیا...... لیکن ہمیں اس کھاتے میں ڈالا...... آج ہم آزاد نہیں...... آزادی کا دن آئے گا...... آپ خوشی بھی کریں گے...... اور میں مفتی محمودؒ کا جملہ دہراتا ہوں...... وہ کہا کرتے تھے کہ یہ چودہ اگست تو محمد علی جناح کے پاکستان کی آزادی کا دن ہے...... یہ تو بھٹو کا پاکستان ہے...... جناح کا پاکستان تو بڑا تھا...... مشرقی و مغربی دونوں پاکستان ہمارے پاس تھے...... ایک ملک کا ٹکڑا ادھر ہو گیا دوسرا ادھر ہو گیا...... لاش دولخت ہے...... سر اِدھر ہے دھڑ اُدھر ہے...... ہم خوش ہیں کہ ہم آزاد ہیں۔یعنی جس کی مملکت کے دو ٹکڑے کر دیے گئے...... جیسے کسی کے باپ کو قتل کر کے اس کے دو حصے کر کے سر ایک طرف دھڑ ایک طرف ہو......

اور بیٹا خوشی کے نعرے لگائے اور ریلیاں نکالے اور جشن منائے۔

اور لوگوں میں تحریک چلائے ...... کہ ہم کامیاب ہو گئے ...... میں کامیاب ہو گیا ہوں ...... میں اپنے باپ کو لے آیا ہوں ...... ہمارا ملک دو ٹکڑے ہو گیا ...... وہ پاکستان محمد علی جناح والا بھی ختم ہو گیا۔

آج جس ملک کی آزادی کا ہم جشن منا رہے ہیں ...... حقیقت میں ہم غلام قوم ہیں ...... کس کس حوالہ سے غلام ہیں ...... یہ ساری باتیں آپ کے سامنے نہیں کرتا۔

ملک مسلمانوں کا ہے لیکن قانون انگریزوں کا ہے

صرف ایک بات بتاتا ہوں ...... آپ کی عدالت آپ کے سامنے ہے ...... عدالت میں ایک آدمی کیس لے کے جاتا ہے ...... کیس کا مدعی مسلمان ...... کیس کا منکر مسلمان ...... کیس کا وکیل مسلمان ...... کیس کا جج مسلمان ...... کیس کے گواہ مسلمان ...... یعنی کیس مسلمان کا ہے ...... منکر و مدعی دونوں مسلمان ہیں ...... وکیل مسلمان ہے ...... جج مسلمان ہے ...... گواہ مسلمان ہیں ...... لیکن جب اس کا فیصلہ ہوتا ہے ...... تو وہ برطانیہ کے قانون کے مطابق ...... حتیٰ کہ آپ کے نکاح آرڈیننس بھی آج تک برطانوی حکومت والے بنے ہوئے ہیں ...... اٹھارہ سال سے پہلے کی بچی بالغ بھی ہو جائے ...... تو اس کی شادی نہیں ہو سکتی ...... آپ کے ملک کے قانون کے مطابق اس میں شرط ہوتی ہے ...... اس میں لکھا ہوا ہوتا ہے ...... اور اس میں ایک شرط یہ ہے کہ اگر اسکو مان لیا جائے اور اس خانہ کو پر کر دیا جائے ...... تو پھر مرد کو بیوی کو طلاق دینے کا کوئی حق نہیں ہوتا ...... عورت جب چاہے اسے طلاق دے کر چلی جائے ...... اب تک آپ کے ملک میں وہ لعنتی قوانین مسلط ہیں ...... سود کے حوالہ سے ہماری بے غیرتی آپ سب کے سامنے ہے ...... علامہ مفتی تقی عثمانی مدظلہ

...... اس وقت ملت اسلامیہ کا وہ عظیم ہیرو ہے ...... مجھے اچھے طریقہ سے ...... وہ جملہ یاد ہے ...... جو مفتی محمود

"کہا کرتے تھے...... میں اس آدمی کے علم سے اتنا متاثر ہوں...... اگر اللہ مجھے اقتدار دے...... تو میں اس کو پاکستان کا چیف جسٹس بناؤں گا...... قاضی القضاۃ بناؤں گا...... شاید مفتی محمودؒ کی زبان کے جملے اللہ نے قبول کیے ہوں...... اپنے وقت کے یہ اسلامی وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس بنے...... مگر چونکہ اس نے شریعت کے مطابق فیصلے کرنے تھے...... کفر کہاں برداشت کرتا...... انہوں نے اس کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی...... سود کا متبادل اسلامی نظام تیار کر کے انہوں نے مسودہ پیش کیا ہے...... لیکن ہمارے ملک کے بدکردار ناعاقبت اندیش بے دین و بے حیاء حکمرانوں کی کمینگی اور بدفطرتی کا نتیجہ یہ ہے...... کہ ابھی تک ہم پر سود کا نظام مسلط ہے...... اسلام کا نظام نہیں آیا۔

ہم آج بھی ذہناً غلام ہیں

یہ قوم سمجھتی ہے ہم آزاد ہیں...... ہم آزاد نہیں ہم تو غلام ہیں...... مفتی محمودؒ کہا کرتے تھے...... تم تو ذہنی غلام اتنے ہو...... کہ صبح سویرے نوجوان اٹھتا ہے...... ہاتھ میں استرا ہوتا ہے...... سب سے پہلے کام یہ کرتا ہے...... کہ رسول اللہ کی سنت کا قاتل بنتا ہے...... نبی کی سنت کے ٹکڑے کر کے پیشاب کی نالی میں ڈالتا ہے...... کپڑے نہ ملیں تو لنڈے چلے آتا ہے...... ایک شرٹ بھی لے آتا ہے...... ایک پینٹ بھی لے آتا ہے...... اور پھر وہ لباس پہننے کے بعد قد آدم شیشے کے سامنے کھڑے ہوتا ہے...... اب یہ قد آدم شیشے کے سامنے کھڑا ہو کر انگریزوں کی طرح بال بناتا ہے...... کہ مسلمان نہ کوئی مجھے سمجھے...... سنت کو قتل کرتا ہے...... کہ کہیں میں مسلمان نہ کہلوایا جاؤں...... لباس انگریزوں کا پہنتا ہے...... ٹائی لگاتا ہے...... پھر اسے دیکھتا ہے...... کہ کیا میں پورا انگریز ہوں...... یا خدانخواستہ مسلمانوں والی بات میرے اندر ہے...... اگر پورا انگریز ہے...... تو پھر یہ اپنے باپ دادا کے پاس باہر نکلتا ہے...... تاکہ لوگ مجھے انگریز کی اولاد تصور کریں...... اور اگر یہ محسوس کرتا ہے...... کہ کوئی ادا مجھ میں مسلمانوں کی ہے...... تو پھر وہ اس کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آج کے مدارس عربیہ نے یہ ماحول بنایا...... آپ کے علماء نے یہ ذہن بنایا کہ اسکولوں اور کالجوں کے طلباء کے پاس جا کر ان کی منتیں کر کے ان کو قرآن وسنت کی باتیں سمجھا کر...... بنی آدم کے چہروں پر ڈاڑھیاں...... بنی آدم کے سروں پر پگڑیاں...... بنی آدم میں جذبۂ جہاد...... یہ آپ لوگوں کی اس محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے...... ہمارے ذمہ محنت ہے۔

نتیجہ اللہ کے حوالہ ہے ...... ہمارے اکابر نتائج کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے...... کسی نے نتیجہ نہیں دیکھا...... بعد والی نسلیں دیکھا کرتی ہیں...... میں اپنے عزیز نوجوانوں سے کہتا ہوں...... اپنی ہمت کے مطابق کام کریں...... نتیجہ اللہ کے حوالہ ہے...... انشاء اللہ وہ وقت کچھ دور نہیں کہ آپ کی اس محنت سے یقیناً طلباء میں ایک انقلاب آئے گا...... اسکولوں اور کالجوں کا ذہن تبدیل ہوگا...... ان لوگوں میں سے وہ آئیں گے...... جو دین کی تعلیم کے گرویدہ ہیں...... اور دینی نظام کو چاہتے ہیں۔

پھر انشاء اللہ یہ جو بچپن سے پچپن کی طرف جانے والا دین سیکھ کے جائے گا ...... پھر وہ پچپن میں اگر حکمران بن گیا...... تو پھر وہ اسلام کے قانون کو نافذ کرے گا...... اس سلسلہ میں جمعیت طلباء اسلام نے آپ کے شہر میں جو تحریکیں چلا رکھی ہیں...... میری سب دوستوں سے درخواست ہے...... کہ ان میں ان کا تعاون کریں...... اس میں سب سے پہلا تعاون تو یہ ہے...... کہ یہ جتنی مشروبات اسرائیل کی ہیں...... اور ان کی آمدنی ان کی طرف جاتی ہے...... ہمارے تبلیغی بھائی کے بقول کہ آپ جب بھی کوکا کولا کا ڈھکنا کھولتے ہیں...... آپ اسے پئیں نہ پئیں ڈھکن کھلتے ہی نفع اسرائیل کو پہنچ جاتا ہے...... کیونکہ پیسے تو اس کے کھاتے میں پڑ گئے...... اب آپ اسے حرام سمجھ کے پھینک بھی دیں...... یہ کہہ کر کہ اس میں شراب ہے...... میں نہیں پیتا...... تو بھی نفع تو ان کو مل گیا...... پھر یہ پینا نہ پینا برابر ہے۔

اس لئے ان مشروبات کا بائیکاٹ کریں...... دوسری بات یہ ہے...... کہ چودہ

اگست جو یقیناً اس وطن عزیز کی انگریز سے آزادی حاصل کرنے کا دن ہے...... ہماری بدبختی یہ ہے...... کہ اس ملک کو آزاد کرنے کے بعد ہم نے اس کے استحکام کے متعلق نہیں سوچا...... اور یہ مملکت مستحکم تبھی رہے گی...... جب اس کے آزاد کرانے والے اس کا نظام سنبھالیں گے...... اور اس کی آزادی میں ہاتھ میرے اکابر کا تھا...... ان لوگوں کی محنتیں تھیں...... اس سلسلے میں جمعیت طلباء اسلام نے یہ طے کیا ہے...... کہ انشاء اللہ چودہ اگست کو مغرب کی نماز کے بعد جامعہ عبداللہ بن مسعودؓ خلافت راشدہ کالونی سے ایک ریلی وہاں سے استحکام پاکستان کے عنوان سے جس کو آپ سادے سے لفظوں میں جلوس کہہ لیں...... وہ نوجوانوں میں چلے گا...... اور یہ نوجوان اس بات کا اظہار کریں گے...... کہ ہمیں وہ آزادی منظور ہے...... جو رسول اللہ نے ہمیں دی ہے...... جو قرآن وسنت کے مطابق ہے ...... اس آزادی سے مملکتیں مضبوط ہوتی ہیں...... اور جو تم آزادی منار ہے ہو...... اس سے مملکتیں برباد ہوتی ہیں...... آپ سب دوستوں سے درخواست ہے...... کہ اس تحریک کا حصہ بنیں...... استحکام پاکستان ریلی میں شریک ہوں...... اور یہ ہمارا وطن ہے...... ہمارے بڑوں نے اس پر محنت کی ہے...... ہم نے اس کو آزاد کرایا ہے...... ہمارا حق بنتا ہے...... کہ اس کی کامیابی کے لئے ہم دن رات محنت کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کے اس بیٹھنے کو قبول کرے...... اللہ وہ دن لائے کہ فتح ونصرت ہمارے قدم چومے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ○

بچوں کی دُعا

خدایا ہماری ہے یہ التجا
بزرگوں کے نقشِ قدم پہ چلا
وہ طاقت ملے اپنے ایمان کو
مٹائے برائی کے طوفان کو
ہمیں شوقِ علم و عمل کر عطا
رہیں سُرخرو زندگی میں سدا
کبھی جھوٹ بولیں نہ ہم بھول کر
کہ صدق و صفا سے رہیں بہرہ ور
بُری صحبتوں سے بچانا ہمیں
صداقت کا رستہ دکھانا ہمیں
ہمیشہ کریں خدمتِ والدین
بنیں ان کے لختِ جگر نورِ عین
اخوت کا جذبہ عطا کر ہمیں
سدا مخلص و بے ریا کر ہمیں
رہیں اس طرح برسرِ کار ہم
بنیں مفلسوں کے مددگار ہم
ہمیں بخش جذبہ تو ایثار کا

کبھی حق نہ چھینیں ہم حقدار کا
ہمیں چغلخوری کی عادت نہ ہو
جہاں میں کسی سے عداوت نہ ہو
بُری گفتگو میں نہ اُلجھیں فضول
رہے خوش کلامی ہمارا اصول
کبھی جی چرائیں نہ محنت سے ہم
کریں کام دنیا میں ہمت سے ہم
ملے ہم سے باغِ وطن کو بہار
جہاں میں بڑھے ہم سے قومی وقار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ ذی الحجہ اور اس کے احکام و فضائل

ماہ ذی الحجہ اور اس کے احکام و فضائل

ماہ ذی الحجہ اسلامی مہینوں کے اعتبار سے بارہواں اور آخری مہینہ ہے...... یہ مہینہ بڑا ہی متبرک اور محترم ہے...... اور یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے...... فریضہ حج بھی اسی مہینہ میں ادا کیا جاتا ہے...... اور قربانی بھی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا "سال کے دنوں میں سے کوئی زمانہ جس میں بے انتہاء عمل صالح یعنی نیکیاں و بھلائیاں کی گئی ہوں وہ ماہ ذی الحجہ کے عشرہ سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں ہے۔ (بخاری)

ابن عوانہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ کے حوالہ سے لکھا...... کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ کوئی افضل دن نہیں۔

(مومن کے ماہ و سال ص ۲۲۹)

اس مہینہ میں مسلمانانِ عالم سنت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کرتے ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت مدینہ فرمائی تو ہر سال قربانی کی ہے۔ کسی سال ترک نہیں فرمائی...... اس بات سے واضح مواظبت معلوم ہوتی ہے۔ اور وجوب بھی ثابت ہوتا ہے...... اور قربانی نہ کرنے پر احادیث وعیدات بھی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" قربانی کی فضیلت پر بہت سی احادیث مذکور ہیں...... یہاں بس ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے...... وہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

قربانی کے مسائل و احکام کے حوالہ سے بعض...... باتیں مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے حوالہ سے ذکر کی جارہی ہیں۔

قربانی کس پر واجب ہے

چند صورتوں میں قربانی کرنا واجب ہے۔

(۱)...... کسی شخص نے قربانی کی منت مانی ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(۲)...... کسی شخص نے مرنے سے پہلے قربانی کی وصیت کی ہو اور اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے تہائی مال سے قربانی کی جا سکے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

(۳)...... جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے...... پس جس شخص کے پاس رہائشی مکان، کھانے پینے کا سامان، استعمال کے کپڑوں اور روزمرہ استعمال کی دوسری چیزوں کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا نقد روپیہ، مال تجارت یا دیگر سامان ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

◉...... مثلاً ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں...... ایک مکان اس کی رہائش کا ہے اور دوسرا خالی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے...... جب کہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو۔

◉...... یا مثلاً ایک مکان میں وہ خود رہتا ہو اور دوسرا مکان کرایہ پر اٹھایا ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے...... البتہ اگر اس کا ذریعہ معاش یہی مکان کا کرایہ ہے تو یہ بھی ضروریات زندگی میں شمار ہوگا اور اس پر قربانی کرنا واجب نہیں ہوگی۔

◉...... یا مثلاً کسی کے پاس دو گاڑیاں ہیں...... ایک عام استعمال کی ہے اور دوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

● یا مثلاً کسی کے پاس دو پلاٹ ہیں ایک اس کے سکونتی مکان کے لئے ہے اور دوسرا زائد' تو اگر اس کے دوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

● عورت کا مہر معجل اگر اتنی مالیت کا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے...... یا صرف والدین کی طرف سے دیا گیا...... زیور اور استعمال سے زائد کپڑے نصاب کی مالیت کو پہنچتے ہوں تو اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہے۔

● ایک شخص ملازم ہے...... اس کی ماہانہ تنخواہ سے اس کے اہل وعیال کی گزر بسر ہو سکتی ہے...... بس...... اس پر قربانی واجب نہیں جب کہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نہ ہو۔

● ایک شخص کے پاس زرعی اراضی ہے...... جس کی پیداوار سے اس کی گزر اوقات ہوتی ہے...... وہ زمین اس کی ضروریات میں سے سمجھی جائے گی۔

● ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کے لئے بیل اور دودھیاری گائے بھینس کے علاوہ اور مویشی اتنے ہیں کہ ان کی مالیت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

(۴)...... ایک شخص صاحب نصاب نہیں' نہ قربانی اس پر واجب ہے...... لیکن اس نے شوق سے قربانی کا جانور خرید لیا تو قربانی واجب ہے۔

(۵)...... مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(۶)...... صحیح قول کے مطابق بچے اور مجنون پر قربانی واجب نہیں ...... خواہ وہ مالدار ہوں۔

قربانی کا وقت

(۱)...... ذوالحج کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ تک کی شام (آفتاب غروب ہونے سے پہلے) تک قربانی کا وقت ہے...... ان دنوں میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے ...... لیکن پہلا دن افضل ہے' پھر گیارہویں تاریخ' پھر بارہویں تاریخ۔

(۲)...... شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں...... اگر کسی نے عید سے پہلے

جانور ذبح کرلیا تو یہ گوشت کا جانور ہوا...... قربانی نہیں ہوگی...... البتہ دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی عید کے دن صبح صادق طلوع ہوجانے کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

(۳)...... اگر شہری آدمی خود تو شہر میں موجود ہے مگر قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دے اور وہاں صبح صادق کے بعد قربانی ہوجائے تو درست ہے۔

(۴)...... ان تین دنوں کے دوران رات کے وقت قربانی کرنا بھی جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔

(۵)...... اگر ان تین دنوں کے اندر کوئی مسافر اپنے وطن پہنچ گیا یا اس نے کہیں اقامت کی نیت کرلی اور وہ صاحب نصاب ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔

(۶)...... جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اس کے لئے ان دنوں میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہی لازم ہے۔ اگر اتنی رقم صدقہ خیرات کردے تو قربانی ادا نہیں ہوگی اور یہ شخص گنہگار رہوگا۔

(۷)...... جس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی اور ان تین دنوں میں اس نے قربانی نہیں کی تو اس کے بعد قربانی کرنا درست نہیں۔ اس شخص کو توبہ استغفار کرنی چاہئے اور قربانی کے جانور کی مالیت صدقہ خیرات کردے۔

(۸)...... ایک شخص نے قربانی کا جانور باندھ رکھا تھا۔ مگر کسی عذر کی بناء پر قربانی کے دنوں میں ذبح نہیں کرسکا تو اس کا اب صدقہ کردینا واجب ہے۔ ذبح کرکے گوشت کھانا درست نہیں۔

(۹)...... قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔ لیکن جو شخص ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا کسی وجہ سے ذبح نہ کرنا چاہتا ہو اسے ذبح کرنے والے کے پاس موجود رہنا بہتر ہے۔

(۱۰)...... قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنا ضروری نہیں بلکہ دل میں نیت کرلینا کافی ہے۔ اور بعض دعائیں جو حدیث پاک میں منقول ہیں اگر کسی کو یاد ہوں تو ان کا پڑھنا مستحب ہے۔

کسی دوسرے کی طرف سے نیت کرنا

(۱)...... قربانی میں نیابت جائز ہے یعنی جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اگر اس کی اجازت سے یا حکم سے دوسرے شخص نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو جائز ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اس کے حکم کے بغیر شریک کیا گیا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

(۲)...... آدمی کے ذمہ اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں۔ اگر اولاد بالغ اور مالدار ہو تو خود کرے۔

(۳)......اسی طرح مرد کے ذمہ بیوی کی جانب سے قربانی کرنا لازم نہیں۔ اگر بیوی صاحب نصاب ہو تو اس کے لئے الگ قربانی کا انتظام کیا جائے۔

(۴)...... جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو وہ اپنی واجب قربانی کے علاوہ اپنے مرحوم والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرے۔ اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بھی ہم پر بڑے احسانات اور حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کی جائے مگر واجب قربانی لازم ہے۔ اس کو چھوڑنا جائز نہیں۔

قربانی کن جانوروں کی جائز ہے

بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے۔ مگر ضروری ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو۔ صرف گوشت کھانے کے لئے حصہ رکھنا مقصود نہ ہو۔ اگر ایک آدمی کی نیت بھی صحیح نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

(۳)...... کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کرلیں گے اور بعد میں دوسروں کا حصہ رکھ لیا تو یہ درست ہے۔

لیکن اگر گائے خریدتے وقت دوسرے لوگوں کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت تھی۔ مگر اب دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے تو یہ دیکھیں گے کہ آیا اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہے تو دوسروں کو بھی شریک کرتو سکتا ہے مگر بہتر نہیں۔ اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو دوسروں کو شریک کرنا درست نہیں۔

(۴)......اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا اور اس نے دوسرا خرید لیا۔ پھر اتفاق سے پہلا بھی مل گیا تو اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی تب تو صرف ایک جانور کی قربانی اس کے ذمہ ہے۔ اور اگر واجب نہیں تھی تو دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہوگئی۔

(۵)...... بکری اگر ایک سال سے کم عمر کی ہو خواہ ایک ہی دن کی کمی ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ پورے سال کی ہو تو درست ہے۔ اور گائے یا بھینس پورے دو سال کی ہو تو قربانی درست ہوگی۔ اس سے کم عمر کی ہو تو درست نہیں اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہو تو قربانی درست ہوگی۔

(۶)...... بھیڑ، یا دنبہ اگر چھ مہینے سے زائد کا ہو اور اتنا فربہ یعنی موٹا تازہ ہو کہ اگر پورے سال والے بھیڑ دنبوں کے درمیان چھوڑا جائے تو فرق معلوم نہ ہو تو اس کی قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر کچھ فرق معلوم ہوتا ہے تو قربانی درست نہیں۔

(۷)......جو جانور اندھا یا کانا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زائد جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔

(۸)......جو جانور اتنا لنگڑا ہو کہ صرف تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہی نہیں یا رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر چلنے میں چوتھے پاؤں کا سہارا تو لیتا ہے مگر لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

(۹)...... اگر جانور اتنا دبلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر ایسا دبلا نہ ہو تو قربانی درست ہے۔ جانور جتنا موٹا، فربہ ہو اسی قدر قربانی اچھی ہے۔

(۱۰)...... جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا زیادہ دانت جھڑ گئے ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔

(۱۱)...... جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں اس کی قربانی کرنا درست نہیں۔ اگر کان تو ہوں مگر چھوٹے ہوں اس کی قربانی درست ہے۔

(۱۲)...... جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں اس کی قربانی درست ہے۔ اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے تو اگر صرف اوپر سے خول اترا ہے اندر کا گودا باقی ہے تو قربانی درست ہے۔

(۱۳)...... خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔

(۱۴)...... جس جانور کے خارش ہو تو اگر خارش کا اثر صرف جلد تک محدود ہے تو اس کی قربانی کرنا درست ہے۔ اور اگر خارش کا اثر گوشت تک پہنچ گیا ہو اور جانور اس کی وجہ سے لاغر اور دبلا ہو گیا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(۱۵)...... اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہیں، تو اگر یہ شخص صاحب نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے تو اس کی جگہ تندرست جانور خرید کر قربانی کرے۔ اور اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو وہ اسی جانور کی قربانی کر دے۔

(۱۶)...... جانور پہلے تو صحیح سالم تھا مگر ذبح کرتے وقت جو اس کو لٹایا تو اس کی وجہ سے اس میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اس کا کچھ حرج نہیں۔ اس کی قربانی درست ہے۔

قربانی کا گوشت

(۱)...... قربانی کا گوشت اگر کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو اس کو اٹکل سے تقسیم

کرنا جائز نہیں بلکہ خوب احتیاط سے تول کر برابر حصہ کرنا درست ہے۔ہاں! اگر کسی کے حصہ میں سر اور پاؤں لگا دیئے جائیں تو اس کے وزن کے حصہ میں کمی جائز ہے۔

(۲)...... قربانی کا گوشت خود کھائے، دوست احباب میں تقسیم کرے، غریب مسکینوں کو دے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے۔ ایک اپنے لئے، ایک دوست احباب عزیز و اقارب کو ہدیہ دینے کے لئے اور ایک ضرورت مند ناداروں میں تقسیم کرنے کے لئے۔ الغرض کم از کم تہائی حصہ خیرات کردے لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم گوشت خیرات کیا، باقی سب کھالیا یا عزیز و اقارب کو دے دے تب بھی گناہ نہیں۔

(۳)......قربانی کی کھال اپنے استعمال کے لئے رکھ سکتا ہے، کسی کو ہدیہ بھی کرسکتا ہے لیکن اگر اس کو فروخت کردیا تو اس کے پیسے نہ خود استعمال کرسکتا ہے نہ کسی غنی کو دینا جائز ہے۔ بلکہ کسی غریب پر صدقہ کردینا واجب ہے۔

(۴)......قربانی کی کھال کے پیسے مسجد کی مرمت میں یا کسی اور نیک کام میں لگانا جائز نہیں ، بلکہ کسی غریب کو ان کا مالک بنادینا ضروری ہے۔

(۵)......قربانی کی کھال یا اس کی رقم کسی ایسی جماعت یا انجمن کو دینا درست نہیں جس کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ مستحقین کو نہیں دیں گے۔ بلکہ جماعتی پروگراموں مثلاً کتابوں اور رسالوں کی طباعت و اشاعت، شفاخانوں کی تعمیر، کارکنوں کی تنخواہ وغیرہ میں خرچ کریں گے۔ کیونکہ اس رقم کا کسی فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ البتہ ایسے ادارے کو دینا درست ہے جو واقعی مستحقین میں تقسیم کرے۔

(۶)...... قربانی کے جانور کا دودھ نکال کر استعمال کرنا، یا اس کی پشم اتارنا درست نہیں۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ رقم صدقہ کردینی چاہئے۔

(۷)......قربانی کے جانور کی جھول اور رسی بھی صدقہ کردینی چاہئے۔

(۸)...... قربانی کی کھال یا گوشت قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔

(۹)...... اسی طرح امام یا موذن کو بطور اجرت دینا بھی درست نہیں۔

چند غلطیوں کی اصلاح

(۱)...... بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود شرم کی وجہ سے قربانی کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہیں گے کہ انہوں نے قربانی نہیں کی۔ محض دکھاوے کے لئے قربانی کرنا درست نہیں۔ جس سے واجب حقوق فوت ہوجائیں۔

(۲)...... بہت سے لوگ محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کی نیت کر لیتے ہیں۔ اگر عبادت کی نیت نہ ہو تو ان کو ثواب نہیں ملے گا۔ اور اگر ایسے لوگوں نے کسی اور کے ساتھ حصہ رکھا ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

(۳)...... بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہوجانا کافی ہے۔ اس لئے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک سال اپنی طرف سے قربانی کرلی، ایک سال بیوی کی طرف سے کردی، ایک سال لڑکے کی طرف سے، ایک سال لڑکی کی طرف سے، ایک سال مرحوم والد کی طرف سے، ایک سال مرحومہ والدہ کی طرف سے۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے دو قربانیاں لازم ہیں۔ اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکٹھے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی عمر بھر میں ایک دفعہ کرلینا کافی ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ جس طرح زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہر سال واجب ہوتا ہے، اسی طرح ہر صاحب نصاب پر بھی قربانی ہر سال واجب ہے۔ بعض لوگ گائے یا بھینس میں حصہ رکھ لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں کے حصے رکھے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ اگر سات حصہ داروں میں سے ایک بھی بے دین ہو یا اس نے قربانی کی نیت نہیں کی بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت کی تو سب کی قربانی برباد ہوگئی۔ اس لئے حصہ ڈالتے وقت حصہ داروں کا انتخاب بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے۔؟ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۷۱)

تکبیر تشریق

◉ ...... نویں ذی الحجہ کی نماز فجر کے بعد سے تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ مرد بلند آواز سے کہیں اور عورتیں آہستہ آواز سے کہیں۔

◉ ...... تکبیر تشریق کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"

◉ ...... نماز جنازہ اور وتروں اور سنتوں کے بعد یہ تکبیریں نہ کہی جائیں۔

◉ ...... یہ تکبیر تشریق امام مقتدی اور منفرد، عورت، مرد، مسافر مقیم، شہر والوں اور گاؤں والوں سب پر واجب ہے۔

◉ ...... جن دنوں میں یہ تکبیر کہی جاتی ہے اگر ان دنوں کی نماز رہ گئی ہو۔ اب اگر اس کی قضا اسی سال کے انہی دنوں میں کی جائے گی تو تب تو یہ تکبیر کہی جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

◉◉◉◉......◉◉◉◉

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہِ ذی الحجہ میں وفات پانے والی

اہم شخصیات

ملے خاک میں اہلِ شان کیسے کیسے
مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

قرآن کے مفسر...... صحابی رسول...... حبر الامتہ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: قرآن کریم کے بڑے اچھے مفسر ہیں...... اگر ہماری عمر کے ہوتے تو ہم میں سے کوئی شخص علم میں ان کے پایہ کا نہ ہوتا۔ آپ نے ہی انہیں ترجمان القرآن کا لقب دیا۔[1]

آپ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے...... اکثر خالہ کے پاس آتے اور حضور کے چھوٹے موٹے کام کر دیتے۔[2]

مکہ میں ہجرت نبوی سے تین سال پہلے شعب ابی طالب کی محصوری کے دوران حضرت عبداللہ بن عباسؓ پیدا ہوئے...... آپکے والد ولادت کے بعد انہیں حضورؐ کے پاس لائے اور آکر گود میں ڈال دیا آپؐ نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ میں ڈالا اور دعاء فرمائی۔[3]

اللهم علمه الكتاب

بھی آپ کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی۔[4]

ایک اور موقعہ پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْل ٥

"اے اللہ انہیں دین میں فقاہت عطاء فرما اور ان پر مرادات قرآن کھول

---

1. اصابہ ص 330 ج 2/
2. سیر الصحابہؓ / طبقات/ صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا ص 899/
3. اسد الغابہ۔
4. صحیح بخاری ص 531 ج 1/

دے"۔[1]

ایک دفعہ تو یوں فرمایا:

اے اللہ! اس سے علم کی روشنی پھیلا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کم عمری کی وجہ سے حضورؐ کے زمانہ مبارکہ میں اگرچہ غزوات میں حصہ نہیں لیا...... مگر زمانہ خلفائے راشدین میں ۱۸ ھجری سے ۲۱ ھجری کے دوران حضرت عمرو بن العاص نے تسخیر مصر و شام کا کارنامہ انجام دیا...... تو اس دوران حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی جہاد میں شریک رہے...... ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ کے دور میں عبداللہ بن ابی سرح نے اسی دوران حاکم جرجیر گریگوری کے پاس انہیں سفیر بنا کر بھیجا گیا...... حضرت سعید بن العاصؓ نے حضرت عثمانؓ کے حکم ۲۹۔۳۰ ھجری میں جرجان اور طبرستان پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی لشکر میں شامل تھے۔ ۳۵ھ میں اپنی محصوری کے دوران حضرت عثمانؓ نے انہیں امیر حج بنا کر بھیجا۔ قسطنطنیہ کی فتح میں بھی آپ شریک تھے۔ تاہم آپکی زندگی کا سب سے اہم پہلو علم و فضل ہے۔

آخر عمر میں طائف میں قیام تھا ۶۸ھ ذی الحجہ میں بیمار ہوئے اور سات روز کی علالت کے بعد انتقال فرمایا حضرت حنفیہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور طائف ہی میں دفن ہوئے۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

---

1 مسند امام احمد ص 328۔ 2 اسد الغابہ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

مشہور صحابی رسول، سپہ سالار مہاجر اور قبیلہ اشعر کے رئیس...... حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جنکا نام عبداللہ بن قیس اور کنیت ابوموسیٰ تھی۔

مکہ میں حاضر ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل کیا...... اور بنو عبدالشمس سے حلیفانہ تعلق قائم کرکے وطن واپس آئے...... اور اپنے قبیلہ کو دعوت اسلام دی...... جسکے نتیجہ میں قبیلہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے...... جن میں آپ کی والدہ بھی شامل تھیں۔[1]

جب انہوں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ سے مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت کرکے چلے گئے ہیں...... تو پچاس سے زائد نو مسلموں سمیت کشتی میں سوار ہوکر مدینہ کیلئے روانہ ہوئے...... طوفان کی وجہ سے حبشہ پہنچ گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔

۶ ھ کے آخر میں حضرت جعفر بن ابو طالبؓ اور دوسرے مہاجرین کے ہمراہ فتح خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا...... تو ساتھ ہی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن کے ضلع مآرب کا حاکم مقرر فرمایا......

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ خوش الحانی میں...... قرآن پڑھنے میں بے مثال تھے...... خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا:

یاابا موسیٰ لقد اعطیت مزماراً من مزامیر آل داؤد

"اے ابوموسیٰ اتم آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار عطاء کئے گئے ہو"[2]

---

[1] البدایہ والنہایہ/ استیعاب/ طبقات/ صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا ص 669 [2] ترمذی ص 226 ج 2

قرآن کریم سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا یہ شغف ومحبت اور لگاؤ......اسکا پورا اثر اشعریوں میں پایا گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ الْاَشْعَرِیین بالقرآن حین یدخلون باللیل اعرف منازلھم من اصواتھم بالقرآن وان کنت لم ار منازلھم حین نزلوا بالنھار

اشعری لوگ جب شام کو گھر آتے ہیں......تو میں ان کے قرآن پڑھنے سے ان کی آوازیں پہچانتا ہوں...... میں ان کے گھروں کو ان کی قرآن پڑھنے کی آوازوں سے پہچانتا ہوں......اگرچہ میں ان کے گھر جب وہ دن میں وہاں ہوتے ہیں......نہیں دیکھتا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بارے میں پوچھا گیا...... تو آپ نے فرمایا:

جس طرح کپڑے کو رنگ میں ڈال کر نکالا جاتا ہے......انہیں علم میں ڈبو کر نکالا گیا ہے۔[2]

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

صحیحین میں ہے آپ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حق میں دعاء فرمائی:

اللھم اغفر لعبداللہ بن قیس ذنبہ وادخلہ یوم القیامۃ مدخلا کریما

"الٰہی عبداللہ بن قیس کی خطائیں بخش دے......اور قیامت کے دن اسکو باعزت داخل کر"۔[3]

اہل باطل میں چاہے کرمیہ ہوں...... یا معتزلہ ہوں، قدریہ ہوں یا جبریہ...... روافض ہوں یا خوارج...... تاریخ گواہ ہے کہ...... سب کے خلاف ہر دور میں اشعری میدان میں آئے۔

---

[1] صحیح مسلم ص302 ج2 [2] تذکرۃ الحفاظ ص42 ج1۔

[3] تذکرۃ الحفاظ ص42 ج1 / البدایہ والنہایہ / سیر الصحابہؓ / انسائیکلوپیڈیا ص669۔

حضرت امام ابوالحسن بھی اشعری ہیں ......جنہوں نے حوزہ اسلام کے گردسنت کا پہرہ دیا......اور ضروریات دین کو پوری قوت سے محفوظ کیا۔[1]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ذی الحجہ ۴۲ھ یا ۴۴ھ یا ۵۲ھ میں وفات پائی......آپؓ سے تین سو ساٹھ احادیث مروی ہیں......آپکا شمار راویان حدیث کے طبقہ سوم میں ہوتا ہے۔

1 آثار الصحابہؓ ص204 ج2

حضرت عبداللہ بن انیسؓ

دربار نبوی سے فیض حاصل کرنے والے......قبیلہ جہنیہ اور قضاعہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن انیس جہنیؓ جو بیعت عقبہ کبیرہ سے پہلے اسلام لائے اور پھر مکہ جا کر حضورؐ سے بیعت کی......بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مکے میں ٹھہر گئے اور پھر مکی مسلمانوں کیساتھ مدینہ طیبہ کیطرف ہجرت کی......انکا خاندان خزرج کے خاندان بنوسلمہ کا حلیف تھا اسلئے آپ انصاری بھی کہلائے۔

بنوہذیل کا ایک شخص جسکا نام خالد بن نبیح تھا یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرتا تھا......یہ شخص حضرت عبداللہ بن انیسؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ کو اپنا عصاء مبارک عطاء کر کے فرمایا:

"اس عصاء پر ٹیک لگایا کروتا کہ قیامت کے دن تم مجھے اس عصا کے ساتھ ملو"[1]

حضرت عبداللہ بن انیسؓ غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات اور خاص مہموں میں شریک ہوئے......مولانا سعید انصاری کے مطابق وہ غزوہ بدر میں بھی شامل تھے۔ یہودی رئیس ابورافع سلام بن ابی الحقیق کو قتل کرنے کیلئے حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کی سرکردگی میں جن پانچ صحابہ کو روانہ فرمایا ان میں حضرت عبداللہ بن انیس بھی تھے یہ مہم بہت ہی کامیاب ہوئی۔[2]

آپنے ذی الحجہ ۵۴ھ میں مصر کے ساحلی شہر غزہ میں وفات پائی......وصیت کے مطابق دفن کے وقت حضورؐ کا عطا کردہ عصا مبارک کفن میں ان کے پیٹ پر رکھ دیا گیا......آپؓ سے چوبیس احادیث مروی ہیں۔

1۔ سیرت ابن اسحاق/طبقات/اسوۂ صحابہؓ/سیر الصحابہؓ 2۔ سیر الصحابہ/صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا، ص 427۔

محمد بن ابو بکرؓ

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے چھوٹے صاحبزادے محمد بن ابو بکرؓ حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے حجۃ الوداع کے سال ماہ ذی قعدہ کے اواخر میں ذوالحلیفہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹے کا نام ''قاسم'' تھا اسی نسبت سے سیدہ عائشہؓ نے ان کی کنیت ''ابوالقاسم'' رکھ دی تھی۔

سیدنا ابو بکرؓ کے انتقال کے بعد جب سیدہ اسماء بنت عمیس نے سیدنا علی المرتضیٰؓ سے شادی کی تو محمد اسوقت بہت چھوٹے تھے اسلئے انکی تربیت آغوش مرتضوی میں ہوئی۔ آپکی وفات ذی الحجہ ۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کے بیٹے قاسم بن محمد کی تربیت حضرت عائشہؓ نے فرمائی اور پھر اسکی ایسی تربیت کی کہ انکا شمار فقہائے سبعہ مدینہ میں ہوا۔

امام واقدیؒ

نابغہ روزگار......تاریخ اسلام کے مورخ ....سیرت ومغازی کی تاریخ کے امام،فن حدیث کے ماہر،عظیم مفسروفقیہ جنکا نام محمد،والد کا نام عمراوردادا کا نام واقدی ہے......اوردادا کی نسبت سے واقدی مشہور ہیں۔[1]

امام واقدیؒ کی پیدائش ۱۳۰ھ میں ہے آپکی پرورش مدینۃ الرسول میں ہوئی...... یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف اسلام کی بہاریں تھیں......اورصحبت اصحاب رسول سے فیض یاب ہونے والے تابعین موجود تھے......اس مبارک اور علمی فضا میں آپ پلے بڑھے ......اوراسلامی غزوات ومعرکوں کے سیدالمؤرخین کہلائے۔

امام واقدیؒ نے عظیم اساطین فضل وکمال سے علمی استفادہ کیا......جن میں حضرت سفیان ثوریؒ،اسماعیل بن ابراہیم، ولید بن کثیر،ابن جریج،محمد بن عجلان ......اورامام مالکؒ شامل ہیں۔اورخودامام موصوف سے اکتساب علم کرنے والے بھی...... عظیم اہل علم ہیں۔احمد بن خیلؒ،احمد بن رجاؒ،ابن ابی شیبہؒ،ابن سعد،ابن ابی حاتم اورامام شافعیؒ وغیرھم شامل ہیں۔

واقدیؒ کا طرزبیان نہایت ہی عجیب ہے......واقعہ کی صرف تحقیق پراکتفانہیں کر تے بلکہ ہرغزوے،معرکے......اور ہرواقعے کے محل وقوع کا مشاہدہ بھی ضروری بیان کرتے ہیں۔خودفرماتے تھے کہ......جب کوئی مجھے کسی غزوے یاکسی صحابی کی شہادت کے محل وقوع کے متعلق بتاتا......تو میں خودجاکراس متعلقہ جگہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔[2]

ہارون قرویؒ کہتے ہیں کہ......میں نے واقدی کو مکہ کے شہر میں مشکیزہ اٹھائے

---

1 الذہبی،شمس الدین محمد بن احمدالکاشف ص 202 ج 2،مؤسسۃ علوم القرآن جدہ

2 تاریخ بغداد ص 6 ج 3

ہوئے دیکھا...... تو میں نے پوچھا جناب کہاں کا ارادہ ہے؟ واقدی کہنے لگے "غزوۂ حنین کا محل وقوع دیکھنے جارہا ہوں۔"

اسوقت کے بادشاہ ہارون الرشید نے واقدی کو بغداد کے مشرقی حصہ کا قاضی بنادیا تھا۔ لکھا ہے کہ...... اس حصے کی طرف جب واقدی منتقل ہورہے تھے...... تو ان کی کتابوں کا ذخیرہ ایک سوبیس اونٹوں کے ذریعہ منتقل کیا گیا۔ [1]

ہارون الرشید کی وفات کے بعد اسکا بیٹا مامون الرشید بھی...... واقدی کا احترام ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔ اور وہ آپکے علم وفضل کا معترف اور آپکی شخصیت سے بہت متاثر تھا اور کہا کرتا تھا۔

ماقدمت بغداد الا لا کتب الواقدی

میرے بغداد میں آنے کا مقصد صرف واقدی کی کتابوں کا نقل کرنا ہے۔ [2]

امام واقدیؒ نے تجارت کو ذریعہ معاش بنارکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں گندم کی تجارت کیا کرتے تھے...... طبعاً شاہ خرچ تھے۔ ایثار وہمدردی اور سخاوت وفیاضی کے عظیم پیکر تھے۔ آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ...... پوری زندگی کبھی ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی۔ اور وفات کے وقت اتنی رقم بھی پاس نہ تھی کہ اس سے تجہیز وتکفین کا انتظام ہوسکے۔ مامون نے انتظام کیا۔ لیکن دوسری طرف علمی حالت یہ تھی کہ...... اپنے پیچھے سو جزدانوں میں کتابوں کا اس قدر وسیع ذخیرہ چھوڑا...... کہ ایک جزدان دو آدمی اٹھا سکتے تھے۔ امام واقدیؒ نے دو غلام تو ایسے رکھے ہوئے تھے جو شب وروز لکھتے ہی رہتے تھے۔ [3]

یہ تحقیق وتاریخ کا آفتاب بڑی مصروف اور علمی مشاغل سے بھرپور زندگی گذار کر ۱۱ ذی الحجہ ۲۰۷ھ کو اتوار کے دن اپنی اصلی منزل کیطرف روانہ ہوگیا۔ قاضی محمد بن سماعہ تمیمیؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور مقبرہ خیزران میں دفن کئے گئے۔

---

1 سیر اعلام النبلاء ص459 ج9 2 تہذیب التہذیب، الکمال ص189 ج26
3 ابن ندیم محمد بن اسحاق الوراق، الفہرست ص 111

علامہ ابن الثلجی رحمۃ اللہ علیہ

مبارک فضاؤں میں زندگی کا پہلا سانس لینے والے...... وقت کے فقیہ، محدث، متورع، عابد، قاری، شفیق وخلیق اور علم کے سمندر امام محمد بن شجع ثلجی بغدادی کنیت ابو عبداللہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔

حسین بن مالکؒ اور حسن بن زیادؒ سے علامہ ابن الثلجیؒ نے فقہ کا علم حاصل کیا...... اور یحیٰ بن آدمؒ، اسماعیل علیہؒ، وکیع ابی اسامہؒ، محمد بن عمرؒ سے حدیث کی سماعت کی۔ اور یعقوب بن شیبہ محمد بن احمد بن احمد نے آپ سے روایت کی یہ حضرات اپنے دور کے قابل ترین عالم اور مجتہد تھے۔ علامہ ابن ثلجی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قبیلہ میں سے تھے اور ایسے فیصلے کرتے کہ...... وہم وخیال میں نہیں ہوتے تھے ...... موصوف نے قابل ذکر تصانیف کیں جن میں سے اہم کتب مندرجہ ذیل ہیں۔

☆...... (1) تصحیح الآثار (2) کتاب النوادر (3) کتاب المضاربہ (4) کتاب الرد علی المشبہ

☆...... (5) کتاب المناسک۔

ان تصانیف سے علماء کو ایسا علمی کمال حاصل ہوا کہ...... ہر آدمی انکی عزت کرتا تھا۔

ابوالحسن علی بن صالح سے روایت ہے کہ علامہ ابن ثلجی نے وصیت کی تھی کہ مجھے فلاں مکان میں دفن کرنا کیونکہ اس مکان کی کوئی اینٹ ایسی نہیں جس پر میں نے بیٹھ کر قرآن کریم ختم نہ کیا ہو...... یعنی ہر ایک اینٹ لگانے سے قبل اس پر بیٹھ کر پورا قرآن کریم پڑھتا تھا۔

علامہ ابن الثلجی ذی الحجہ ۲۶۶ھ کو نماز عصر پڑھتے ہوئے بحالت سجدہ اس فانی جہاں سے جدا ہوئے۔

علامہ بکارؒ

نہایت ہی عادل اور ذکی، دلائل کی طاقت سے مضبوط، امام فاضل، محدث، زاہد و عابد، امام زفرؒ اور اصحاب امام ابوحنیفہؒ سے فقہ حاصل کرنے والے......فن حدیث کے امام، امام ابوداؤد طیالسیؒ سے حدیث کی سماعت کرنے والے......درس و تدریس کے ذریعہ بیسیوں شاگردوں کو سیراب کرنے والے......زمانہ تبع تابعین میں تربیت پانے والے عظیم انسان علامہ بکار بن قتیبہ بن اسد جو ۱۸۲ھ میں پیدا ہوئے۔

والدین نے نہایت ہی پاکیزہ ماحول میں پرورش کی......آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے قاضی و جج تھے۔ اور اسقدر ذکی و ذہین تھے کہ فوراً دلائل سے فیصلہ فرمالیتے تھے۔

آپ کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ جو سیر و رجال کی زینت ہے وہ یہ کہ احمد عون حاکم مصر علامہ بکارؒ کو تنخواہ کے علاوہ آٹھ روپے سالانہ پیش کرتا تھا......علامہ اس سیل شدہ تھیلی کو اسی طرح اپنے پاس محفوظ کر لیتے......اس میں آپ ایک پیسہ بھی نہ خرچ کرتے کچھ مدت کے بعد احمد عون حاکم مصر نے ایک مشورہ کیلئے علامہ بکار کو طلب کیا......حاکم نے کہا کہ میں موفق بن متوکل کو معزول کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں......اسمیں آنجناب کا کیا فیصلہ ہے؟ علامہ نے جواباً فرمایا کہ میرے نزدیک اسکو معزول نہیں کرنا چاہئے......اس رائے پر احمد (حاکم مصر) ایسے ناراض ہوئے کہ علامہ موصوف کو قید کر کے فوراً مطالبہ کیا کہ وہ تھیلیاں جو بطور تحفہ دے چکے ہیں اسکو واپس کر دو......اس پر علامہ کو ذرہ برابر بھی پریشانی نہ ہوئی...... کیونکہ آپ کے پاس اٹھارہ سال کی تھیلیاں جمع تھیں......علامہ بکار نے فوراً حاکم مصر کے پاس لا کر ان تھیلیوں کو رکھ دیا۔ حاکم مصر اسکو دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا......اسکے

باوجود حاکم نے علامہ بکار کو کہا آپ فوراً اپنا عہدہ قضاء محمد بن شادان کے سپرد کر دیں......آپ نے بلاتامل بڑی خوشی سے تعمیل حکم فرمایا اسکے بعد آپ بدستور قید رہے......آپ کا درس حدیث بہت مقبول تھا۔

جیل میں جانے کے بعد یہ فیض کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو لوگوں نے حکومت سے شکایت اور درخواست کی کہ درس حدیث کی اجازت دی جائے......حکومت نے اسکو قبول کرلیا اور علامہ بکارؒ جیل کے اندر کھڑکی کے پاس بیٹھ جاتے اور درس حدیث شروع فرمادیتے......اور تمام اصحاب حدیث سماعت کرتے۔

آپ بدستور قید ہی رہے......بحالت قید ہی بروز جمعرات ۲۴ ذی الحجہ ۲۷۰ھ میں وہاں چلے گئے جہاں ہر کسی کو جانا ہے۔

علامہ مبردؒ

نہایت فصیح وبلیغ ،لطیف وظریف ،حاضر جوابی میں شہرت رکھنے والے ......حیرت انگیز قوت حافظہ کے مالک، علم نحو میں یگانہ......اور معانی قرآن کی خوب وضاحت کرنے والے،جلیل القدر فاضل وعالم علامہ ابوالعباس محمد بن یزداز دی بصری المعروف مبرد جواتوار کے دن......ذی الحجہ ۲۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔

علامہ مبردؒ کے اساتذہ مین ابی عثمان مازنیؒ، ابو حاتم سجستانیؒ، ابوعمر جرمیؒ شامل ہیں۔ علامہ مبردؒ نے کتاب سیبویہ علامہ جرمیؒ سے پڑھی اور مازنیؒ سے فاتحہ فراغ پڑھا......بعدازاں حصول علم کیلئے بغداد چلے گئے۔علامہ مبردؒ سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا......نفطویہؒ،صولیؒ، ابوعلیؒ، طوساریؒ، اورزجاجؒ وغیرہ کافی شہرت کے مالک ہیں۔آپ کے شاگرد ایسے قابل تھے جووقت کے امام کہلاتے تھے۔

علامہ مبردؒ نے الردعلی السیبویہ،طبقات النحویین البصرین روضہ مقتضب اور کامل تصنیف فرمائی جومستند کتابیں شمار کی جاتی تھیں۔

یہ آسمان علم وادب اتوار کے دن ۲۸ ذی الحجہ ۲۸۵ھ کواس جہاں سے چل بسا۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

علامہ ابن سراجؒ

علم نحو اور فن شاعری کے ماہر......امام مبرد جیسے عظیم استاد سے کتاب سیبویہ پڑھنے والے......نہایت ذہین وفطین علامہ ابن سراج ہیں۔

علامہ موصوف سے بڑے لوگوں نے فیض حاصل کیا جن میں مشہور ترین شاگرد ابوالقاسم زجاجی، سیرانی ابوعلی فارسی اور علی بن عیسیٰ جیسے عظیم افراد شامل ہیں۔

علامہ ابن سراج نحوی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم شاعر تھے......
ایک مرتبہ خلیفہ مکتفی باللہ بغداد میں تشرلف لائے انکا بہت بڑے ہجوم نے استقبال کیا......
اتفاقاً اسمیں علامہ ابن سراج بھی موجود تھے انہوں نے خلیفہ کے حسن وشباب کو دیکھ کرفی البدیہی یہ کہا۔

میزت بین جمالها دفعاً لها
فا ذاالملاحة بالخیانة لاتفی

محبوبہ کے حسن کے مقابلہ میں تیرا جمال خوب نمایاں اور اس کے حسن پر غالب آجانے والا ہے اور تیرے چہرے کی نمکینی نقضِ عہوذ کے ساتھ نہیں بلکہ ایفائے عہد کیساتھ وفاداری کرتی ہے۔

حلفت لما ان لاتخون عهودنا
فکانما حلفت لنا ان لاتفی

محبوبہ نے ہمارے سامنے قسم اٹھائی ہے کہ ہمارے وعدوں میں خیانت نہیں کرے گی اور گویا اس نے یہ قسم اٹھائی کہ ان وعدوں کو پورا نہیں کریگی۔

قسم بخدا میں محبوبہ سے ہرگز کلام نہ کرتا......اگر وہ ماہتاب یا آفتاب یا خلیفہ مکتفی

باللہ کی مشہور ہوتی۔

ان اشعار کی خوب شہرت ہوئی حتیٰ کہ ایک روز محمد ابن اسماعیل بن زنجی نے ابوالعباس بن فرات کی محفل میں یہ اشعار سنائے جس سے محفل خوب محظوظ ہوئی...... پھر ابو العباس نے وزیر قاسم کے دربار میں یہ اشعار پڑھے، وزیر نے خوب پسند کئے اور پوچھا کہ یہ کس کے ہیں......؟ ابوالعباس نے غلط بیانی کرتے ہوئے کہا کہ یہ اشعار علامہ ابن طاہر کے ہیں...... پھر ایک روز وزیر نے خلیفہ کو یہ شعر سنائے اور کہا کہ...... یہ ابن طاہر کا کلام ہے خلیفہ نے خوش ہو کر ابن طاہر کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔

علامہ ابن زنجی نے اس خبر کو سن کر کہا کہ سبحان اللہ خدا کی قدرت کہ اشعار علامہ سرج کے اور انعام ابن طاہر کو ملا۔

اللہ تعالیٰ انکی قبر کو جنت کا باغ بنائے...... آپ نے آخر وقت تک علم نحو کی خوب خدمت کی آپ کی محنت سے سینکڑوں علماء علم کی دولت سے مالا مال ہوئے...... اور انتہائی تواضع سے زندگی گذاری اور طلباء کے سوالات سے کبھی گریز نہ کرتے تھے...... بلکہ ان کو خندہ پیشانی سے مسلسل جواب دیتے تھے۔

یہ آفتاب علم بروز اتوار ۲۷ ذی الحجہ ۳۱۶ھ کو غروب ہو گیا۔

علامہ نفطویہ واسطیؒ

نحوی دنیا کے آفتاب ......اپنے فن کے امام ابوعبداللہ ابراھیم بن محمد یعقوب نفطویہ نحوی واسطی ۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔

امام ثعلبؒ اورامام مبردؒ سے پڑھتے رہے جو نحوی دنیا کے چراغ راہ تھے......قدرت نے بلا کا حافظہ دیا تھا...... یہ ساری عمر بغداد میں رہے آپکے ورود مسعود سے نحوی ارتقاء ہوا۔

عبدالعزیز بن الفضل فرماتے ہیں کہ:

قاضی ابوالعباس احمد بن عمر، محمد بن داؤد ظاہری اور ابوعبداللہ نفطویہ ایک دفعہ یہ تینوں بزرگ دعوت ولیمہ پر جارہے تھے......راستہ میں ایک تنگ گلی آگئی جس میں تینوں اکٹھے داخل نہ ہوسکے......ادباً یہ سوال پیدا ہوا کہ پہلے کون آگے بڑھے؟ اسکے جواب میں علامہ ابوالعباس نے فرمایا:

ضیق الطریق یورث سوء الادب

"یعنی تنگ راستہ سے خلاف ادب کا ظاہر ہونا لازمی ہے لہٰذا میں آگے نہیں بڑھتا۔"

اور محمد ابن داؤد نے جواباً فرمایا:

لکنہ یظھر مقادیر الرجل

"یعنی ابوالعباس کا فرمان صحیح ہے لیکن راستہ کی تنگی آدمی کے مرتبہ کو ظاہر کرتی ہے......لہٰذا جسکا عالی مرتبہ ہو وہ آگے بڑھے۔"

علامہ نفطویہ نے فرمایا:

اذا استحکمت المودۃ بطلت التکالیفی

یعنی دونوں بزرگ صحیح فرماتے ہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ جب دوستی مضبوط ہو جاتی ہے...... تو تکلفات ختم ہو جاتے ہیں اب یہ بات نہیں رہی کہ ہم پیچھے رہیں آپ آگے چلیں لہٰذا جو چاہے آگے چلے ورنہ دعوت ولیمہ ختم ہو جائے گی پھر اسی بات پر عمل کیا گیا...... یہ آفتاب نحو بوقت طلوع آفتاب ذی الحجہ ۳۲۸ھ کو اس جہاں سے کوچ کر گئے۔

✿✿✿✿✿......✿✿✿✿✿

علامہ ابن انباریؒ

مضبوط حافظہ کے مالک......راہ علم کے راہی......نحوی مسلک کے عظیم اور محنتی عالم، رئیس نحو امام ثعلب کے تلمیذ......علامہ ابن انباری جو ماہ رجب ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔

علامہ موصوف کی وجہ سے علم نحو نے خوب ترقی کی......ہر وقت علم کی تلاش میں مصروف رہتے تھے......اور طبعیت اس قدر سادہ تھی کہ اعلیٰ قسم کا مکلّف کھانا ہرگز نہ کھاتے تھے......نہایت معمولی غذا پر گذراوقات کرتے تھے......ویسے بھی اہل علم دولت سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ راضی باللہ کی شاہی دعوت میں وقت کے جید علماء مدعو ہوئے......اسمیں علامہ ابن انباری بھی شریک دعوت ہوئے......تمام علماء نے شاہی لذیذ کھانے تناول کئے......لیکن علامہ نے اس وقت نہایت سادہ کھانا کھایا اور عمدہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگایا......اور بجائے ٹھنڈے پانی کے کنویں کا تازہ پانی پیا۔ ابوالحسن کہتے ہیں کہ علامہ کی اس سادگی کا حال ہم نے راضی باللہ کو سنایا تو ہنستے ہوئے......انہوں نے ارشاد فرمایا کہ علامہ کو جو سادگی میں مزہ آتا ہے وہ تم کو تکلف میں آتا ہے......بہر حال تم دونوں مزے اٹھا رہے ہو اور تم اپنے اپنے انداز کے باکمال افراد ہو۔

اللہ تعالیٰ نے علامہ کو قوت حافظہ کی دولت سے مالا مال کیا تھا......آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپکی قوت حافظہ کیوں مشہور ہے......؟ فرمایا اللہ کے فضل و کرم سے اسوقت مجھے تیرہ صندوق کتب کی بھری ہوئی یاد ہیں......ان میں سے ایک لفظ بھی نہیں بھولا......جب چاہو سن لو......! آپ کو تین لاکھ اشعار (شواہد قرآن) یاد تھے اور ایک سو

بیس تفسیریں یاد تھیں۔

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ راضی باللہ نے ایک حسین جمیل لونڈی نکاح کے واسطے علامہ کی خدمت میں بھیجی ...... علامہ نے اسکی طرف ذرہ بھی توجہ نہ فرمائی...... اور خادم کو کہا کہ اسکو یہاں سے لے جاؤ وہ یہ سن کر بڑی حسرت زدہ ہوئی علامہ نے اسکو کہا آپ چلی جائیں احسان عظیم ہوگا...... جب بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگا...... ابن انباری جیسے عالم ازدواجی تعلق کیسے اختیار کرسکتا ہے...... جو نظر اٹھا کر کسی کو دیکھنا بھی علمی نقصان سمجھے۔

علامہ ابن انباری کا معمول تھا کہ...... وہ ہمیشہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر تصنیف کیا کرتے تھے...... اسکے بالمقابل دوسرے کونہ میں ان کے والد مسلسل بیٹھے رہتے تھے...... کیونکہ ان کو ایک منٹ بھی بیٹے کی جدائی برداشت نہ تھی۔

آخر یہ علم کا بادشاہ اپنی آخرت کی کھیتی پر محنت کرتا ہوا ذی الحجہ ۳۲۸ھ کو چل بسا۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

علامہ نحاس مراریؒ

علم میں باکمال، عمل میں پختہ، ابوالحسن علی بن سلمان اخفشؒ، علامہ مبردؒ، علامہ ابن انباریؒ، علامہ نفطویہؒ جیسے ارباب علم وکمال کے شاگرد علامہ نحاس مراریؒ ہیں۔

علمی کمال کی وجہ سے آپکی خدمت میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا...... آپکی مجلس علم سے مخلوق خدا دولت علم سے عزت یافتہ ہوئی۔

علامہ نحاس مراریؒ نے بہت زیادہ کتابیں لکھیں ہیں آپکی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

(1) کافی (2) شرح سبعہ معلقات (3) اعراب قرآن (4) تفسیر ابیات سیبویہ

آپکی موت کا واقعہ بڑا عجیب ہے ایک مرتبہ علامہ نحاس مراریؒ دریائے نیل کے کنارے...... بیٹھ کر طغیانی کا نظارہ دیکھ رہے تھے...... جوش میں آکر شعر کہنا شروع کر دیا اتنے میں ایک آدمی آیا جو شعر نہ سمجھتا تھا...... اسکو مغالطہ ہوا کہ علامہ کوئی جادو پڑھ رہے ہیں جس سے طغیانی بند ہو جائیگی...... پھر فصل نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ جائیگا...... اس وجہ سے اسکو ایسا غصہ آیا کہ اس نے علامہ کو پیچھے لات ماری...... تو وہ دریا میں گر کر ہفتہ کے دن ۵ ذی الحجہ ۳۳۸ھ کو شہید ہو گئے۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

خطیب بغدادیؒ

بغداد جیسے عظیم مرکز اسلام کے عظیم خطیب و مصنف جنکا نام احمد، والد کا نام علی دادا کا نام ثابت ہے......کنیت ابوبکر ہے۔آپ حلقہ اہل علم میں خطیب بغدادی کے نام سے معروف ہیں۔

۲۴ جمادی الآخر ۳۹۲ھ کو بمقام "درزجان" پیدا ہوئے۔یہ بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک بڑا گاؤں ہے......آپکے والد محترم ہی گاؤں میں امام و خطیب تھے......گھرانہ علم کی روشنی سے معمور تھا یہی وجہ ہے کہ......خطیب نے نہایت ہی کم سنی میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا......اسکا اثر یہ ہوا کہ آپ پر علم حدیث کے حصول کی دھن سوار ہوگئی......اسی عشق میں خطیب نے بڑے بڑے شہروں کا سفر کیا جن میں بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، ہمدان، حجازِ مقدس اور دمشق سرفہرست ہیں......اس سفر کے آغاز میں آپکی عمر گیارہ برس کے قریب تھی،طلب حدیث کیلئے جب آپ نے بصرہ کیطرف کوچ کیا ہے......اسوقت آپ بیس سال کے جوان تھے......اور جسوقت آپ نے نیشاپور جانے کیلئے رخت سفر باندھا ہے......اسوقت عمر تیس سال تھی۔

حصول حدیث کے بعد آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی......اور یہاں خطیب کے عہدے پر فائز رہے اسی بنا پر آپ بعد کی نسلوں......میں خطیب بغداد کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔علم حدیث میں تبحرانہ اور محدثانہ رسوخ رکھنے کی وجہ سے......آپ کو بہت شہرت ملی......آپ نے کئی دفعہ دمشق کا سفر کیا اور دمشق کی عظیم جامع مسجد اموی میں بھی کچھ عرصہ درس حدیث دیتے رہے......علم تفسیر اور علم فقہ، اصول فقہ، عربی ادب میں بھی مہارت کا درجہ حاصل تھا۔

خطیب نے ایک سو کے قریب کتابیں لکھی ہیں...... یہ تصانیف علمِ حدیث، اصلاح حدیث، آداب حدیث، رجال حدیث، تاریخ، عقائد، فقہ، اصول فقہ، زہد وتقویٰ اور عربی ادب جیسے اہم بنیادی و اساسی علوم وفنون پر مشتمل ہیں...... آپکی سب سے مشہور تصنیف ''تاریخ بغدادی'' ہے جو اہلِ علم وسیر کیلئے...... ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ ہے۔ آپ فن جرح وتعدیل کے بھی امام تھے...... آپ کو خاتم الحفاظ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

آپ کو حصول علم اور کتب بینی کا اس قدر شوق تھا کہ...... راہ چلتے ہوئے بھی آپ کے ہاتھ میں کتاب ہوتی اور مطالعہ کرتے جاتے۔

یہ محدث، فقیہ، مورخ، خطیب...... بغداد کی جامع المنصور میں درس حدیث میں مصروف تھا کہ...... بالآخر بروز پیر ۷ ذی الحجہ ۴۶۳ھ کو آپکا وصال ہوا...... اور بشر حافیؒ کے پہلو مبارک میں دفن کیے گئے۔ جس قبر میں خطیبؒ کو دفن کیا گیا...... اس میں خود خطیب بغدادیؒ نے کئی قرآن مجید کے ختم کیے تھے۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

ابوالسراج خلیفہ غلام محمدؒ

زہدوتقویٰ، معرفت وولایت سے قلب بھرپور...... اکابرین دیوبند کے منظورِ نظر قافلہ حق وصداقت کے سرپرست، دین پور شریف میں شمع ایمانی وروحانی روشن کرنے والے...... سردار حاجی نور محمد خان مرحوم کے دوسرے حرم بی بی سونی کے بطن سے...... مقام موضع عالے خان شرقی ضلع جھنگ میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہونے والے...... جنکا نام والدین نے ''غلام محمدؒ'' تجویز فرمایا۔

حاجی نور محمد خان مرحوم سنت کے ماحی اور بدعت کے قاطع تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے...... بات کے پکے اور امانت دار اور سخی طبعیت کے مالک تھے...... اپنا سارا کاروبار اپنے صاحبزادے محمد اسماعیل خان کے حوالہ کر رکھا تھا اور خود گوشہ نشینی اختیار کیے رہتے تھے...... یا مقامات متبرک اور بزرگان دین کی زیارت کیلئے سیر وسفر کی زندگی بسر کرتے تھے...... اور متعدد بار حج پر بھی گئے حاجی نور محمد خان مرحوم نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے مستقل طور پر ارض حجاز میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ کیا...... اور اپنے کنبہ کے افراد کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے...... راستے میں ''بستی ٹبی کورائیاں'' پہنچے تو...... یہاں بیمار ہو کر اس فانی جہاں سے رحلت کر گئے۔

آپکے بعد آپ کی بیوی یتیم بچوں کے ساتھ...... بستی میں پیر محمد خان کے بزرگوں کی دی ہوئی ایک جھونپڑی میں رہنے لگی۔ خلیفہ غلام محمدؒ نے بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان میں ابتدائی تعلیم حاصل کی...... اور مولانا فقیر اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا...... اور شرح جامی تک کتب درسیہ پڑھیں بعدازاں اپنے ذاتی مطالعہ سے خلیفہ صاحب علوم دینیہ میں راسخ ہو گئے۔

خلیفہ صاحب ابھی ٹبی کورائیاں کی بستی میں مقیم ہی تھے کہ......انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح بلوچ قبیلہ سے باہر کردیا......ٹبی والے لوگوں نے اس میں اپنی ہتک سمجھی ......موقعہ پاکر حضرت خلیفہ صاحب کے داماد کو قتل کر ڈالا......اس سے بڑھ کر آپکے داماد کے بچے کو بھی بھوکا رکھ کر مار ڈالا......اس سانحہ کے بعد خلیفہ صاحب نے ٹبی کورائیاں کی سکونت ترک کردی اور بستی گھوٹیہ (علاقہ خانپور) آگئے......آخر میں ۱۸۷۶ء/۱۲۹۳ھ کے لگ بھگ "دین پور شریف" تشریف لائے......خلیفہ صاحب کی آمد کی وجہ سے آج بھی اگر کوئی اس بستی میں داخل ہوتو اسکا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔

خلیفہ غلام محمدؒ نے سلسلہ قادریہ میں سید العارفین حافظ محمد صدیق بھرچونڈویؒ (۱۳۰۸ھ) سے بیعت کی تھی۔اپنے شیخ کی معیت میں ۲۸ سال کا عرصہ تقریباً رہے......اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔حضرت خلیفہ غلام محمدؒ کو اکابرین دیوبند سے خاص تعلق تھا۔۱۹۱۱ء/۱۳۲۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کے تعارف کیلئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (م۱۳۶۲ھ) حافظ محمد احمدؒ (م۱۳۴۰ھ) اور مولانا عبداللہ سندھی نے سندھ کا دورہ کیا......یہ وفد دوران سفر دین پور شریف میں ٹھہرا۔حضرت تھانویؒ یہاں بہت متاثر ہوئے۔

واپسی پر مولانا حضرت خلیفہ غلام محمدؒ صاحب وفد کو چھوڑنے کراچی تک گئے......اپریل ۱۹۱۲ء میں شیخ الہند کی دعوت پر دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی......اس موقعہ پر انہوں نے اکابر دیوبند سے خصوصی ملاقاتیں بھی فرمائیں......خلیفہ غلام محمدؒ نے شیخ الہندؒ کی عظیم تحریک "ریشمی رومال" میں حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے۔

۱۹۲۳ء/۱۳۴۱ھ میں فریضہ حج ادا کیا......موصوف وجع المفاصل کے عارضے میں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ/۲۴ مارچ ۱۹۳۶ء کو اس جہاں سے کوچ کر گئے۔

مفتی محمد حسن امرتسریؒ

حضرت تھانویؒ سے خصوصی تعلق رکھنے والے......ملک کی ممتاز دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی......خاتم المحدثین مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ......مولانا اللہ داد کے فرزند ارجمند مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء کو مل پور نامی ایک گاؤں میں......خانوادہ اتمان زئی پٹھان قبیلہ کے ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی......کچھ بڑے ہوئے تو انہیں اپنے مشفق والدین، دلکش اور دلفریب دیہات......اور چھوٹے سے پاکیزہ و پرسکون مکان کو چھوڑ کر......قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم کیلئے قاضی محمد نور صاحب کی خدمت میں راولپنڈی کے موضع سنگ جانی جانا پڑا......وہاں قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ چکے......تو قاضی صاحب گھوڑوی کی خدمت میں ضلع کیمل پور پہنچے......پھر وہاں سے مکھڈ شریف چلے گئے......یہاں شرح جامی تک تعلیم حاصل کر کے ضلع ہزارہ کے موضع ڈھینڈہ میں منطق اور فلسفہ پڑھنے کیلئے مولانا محمد معصوم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا محمد معصوم صاحب علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے......جب یہ غزنویہ امرتسر میں مدرس مقرر ہو کر تشریف لے کر جانے لگے......تو اپنے ساتھ مفتی محمد حسن صاحب کو لائے اسی جگہ مولانا محمد حسن صاحب نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔ آپ نے دورۂ حدیث دو مرتبہ کیا......ایک مرتبہ مدرسہ غزنویہ میں اور دوسری مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں۔

بعد ازاں فراغت کے امرتسر ہی میں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے...... قابلیت کی بنا پر آپکو مدرسہ نعمانیہ کا صدر مدرس بنا دیا گیا درس وتدریس کیساتھ آپ نے فتویٰ نویسی کا بھی خوب کام کیا۔

آپنے امرتسر میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا......جس میں قرآن کریم کی تعلیم کیساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی......اس مدرسہ نے تقریباً چالیس سال خدمت انجام دی......قیام پاکستان کے بعد اس مدرسہ کے خدام اور اساتذہ کو بھی لاہور آنا پڑا......لاہور میں نیلا گنبد کے قریب مول چند بلڈنگ کا ایک حصہ مدرسہ کیلئے الاٹ ہو گیا چنانچہ توکل علی اللہ اس مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ جامعہ اشرفیہ کے نام سے ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔

جب یہ تعمیر ناکافی ہوئی ،طلباء کی تعداد دن بدن بڑھنے لگی تو......فیروز پور روڈ لاہور ہی میں مدرسہ کی جدید عمارت کیلئے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی جسکا سنگ بنیاد اکابرین دیوبند نے مل کر رکھا۔

آپکو خلافت حضرت تھانویؒ سے ملی تھی......یہی وجہ ہے کہ مولانا کا سینہ عشق الٰہی کا گنجینہ تھا ان کی رگ رگ میں ذکر الٰہی کے انوار کی تجلیات کوندتی تھیں۔

مفتی صاحبؒ نے قادیانیت کے خلاف بھی بہت کام کیا......دینی اصلاحی کاموں میں موصوف ہمہ وقت مصروف رہتے تھے......اچانک ان کے پاؤں پر ایک پھوڑا ہو گیا جس نے رفتہ رفتہ پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا......ٹانگ میں شدید تکلیف رہنے لگی آخر ڈاکٹروں کے مشورہ کے مطابق ٹانگ کاٹ دی گئی اسکے باوجود مفتی صاحب صابر وشاکر رہے......۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء اور ۲۰ شوال ۱۳۷۱ھ کو فالج کا حملہ ہوا جس سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

طویل علالت کے بعد ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ یکم جون ۱۹۶۱ء کو کراچی میں انتقال کر گئے......نماز جنازہ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ نے پڑھائی۔

✿✿✿✿......✿✿✿✿

مولانا عبدالغنی قریشی کوھائیؒ

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی کے شاگرد......مولانا عبدالغنی قریشی کوھائیؒ ۱۸۸۴ء کو ٹیری ضلع کوہاٹ میں مولانا محمد یٰسین کے گھر میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی......۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی......وطن واپس آکر دارالعلوم تعلیم القرآن کوہاٹ میں تدریس کا آغاز کیا۔

آخری سالوں میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر تدریس حدیث کرتے رہے۔

موصوف نے کچھ کتب بھی لکھیں

جن میں (1) تبعید اہل الایمان من ضرب الطبل ومزامیر الشیطان (2) القضا عمری فی صیام (3) مقدمہ قلمی (4) التوسل باہل بدر الکرام شامل ہیں۔

۷ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ شب جمعہ ۱۹۷۰ء کو مولانا کا وصال پُر ملال ہوا۔ اور آبائی گاؤں میں دفن کیے گئے۔[1]

1 الرشید نمبر ص 41۔

مفتی محمود حسن ہزارویؒ

حضرت لاہوریؒ کے تلمیذ...... علم منطق کے ماہر...... حضرت مولانا مفتی محمود حسن ہزاروی ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء کو دیدل کماچ علاقہ چھرزئی ملحقہ ہزارہ میں مولانا حاجی احمد خان کے گھر پیدا ہوئے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی پھر کچھ عرصہ حضرت لاہوریؒ سے سندھ میں پڑھتے رہے۔ تکمیل مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں مولانا معین الدین صاحب سے کی۔ پھر اسی مدرسہ اور صوفیہ میں کچھ عرصہ تدریس کرنے کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر سورت میں پہلے بطور صدر مدرس اور شیخ الحدیث ۲۶ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں...... تقسیم ملک کے باعث ایک سال وطن آئے اور پھر کچھ عرصہ "مطلع العلوم" بروری روڈ کوئٹہ میں تدریس کی۔

۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں جامعہ عربیہ اسلامیہ نزد عیدگاہ کوئٹہ کی بنیاد رکھی اور ایک مسجد بھی اسمیں بنوائی...... آخری وقت تک یہاں تدریس و افتاء کے کام میں لگے رہے۔

موصوف نے متعدد تصانیف کیں چند کے نام یہ ہیں۔

(1) معین القائد (2) معین الحکمت (3) معین الفرائض (4) معین المنطق (5) التذکرۃ المحمود۔

مولانا یکم ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء کو اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔[1]

✿✿✿✿......✿✿✿✿

[1] الرشید نمبر ص ۳۱۴۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ

قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائیپوریؒ کے جانشین اور اکابر رائے پور کی روایات کے امین اور ان کے علم وعمل اور زہد وفقر کی تصویر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائیپوریؒ کی پیدائش ۱۴۰۵ھ میں ہوئی۔

مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی مرحوم اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رائیپوریؒ نے ابتدائی تعلیم ...... مدرسہ رشیدیہ رائیپور میں اپنے والد محترم حافظ محمد صالح رائیپوریؒ...... اور مولانا فضل احمد صاحب اور اکثر کتب استاذ العلماء مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ رشیدیہ سے پڑھیں...... درمیان میں ایک سال کیلئے مولانا خیر محمد صاحب کیطرف حضرت مفتی صاحب نے آپکو مدرسہ کٹھیالہ شیخاں (گجرات) بھیجا تھا...... پھر واپس رائیپور مدرسہ رشیدیہ میں پڑھ کر اعلیٰ تعلیم وحدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند بھجوایا گیا...... جہاں آپ نے حضرت شیخ الہندؒ سے استفادہ کیا اور دورۂ حدیث...... محدث کبیر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ سے مکمل فرمایا۔

سند فراغت کے بعد حضرت نے آپکو اپنے مدرسہ رشیدیہ رائیپور میں استاذ تجویز کیا...... خود حضرت مولانا فضل احمد صاحب مہتمم، امام الصرف والنحو مشہور تھے...... اور حضرت مولانا مفتی صاحب محدث اور فقیہ معروف ......اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب منقولات ومعقولات وحکمت کے جامع استاذ اور کامل مدرس تھے۔ کتب بخوبی یاد تھیں...... زبانی بیٹھے پڑھاتے جاتے تھے۔

حضرت رائے پوریؒ کے معاصرین میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ جامع العلوم، قاسم الخیرات تھے...... حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت

مولانا محمد صاحب انوری لدھیانویؒ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا عبدالجبار حصارویؒ مبلغ دارالعلوم...... حضرت کے رفقا تھے۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں...... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کیساتھ دورۂ حدیث پڑھا...... اور حضرت شیخ الہندؒ کی صحبت میں بھی اکتساب فیض کیا...... اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ سے بھی فیوض وبرکات وزیارات حاصل کیں...... اسکے بعد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت ومجاز صحبت اور خلافت حاصل فرمائی...... اور حضرت رائپوریؒ کیطرح رائپوری کہلائے۔

مولانا اخلاص وللہیت اور بے نفسی وفنائیت میں...... حضرت رائپوری کا نمونہ تھے۔ جلوت وخلوت میں زیادہ تر...... وقت تلاوت قرآن کریم، مراقبہ یاذکرلسانی وقلبی میں گذرجاتا...... بہت ہی ضرورت کے وقت کلام کرتے...... مولانا محمدازہر مدیر "الخیر" لکھتے ہیں کہ:

"جامعہ خیرالمدارس ملتان میں ایک مرتبہ تشریف آوری کے موقع پر...... جامعہ کے اساتذہ اور عمائدین شہر آپکی خدمت میں حاظر تھے...... تقریباً نصف گھنٹہ یہ مبارک مجلس برقرار رہی...... اس عرصہ میں حضرت حسب معمول خاموش رہے...... حاظرین میں کسی کو بھی گفتگو کی جرأت نہیں ہوئی۔

آخر میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ...... نے ہمت کر کے صرف دعاء کیلئے عرض کیا تو ارشاد فرمایا:

"جب سے آیا ہوں دعاء ہی کررہا ہوں...... بس اسی ملفوظ پر مجلس ختم ہوگئی"

آخر یہ روحانی معالج اور دلوں پہ حکومت کرنے والا عظیم انسان...... ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ بروز بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو اس عالم فانی سے رحلت فرماگئے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ

حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز......دینی غیرت وحمیت......حق گوئی وبے باکی ......حق کی اشاعت میں اپنی زندگی کی شام کرنے والے......اکابرو اسلاف اور علماء ربانی کے مسلک کے علمبردار ......علم وعمل کے بحر بے کراں ......مناظر اہلسنت ،وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ ۱۰ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو ضلع چکوال کے گاؤں ''بھیں ''میں مناظر اسلام حضرت مولانا کرم الدین دبیر کے گھر پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی پھر ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں میٹرک کا امتحان پاس کیا......اسکے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں موقوف علیہ تک تعلیم پانے کے بعد دورۂ حدیث شریف کیلئے ۱۹۳۹ء میں برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ دیوبند تشریف لے گئے۔

قاضی صاحب نے وہاں جا کر ملت اسلامیہ کی عظیم دینی علمی،سیاسی شخصیات سے علم حاصل کیا جن میں قابل ذکر شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ،مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ،علامہ شمس الحق افغانیؒ،مفتی محمد شفیع صاحبؒ،مولانا اعزاز علی اور قاری محمد طیب قاسمی جیسی اہم شخصیات شامل ہیں۔

فراغت کے بعد اس فرزند دیوبند نے ملک پاکستان میں فرق باطلہ کا خوب تعاقب کیا......درجنوں مساجد ومدارس قائم کیے......سینکڑوں لوگوں کو راہ راست پر لگایا......مولانا کی کاوشوں کی بہاریں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہیں......ہمارے استاذ حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ ایک مرتبہ فرمانے لگے پاکستان میں چند شخصیات ایسی ہیں جنکے قلم اور زبان پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ ہیں،مولانا عبدالکریم ندیم صاحب،ایک موقعہ پر فرمانے لگے کہ

آج ہم چکوال کیطرف جاتے ہیں پورے علاقہ میں قاضی صاحب کی محنت دیکھتے ہیں کہ انہوں نے قادیانیوں، رافضیوں، پرویزیوں، ملحدوں، بدعتیوں کا خوب قلع قمع کیا ہے۔

حق کا یہ ترجمان ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء کو اپنی شعوری زندگی میں تقریباً ستر برس تک حق کی منادی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگیا۔

CamScanner

مولانا منظور احمد نعمانیؒ

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے ناشر، دینی درد اور اصلاح امت کی خاطر قلب میں اضطراب لئے ہوئے...... علم حدیث، فن مناظرہ کے ماہر، کتاب معارف الحدیث کے مصنف، غیرت ایمانی، اشاعت اسلام کیلئے انتھک کوشش میں مصروف عمل...... جماعت اہل حق کے سرخیل، برصغیر کے مایہ ناز عالم مولانا منظور احمد نعمانیؒ ۱۳۲۳ھ میں ضلع مراد آباد کے قصبہ سنبھل میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اور پرائمری آپ نے سنبھل ہی میں حاصل کی...... اسکے بعد مختصر مدت کیلئے آپ نے عربی کی دہلی میں تعلیم حاصل کی...... پھر درس نظامی کے چند سالوں کی تکمیل آپ نے دارالعلوم منو میں کی اور یہاں جلالین شریف سمیت...... درس نظامی کی دیگر کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی۔

یہاں سے فراغت کے بعد حدیث شریف کی اعلیٰ تعلیم کیلئے...... دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں موصوف نے ۱۳۴۴ھ میں درجہ ہفتم عربی (مشکوٰۃ شریف) اور ۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے...... سند فراغت حاصل کی۔

آپ کے اکابر اساتذہ میں محدث عصر نابغہ روزگار...... حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ بھی شامل ہیں۔ فراغت کے فوراً بعد اکابر دیوبند کی رائے کے پیش نظر...... آپ کو امروہہ کے چلہ نامی مدرسہ میں درس وتدریس کی ذمہ داریاں سپرد کر دی گئیں...... اس مدرسہ میں حضرت ۱۳۴۶ھ سے ۱۳۴۸ھ تک مصروف درس وتدریس رہے...... ابھی یہاں آپ تدریس میں مشغول ہی تھے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علم حدیث پڑھانے والے کی ضرورت پیش آئی...... انتظامیہ ندوۃ العلماء کی نگاہ انتخاب آپ پر ٹھہر گئی چنانچہ آپ کو

امروہہ سے بلالیا گیا...... یہاں آپ نے علم حدیث کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری کا ایک عرصہ تک درس دیا...... یہ آپکا زمانہء شباب تھا مختلف اسلامی تحریکوں میں مولانا نے خوب حصہ لیا......جن میں سے ایک جماعت مولانا مودودی کی بھی تھی......لیکن جب اس تحریک میں اسلام کی بجائے غیر اسلامی طور طریقوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا......تو نہ صرف علیحدگی اختیار کی بلکہ اس جماعت کے خوب پول ایک کتاب لکھ کر کھولے۔

ندوۃ العلماء سے سبکدوشی کے بعد......مولانا نے صحافت میں قدم رکھا اس سلسلہ میں آپ نے ۱۹۳۴ء میں ایک اردو ماہنامہ "الفرقان" بھی جاری کیا......جس نے ملک کے طول وعرض میں خوب شہرت حاصل کی......اور یہ رسالہ آج تک بھی اسی طرح چل رہا ہے۔

شروع میں تصوف کے بارے میں......مولانا کے دل میں شبہات کثیرہ تھے لیکن مفکر اسلام مولانا ابوالحسن ندویؒ کی تحریک پر ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ دسمبر ۱۹۳۹ء میں......اپنے وقت کی عظیم علمی دینی روحانی بلکہ ربانی شخصیت حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے ملاقات ہوئی......تو تصوف کے بارے میں سارے وساوس خود بخود ختم ہو گئے......اور آپ حضرت کے حلقے میں شامل ہو گئے......حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ......جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مجھ سے سوال کریگا کہ......عبدالقادر کیا لائے ہو......؟ میں جواب میں مولانا محمد منظور نعمانیؒ، اور مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کو پیش کرونگا۔[1]

مولانا نے بیشمار مناظرے کئے......اور ہر میدان میں اپنے مدمقابل کو لوہے کے چنے چبوائے......اور اہل حق کا سر فخر سے بلند کیا۔

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ ۴ مئی ۱۹۹۷ء کو یہ برصغیر کا عظیم عالم......مؤرخ، مصنف اور مناظر اس دنیا سے رحلت کر گیا۔

---

1. بیس علماء حق ص 590

حضرت مولانا سلطان محمود کٹھالویؒ

حضرت تھانوی کے خلیفہ مجاز...... دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل...... جید عالم دین...... حضرت مولانا سلطان محمود کٹھالویؒ کٹھالہ شیخاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔

آپ نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ سے دورہ حدیث پڑھا...... فراغت کے بعد فوراً بعد تشریف لے گئے...... مدرسہ فتح پوری میں بطور صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے عظیم عہدہ پر فائز ہو گئے...... ان دنوں مولانا عبیداللہ سندھیؒ بھی وہاں تھے...... ان سے بھی مولانا نے علمی فوائد حاصل کئے۔

مولانا کٹھالویؒ نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی جو قبول ہوئی...... حضرت نے چاروں سلسلوں میں بیعت فرما کر خلافت واجازت بھی عطا فرمائی...... بعد میں حضرت تھانویؒ نے فرمایا:

"آپ کے لئے اس سلسلہ میں کسی اوراد اور وظیفہ کے تجویز کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ جواز خود تدریس دین اور تبلیغ اسلام کا باضابطہ کام کر رہے ہیں یہ کام وظائف اور اوراد مجوزہ سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔"

مولانا ایک بہترین مستند عالم اور فاضل اجل تھے...... نمود و نمائش سے دور بھاگتے تھے...... ہمیشہ سادہ زندگی کو پسند فرماتے تھے...... شہرت پسند مجلس سے کوسوں دور بھاگتے تھے...... ایک مرتبہ علماء سے خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے:

"علماء کو چاہئے کہ دین کا کام اللہ تعالیٰ کا کام سمجھ کر کریں اور اپنی ضروریات زندگی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔"

بہرحال مولانا کی ساری زندگی درس و تدریس، واعظ و نصیحت اور خدمت اسلام

میں گذر گئی...... ہزاروں طالبان علم حدیث نے آپ سے استفادہ کیا...... آپ نے کٹھالہ میں ایک دار العلوم بھی بنایا جس میں زندگی کے آخری لمحات تک مصروف کار رہے۔

آخر یہ آفتاب علم ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴/ ۱۸ اپریل ۱۹۶۵ء کو غروب ہو گیا۔ مولانا ولی اللہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور کٹھالہ میں تدفین ہوئی۔

مولانا رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

سادگی میں بے مثال ......تواضع عاجزی، انکساری اور اخلاق حمیدہ جیسی اعلیٰ صفات کے حامل ......انسانیت کے ہمدرد، حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز مولانا رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی بعدازاں پنجاب بہاولپور کے ایک دورافتادہ گاؤں میں رہتے ہوئے پوری زندگی گوشہ خمول میں گذاردی۔ آپکی سادگی اور ظاہری بودوباش سے یہ اندازہ لگانا نہایت ہی مشکل تھا کہ یہ شخص برصغیر کی عظیم درسگاہ کا فاضل اور شیخ العرب والعجم کا خلیفہ مجاز ہے۔

متوسط قدوقامت، سرخ ڈاڑھی، ہاتھ میں تسبیح سر پر پگڑی سادہ لباس......نیچے تہبند آنکھیں نیچے......خاموش مزاج۔

حضرت اکثر جامعہ باب العلوم کہروڑپکا ضلع لودھراں کی سالانہ تقریب ختم بخاری شریف میں آیا کرتے تھے۔ ۷ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کو اس دنیا سے مولانا پردہ فرماگئے۔

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

دین اسلام کے مٹنے کا درد دل میں لئے ہوئے عظیم فقیہ واعظ، بدعات اور رسومات کی اصلاح کرنے والے، مجاہدین اسلام کے سروں پہ دست شفقت رکھنے والے، رفاہی کاموں میں سبقت لے جانے والے، افتاء وارشاد کے میدان میں آگے بڑھنے والے، سنت کے ماحی اور بدعت وشرک کے قاطع، ہزاروں خوبیوں کے مالک، اخلاص وللہیت کا تاج سر پہ سجائے ہوئے حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ تھے۔ جو ۳صفر ۱۳۴۱ھ (۲۶ ستمبر ۱۹۲۲ء) کو ضلع خانیوال کے ایک گاؤں اشرف کوٹ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب کا آبائی وطن لدھیانہ مشرقی پنجاب تھا۔ ۱۳۵۳ھ میں آپ نے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اپنے وقت کے جبال علم سے استفادہ کیا جن میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سر فہرست ہیں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے مدینۃ العلوم بھنڈو (ضلع حیدرآباد) سے...... اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۶۹ھ...... تک چھ سال دارالھدیٰ مٹڑھی سندھ میں پڑھایا۔ شوال ۱۳۷۶ھ میں دارالعلوم کراچی آئے...... اور ۱۳۸۳ھ تک آٹھ سال یہاں شیخ الحدیث رہے...... تقریباً ۲۰ سال صحیح بخاری شریف کا درس دیا۔ اس درس کا کچھ حصہ "ارشاد القاری" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کیلئے...... حکیم العصر مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ، اکثر کہا کرتے ہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ کرو...... اسمیں بہت مشکل مباحث کا حل موجود ہے۔ تدریس کیساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب نے منصب افتاء بھی سنبھالا...... آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "احسن الفتاویٰ" کے نام

سے آٹھ جلدوں میں چھپ کر......منظر عام پر آچکا ہے۔آپکے وعظ ہزاروں کی تعداد میں طباعت ہو کر......سینکڑوں بھٹکے ہوئے آدم زادوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر چکے ہیں۔

تدریس وافتاء اور مواعظ کیساتھ......آپ خانقاہوں کی آبرو بھی تھے۔آپ کو حضرت مدنیؒ سے بیعت اور مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ سے......اجازت بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔آپ نے ۱۳۸۳ھ کو کراچی کے علاقہ ناظم آباد میں دارالافتاء والارشاد کی بنیاد رکھی......اور تادم وفات تقریباً ۳۶ سال یہاں اصلاح وارشاد کا بھی چراغ جلائے رکھا۔

عمر کی ستر منزلیں گذارنے کے بعد......مفتی صاحب اس عمر میں جہاد اور مجاہدین اسلام کی نصرت کیلئے میدان میں آئے ......آپکا دارالافتاء مجاہدین اسلام کا مرکز بن گیا۔آپ نے پاکستان میں سب سے زیادہ امارتِ اسلامیہ افغانستان کی مؤثر حمایت کی ......طالبان کی اسلامی حکومت سے مالی تعاون کیلئے ''الرشید ٹرسٹ'' کے نام سے ایک وقف ادارہ قائم کیا۔اسلامی صحافت اور تعلیمات سے روشناس کرانے کیلئے مفتی صاحب نے ''ضربِ مومن'' اخبار نکالا...... جو بڑی مختصر مدت میں پاکستان کا ایک کثیرالاشاعت ہفت روزہ بن گیا۔

اتنے عظیم کارنامے انجام دینے والا عظیم الشان انسان......منگل کے دن ذوالحجہ کی چھ تاریخ ۱۴۲۲ھ کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔[1]

✿✿✿✿......✿✿✿✿

1 (اقتباس از التجاء مسافر، ضرب مومن، مسافران، رت، متاعِ وقت، تذکرہ اولیاءِ دیوبند)

مولانا عبدالرحیم نعمانیؒ

نورانی چہرہ ......آنکھیں چمکدار......گفتگو کے بادشاہ ......علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھنے والے......انتظامی امور میں ماہر......دوررس نظر رکھنے والے......سنت کے متبع، قطب وقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ قدس سرہ کے منتسبین میں معروف مقام رکھنے والے، عظیم علمی، مذہبی شخصیت حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانیؒ ہیں۔

آپ نے ضلع وہاڑی کی تحصیل بورے والہ میں علم وعمل کی خوب شمع روشن کی......آپ نے بورے والہ کے شہر میں ایک عظیم دینی درسگاہ "جامعہ عربیہ اسلامیہ" کی بنیاد رکھی......جو آنجناب کی علمی یادگار ہے......جس سے اب تک سینکڑوں علماء، حفاظ اور قراء سند فضیلت حاصل کر چکے ہیں۔ آج بھی یہ درسگاہ پورے آب وتاب کیساتھ مولانا عبدالرؤف صاحب کی زیر نگرانی صدائے حق بلند کیے ہوئے ہے۔

مولانا عبدالرحیم ایک بار شہر میلسی میں مولانا مفتی کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام احمد صاحب کی دعوت پر آئے تھے۔ آپ نہایت ہی ملنسار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے......آپ کی زندگی اکابرین دیوبند کی زندہ تصویر تھی......آپکو دیکھنے والا ہر شخص آپ سے متاثر ہوتا تھا۔

یہ علم وفضل کا مالک اور عظیم انسان ۵ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کو اس دنیا سے رحلت کر گیا۔

مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ

فن تجوید وقرأت کے امام ...... عالم اسلام کے عظیم قاری ...... استاذ القراء حضرت اقدس مولانا الحاج، الحافظ، القاری، المقری رحیم بخشؒ پانی پتی ...... حضرت مولانا قاری فتح محمدؒ کے محبوب ترین شاگرد ہیں۔

قاری رحیم بخشؒ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فضلاء میں سے ہیں۔ تقسیم ہند سے قبل ہی ملتان میں آپ کو مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری قدس سرہٗ لائے تھے...... جب کہ قاری صاحب ابھی سبزہ آغاز تھے......اور مدرسہ محمدیہ مسجد سراجاں ملتان میں قرآن کریم کی تعلیم وتدریس اور تحفیظ کی خدمت مولانا جالندھریؒ نے آپ کے سپرد کردی۔

تقسیم ہند کے بعد جب خیرالمدارس جالندھر سے ملتان منتقل ہوا۔ تو مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مدرسہ محمدیہ کو جامعہ خیرالمدارس میں ضم کردیا...... اب قاری رحیم بخشؒ صاحب استاذ العلماء مولانا خیرمحمد جالندھریؒ کی سرپرستی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔

حضرت قاری رحیم بخش صاحب کا قرآن کریم سے شغف قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔ فرائض شرعیہ اور حوائج بشریہ کے علاوہ شاید ہی ان کا کوئی لمحہ ایسا گذرتا تھا کہ جس میں وہ قرآن کریم کی تعلیم وتدریس یا اپنی تلاوت میں مشغول نہ ہوں ...... قاری صاحب صرف اوقات مدرسہ ہی میں نہیں بلکہ ہر وقت تعلیم قرآن میں مصروف رہتے تھے ...... دیکھنے والے آپ کی طویل نشست وپابندی سے حیران ہوجاتے تھے۔

شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ آپ کے معمولات تدریس اور طرز تدریس اور پابندی وقت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''حضرت قاری صاحب طلباء کی چھٹی کے قائل نہیں تھے، مریض طلباء کو بھی حکم تھا کہ اگر وہ پڑھنے پر قادر نہیں تو درس گاہ میں آکر لیٹے رہیں، لیکن درسگاہ سے غیر حاضری انہیں گوارا نہ تھی ۔ بعض اوقات کسی طالب علم کی بیماری نازک صورت اختیار کر لیتی لیکن حضرت قاری صاحب کو اس کی درسگاہ سے غیر حاضری تب بھی گوارا نہ ہوتی ۔ ان کا ارشاد تھا کہ قرآن کریم شفائے مطلق ہے، اگر کسی کو قرآن سے شفا نہیں ہوتی تو اس کا مرنا ہی بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ حضرت قاری صاحب نے خود راقم الحروف کو سنایا کہ ایک طالب علم کی بیماری کچھ نازک صورت اختیار کر گئی، اس کے اعزہ کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اسے ہسپتال لے جانے کا فیصلہ کیا، حضرت قاری صاحب نے فرمایا: ''اگر اسے بچانا ہے تو یہیں درسگاہ میں پڑا رہنے دو اور اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ'' اس کے اعزہ اسے ہسپتال لے گئے ، تین چار دن علاج ہوتا رہا، بالآخر ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا۔ لڑکے کے والد اور چچا روتے ہوئے حضرت قاری صاحبؒ کے پاس آئے اور کہا لڑکے کی حالت مایوس کن ہے۔ آپ نے کہہ دیا تھا کہ ''اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ'' خدا کے لئے آپ یہ کہہ دیجئے کہ وہ بچ جائے گا۔ حضرت قاری صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا بندہ خدا! میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ تو میں نے یونہی جذبات میں کہہ دیا تھا۔ میرے کہنے سے سچ مچ مر تھوڑی جائے گا۔ مگر وہ بضد ہوئے کہ نہیں! آپ ضرور کہہ دیجئے کہ وہ مرے گا نہیں۔ میں نے کہا اچھا اسے درسگاہ میں لا کر لٹا دو، انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا اس نیم مردہ کو درسگاہ میں لا کر لٹا دیا گیا، اور حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے پاک کلام کی برکت سے اسے چند یوم میں صحت عطا فرما دی۔ قرآن کریم حضرت قاری صاحب کے رگ وریشے میں رچ بس گیا تھا اور قرآن کریم کا نور ان کے چہرے میں جھلکتا تھا۔''

(بینات محرم الحرام ۱۴۰۳ھ/نومبر ۱۹۸۲ء)

یہی وجہ ہے کہ آج پورے عالم میں حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ کے شاگرد

قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔
آپ جتنے اپنے عزیز طلباء کے لئے سخت تھے۔اس سے کہیں زیادہ شفیق بھی تھے ......ان کے لئے رات کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے حضور دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔
مولانا قاری رحیم بخشؒ صاحب کی خدمات تا قیامت تابندہ رہیں گی ......آج پورے عالم میں حضرت قاری صاحب کے شاگردوں جیسا شاید ہی کوئی کام کر رہا ہو۔
حضرت قاری صاحبؒ کے شاگردوں میں اکثر قرآن مجید سے والہانہ شغف رکھتے تھے......قاری صاحب ایک عرصہ سے علیل چلے آتے تھے...... بارہا آپ پر دل کا حملہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی ولطف کے دنوں میں ان کو بلاوا آ گیا۔۱۱/۱۲ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ ۲۹/۳۰ ستمبر بدھ جمعرات کی درمیانی شب کو ساڑھے دس بجے جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے ۔نماز جنازہ مولانا محمد اسلم صاحب نے پڑھائی۔
جامعہ خیر المدارس ملتان کے احاطے میں مولانا خیر محمدؒ اور مولانا محمد علی کے درمیان تدفین ہوئی۔

●●●●.....●●●●

حضرت مولانا سحبان محمودؒ

عالم ربانی، شیخ الحدیث اور ساتھ ساتھ شیخ طریقت بھی......دارالعلوم کراچی میں ۳۵ سال تک مسند حدیث پر حدیث کی سب سے معیاری کتاب "صحیح بخاری" کا درس دینے والے حضرت مولانا سحبان محمودؒ ہیں ہندوستان کے مشہور شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے......والد کا نام سلطان محمود تھا جو ریلوے کے ملازم تھے......۱۳۵۰ھ کو پانچ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوئے۔ رجب ۱۳۵۵ھ میں مراد آباد کے مشہور مدرسہ شاہی میں آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل کی......اور اسی سال دس سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم سنایا......۱۳۵۸ھ میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے شعبہ کتب میں داخلہ لیا......اور ۱۳۶۳ھ تک پانچ سال آپ نے اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی......مدرسہ شاہی مراد آباد اپنے دور میں علوم وفنون کا مرکز رہا ہے......حضرت مفتی محمودؒ اسی مدرسہ کے فاضل تھے۔

۱۳۶۴ھ میں آپ نے ہندوستان کی مشہور دینی درسگاہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا......اور تقریباً دو سال تک آپ نے تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، بلاغت اور منطق وفلسفہ کی کتابیں پڑھیں...... یہاں آپ نے وقت کی نابغہ روزگار شخصیات سے شرف تلمذ حاصل کیا......آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب ......مولانا اسعد اللہ صاحب، اور محدث العصر مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ جیسے اساطین فضل وکمال شامل ہیں۔

پاکستان جب بنا تو آپ کے خاندان نے بھی ہندوستان سے پاکستان کی طرف ہجرت کی......ملتان میں حضرت مولانا خیر محمدؒ نے خیر المدارس کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا......جس کے ساتھ آپکے استاذ مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ بھی منسلک ہوگئے......

موصوف نے یہیں سے دونوں حضرات سے دورہ حدیث پڑھ کر ۱۳۶۹ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد کراچی تشریف لائے...... کچھ عرصہ خطاطی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا...... پھر مولانا سید سلمان ندویؒ کے قائم کردہ ...... ایک ابتدائی مدرسے میں تدریس شروع کی۔ ۱۳۷۶ھ میں دارالعلوم کراچی کے ناظم اول...... بواسطہ مولانا نور احمدؒ آپکا تقرر ہوا۔ ۱۳۸۶ھ سے لے کر ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ تک تقریباً ۳۵ سال آپ نے دارالعلوم میں صحیح بخاری کا درس دیا۔ مولانا سحبان محمودؒ نے سلوک وطریقت کیلئے...... حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ...... حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی سے رجوع کیا...... ۱۳۹۰ھ میں انہوں نے آپ کو بیعت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ قدرت نے انہیں استغناء کی دولت سے نوازا تھا...... آخری عمر میں اکثر فرمایا کرتے تھے "اے اللہ چلتے ہاتھوں اٹھا لیجئے کسی کا محتاج نہ بنایئے"! اللہ نے آپکی یہ دعاء قبول فرمائی...... ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ کے یوم نماز فجر کے بعد صف اول میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی...... حسب معمول چہل قدمی فرمائی...... ساڑھے نو بجے دفتر تشریف لائے...... کچھ ضروری کام بھی نمٹائے...... دس بجے بخاری پڑھانے کا وقت شروع ہوا...... دفتر سے گھر گئے سانس اور سینے میں تکلیف محسوس ہونے لگی...... اور چند منٹ بعد روح نے جسم کو الوداع کہہ دیا۔[1]

✿✿✿✿......✿✿✿✿

---

1. التجائے مسافر شخصیات وتاثرات، مسافران آخرت، ہفت روزہ ضرب مومن

مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ

معقولات کے استاذ......میدان بحث ونظر کے بادشاہ......درس وتدریس کے ماہر راہ علم کے شب زندہ دار، لمبا قد، گندمی رنگت، مطول و پرنور چہرہ، کشادہ پیشانی، بارعب آنکھیں گنجان ڈاڑھی، سادہ لباس، سر پر خوبصورت ٹوپی رکھنے والے دارالعلوم کراچی کے استاذ حدیث اور ناظم......مولانا شمس الحق صاحب ہیں۔

موصوف نے ہندوستان کے شہر جلال آباد کے روہیلہ نامی گاؤں میں ۱۹۳۰ء کو......آنکھ کھولی۔ آپکے والد ماجد مولانا عبدالواحد خان صاحب بلند پایہ کے عالم دین تھے......انہوں نے موصوف کو تعلیم وتربیت کی غرض سے سپرد مکتب کیا......حضرت مولانا شمس الحق ایام طفولیت ہی سے اپنی انتھک محنت، لازوال جدوجہد، ذہانت وفطانت اور عمیق نظر میں یگانہ روزگار تھے......آپ کچھ عرصہ تک تو مقامی مدرسہ مفتاح العلوم میں تشنگی علم بجھاتے رہے......پھر اعلیٰ تعلیم کیلئے لاہور شہر کے عظیم جامعہ اشرفیہ میں تشریف لائے......یہاں شیخ الہند کے شاگرد رشید مولانا رسول خان اور شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی جیسے جبال علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا......حضرت کاندھلوی سے صحیح بخاری اور مولانا رسول خان سے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی پڑھی۔ مولانا محمد حسن، مولانا ضیاء الحق مولانا غلام محمد اور مولانا محمد شریف سے بھی استفادہ کیا......۱۹۵۴ء میں جامعہ اشرفیہ سے سند فراغت حاصل کی ...... بعدازاں مفتاح العلوم حیدر آباد میں مدرس رہے......پھر دارالعلوم کراچی تشریف لائے یہاں پہلے ہی سال اصول فقہ کی مشہور کتاب حسامی کا درس ملا......اور اسی جماعت میں مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی مد ظلہم نے آپ سے حسامی پڑھی۔ قوت حافظہ، کثرت مطالعہ، انتھک محنت کی وجہ سے

......آپکو کتابوں کی عبارتیں اکثر یاد تھیں۔

مصوف نے سب سے پہلے تزکیہ نفس کیلئے شیخ مدنیؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا......پھر حضرت مدنیؒ کی وفات پر حضرت مولانا مسیح اللہ خان سے بیعت ہوئے......آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو حضور ﷺ حضرت موسیٰؑ، حضرت ابوھریرہؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

مولانا شمس الحقؒ نے کئی فرق باطلہ خصوصاً اہل بدعت، روافض، قادیانی اور منکرین حدیث کوناکوں چنے چبوائے......پرویزیت پر کفر کا فتویٰ آپ کا مرتب کردہ تھا......سینکڑوں مناظرے کئے اور ہزاروں تشنگان علوم کی پیاس بجھاتے رہے ۲۸ ذی الحجہ جمعۃ المبارک کے دن یہ علم وحکمت کا شمس......مولانا ڈاکٹر عبدالحئیؒ عارفیؒ کے پہلو میں غروب ہوا۔

مولانا عبدالشکور دین پوریؒ

مجدد خطابت......اولوالعزم انسان ......دین حق کی سر بلندی کیلئے......ترویج اسلام واشاعت اور دشمنان دین اور فتنوں کی سرکوبی کیلئے کام کرنے والے چالیس سال تک مسلسل منبر ومحراب کو زینت بخشنے والے ہزاروں افراد کو اپنی ساحرانہ خطابت سے مستفید کرنے والے، اہل سنت والجماعت کے ترجمان......مایہ ناز خطیب مولانا عبدالشکور دین پوریؒ ۱۹۳۱ء کو تاریخ ساز بستی دین پور شریف ضلع رحیم یار خان میں مولانا عبداللہؒ کے گھر پیدا ہوئے۔

آپ کے والد گرامی مولانا عبداللہؒ حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کے دوہرے داماد فقیہ وقت حضرت مولانا عبدالقادرؒ کے فرزند تھے جو متبحر عالم تھے۔

مولانا عبدالشکور دین پوریؒ نے ابتدائی تعلیم دین پور میں ہی حاصل کی۔ قرآن کریم میاں جی مرحوم سے پڑھا...... یہ میاں صاحبؒ حضرت مولانا عبدالھادیؒ کے بھی استاذ تھے......فارسی کی تعلیم داداجان مولانا عبدالقادرؒ سے حاصل کی...... بعدازاں سندھ میں اس دور کے علمی مراکز دادلغاری، میر پور ماتھیلو، بائی جی شریف، پنوعاقل جامعہ قاسم العلوم گھوٹکی میں بالترتیب مولانا عبدالواحد مرحوم۔ مولانا عبدالقادر مرحوم، مولانا عبدالمجید مرحوم سے حاصل کی۔

بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان کے مشہور محدث مولانا عبدالرحیمؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا...... امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے گلستان کا دوسرا باب پڑھا۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ سے منیۃ المصلی کا سبق پڑھا۔

۱۹۵۳ء میں مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی سے سند فراغت حاصل کی اور اسی سال

تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں سکھر جیل میں اڑھائی ماہ تک فاضل دیوبند مولانا غلام حسین حاصل پوریؒ کے ہمراہ قید و بند میں رہے۔

رہائی کے بعد ۱۹۵۴ء میں حافظ الحدیث، شیخ التفسیر مولانا عبداللہ درخواستیؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا۔ عرصہ چار سال تک حضرت درخواستیؒ کے جامعہ مخزن العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیں اسی سال حضرت درخواستیؒ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحیم درخواستیؒ کی لڑکی سے نکاح ہو۔

۱۹۵۸ء میں آپ نے میدان تبلیغ میں قدم رکھا......اس میدان میں آپ نے خوب ترقی کی......جمعیۃ العلماء اسلام کے ضلعی امیر رہے۔ کچھ عرصہ تک جامع مسجد اللہ والی سکھر میں بطور خطیب مقرر رہے۔ ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک آپ اوکاڑہ شہر میں جامع مسجد گول چوک میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

خطیب العصر مولانا عبدالکریم ندیم مدظلہ لکھتے ہیں کہ آپ نے:

- "۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقعہ پر جہاد میں حصہ لیا تین ٹرک سامان اور بارہ صد قرآن حکیم کے نسخے تقسیم کیے۔ چالیس تقاریر مختلف مقامات پر فرمائیں ۔حکومت آزاد کشمیر نے حسن کارکردگی کا سٹوفکیٹ بھی دیا۔

۱۹۶۵ء میں پہلی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے...... مسجد حرام، مکہ میں چالیس اور حرم نبویؐ میں پچیس تقریریں کیں۔

- ۱۹۶۶ء میں تنظیم اہلسنت میں شامل ہوئے مرکزی نائب صدر رہے اور مرکزی جامع مسجد دفتر تنظیم کے خطیب رہے......موجودہ دفتر تنظیم کی عمارت اور حسین مسجد آپ ہی کے تعاون کی مرہون منت اور سعی تبلیغ کا ثمرہ جمیل ہے۔
- ۱۹۷۰ء میں ملتان میں جمیعت علماء اسلام کے پلیٹ فارم پر انتخابات میں نواب صادق حسین قریشی کے مقابل حصہ لیا۔
- ۱۹۷۳ء ماہ جون کو والد بزرگوار مولانا محمد عبداللہ کا انتقال ہوا۔

- ۱۹۷۴ء میں مجلس تحفظ حقوق اہل سنت کا قیام عمل میں آیا......آپ اسمیں صدر منتخب ہوئے۔
- ۱۹۸۵ء فروری میں عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔
- ۱۹۸۶ء میں نئی دہلی میں ہونے والے شیخ الہند سیمینار میں شرکت کی......

دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں علماء پاکستان کو استقبالیہ دیا گیا جسمیں پاکستانی علماء نے خطاب کیا عجیب بات یہ تھی کہ آپ علیل تھے اسلیئے ٹیک لگا کر خطاب کیا اور اسی جگہ ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے جہاں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے مالٹا کی اسیری سے رہائی پر بوجہ علالت ٹیک لگا کر خطاب کیا تھا۔آخری دعاء حضرت اقدس دین پوریؒ قدس سرہ نے فرمائی۔

- ۱۹۸۶ء میں ہی جامعہ اسلامیہ اسلامی مشن بہاولپور کا انتظام واہتمام سنبھالا اور پھر اسلامی مشن کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔
- ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ ۱۷ جنوری کو اسلامی مشن میں ملک بھر کے علماء کا ایک اجلاس طلب فرمایا جسمیں عالمی مجلس علماء اہلسنت کا قیام عمل میں آیا اور آپ نے خود ہی اسکی قیادت سنبھالی۔

آپ دس سال سے شوگر کے مریض تھے......قدرت کا فیصلہ تھا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی......ایام علالت تبلیغی مشن میں رکاوٹ پیدا نہ کرسکے......کوئٹہ، ملتان اور مختلف مقامات پر زیر علاج رہے۔۱۹۸۷ء میں وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں (داخل ہوئے اور) آپریشن ہوا۔جمعہ کے یوم ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ، ۱۴ اگست ۱۹۸۷ء بعد نماز جمعۃ المبارک قبل از نماز عصر عین اسوقت جب کہ آپ کو آپریشن روم میں لے جایا گیا اچانک حرکت قلب بند ہوئی یہ علم وفضل کا آفتاب، زھد وتقویٰ کا ماھتاب امام المبلغین، رئیس المقررین مجدد خطابت داعی اجل کو لبیک کہہ کر سوئے آخرت روانہ ہوئے۔حضرت درخواستیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے خطبات چار جلدوں میں خطبات دینپوریؒ کے نام سے لاہور کے معروف عالم دین حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر صاحب مدظلہٗ نے ترتیب دیکر شائع کیے ہیں اس وقت جو خطبات چھپ رہے ہیں ان میں سب سے زیادہ حضرت کے خطبات کی طلب زیادہ ہے۔

مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحیمیؒ

قرآن کریم کے مضبوط حافظ...... فن تجوید وقرأت کے ماہر...... حضرت قاری رحیم بخشؒ کے فرزند اکبر مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحیمیؒ ...... آپ نے قرآن کریم اپنے والد گرامی سے یاد کیا...... قرآن کریم یاد کرنے میں بہت سختیاں برداشت کیں...... آپ کے والد نے آپ کو قرأت عشرہ کا حافظ بنایا۔ اور یہ حضرت قاری رحیم بخشؒ صاحب کی سختی کا فیض تھا کہ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں نے تیس سال ہو گئے قرآن پاک کھول کر نہیں دیکھا۔"

اور یہ بھی ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے تجھے اتنا یاد کرا دیا کہ اب تو اگر بھلانا چاہے تو نہیں بھلا سکتا۔

قرآن مجید کے بعد آپ نے جامعہ خیر المدارس ہی میں علوم دینیہ کی تکمیل اور دورہ حدیث کے بعد اپنے والد کے مشورہ سے حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ جو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ سے اصلاحی تعلق جوڑ لیا۔ حضرت نے کچھ اذکار بتائے تو قاری صاحب نے عرض کیا حضرت یہ تو مجھ سے نہ ہو سکیں گے...... فرمایا کوئی حرج نہیں۔ مولانا عبدالعزیز رائے پوری کی وفات کے بعد آپ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کی بیعت ہو گئے...... حضرت لدھیانوی مرحوم نے آپ کو اجازت بھی دے دی تھی۔

قاری صاحب کم گو اور کم آمیز تھے۔ صبح سے شام تک تدریس قرآن میں مصروف رہتے تھے...... اس دوران اگر کوئی ان کے پاس آ کر بیٹھتا تو ان پر گراں گذرتا تھا ...... مرحوم نے قرآن کی قابل قدر خدمت کی ہے۔

مولانا قاری عبداللہ صاحب رحیمی ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۵ر اپریل

۱۹۹۷ء بروز جمعہ کو ایک کار کے حادثہ میں شہید ہو گئے تھے۔

مولانا منظور الحسینیؒ

انتھک محنت کرنے والے...... ختم نبوت کے عظیم راہنما...... عرب وعجم اور یورپ کی مقبول ترین شخصیت...... تحفظ ختم نبوت کی ترویج واشاعت اور فتنہ قادیانیت کے استیصال کیلئے افریقہ، امریکا، عرب امارات اور یورپ میں بڑی جان فشانی سے کام کر کے تحریک تحفظ ختم نبوت میں اپنا نام سنہری اوراق میں لکھوانے والے قادیانی لٹریچر پر مکمل عبور رکھنے والے...... مولانا یوسف بنوری کے تربیت یافتہ اور مولانا یوسف لدھیانوی کے خلیفہ مجاز فتح پور کمال ظاہر پیر ضلع رحیم یار خان کے رہائشی...... بلوچ برادری سے تعلق رکھنے والے...... حضرت مولانا منظور الحسینیؒ ہیں۔

کم عمری میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا غلام محمد صاحب آپ کے بہنوئی ہیں جنہوں نے آپ کی بہترین انداز میں پرورش کی۔

جامع المعقول والمنقول مولانا منظور احمد نعمانیؒ سے ابتدائی کتب مدرسہ احیاء العلوم ظاہر پیر میں پڑھیں۔ بڑی کتب اور دورۂ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس ملتان سے کیا آپ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، شیخ الحدیث علامہ محمد شریف کشمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی کے ممتاز شاگرد تھے۔

فراغت کے بعد فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب سے ردقادیانیت پر کورس کیا۔ ایک عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی میں خدمات انجام دیتے رہے...... پھر اکابر مجلس کے حکم پر برطانیہ تشریف لے گئے۔ جہاں مجلس نے لندن کے علاقہ سٹاک ویل میں ایک چرچ خرید کر ختم نبوت سنٹر قائم کیا تھا۔ مولانا منظور الحسینی دنیا میں چلتے پھرتے جنتی انسان تھے...... مقدر کے دھنی تھے۔ عجم سے اٹھے یورپ پر

چھائے اور عرب میں آسودہ خاک ہو گئے۔

یہ حق کا راہی صدائے حق بلند کرتے ہوئے ۳ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ کو جنت البقیع میں آسودۂ خاک ہو گیا۔ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

(ماخوذ از ماہنامہ وفاق المدارس العربیہ)



خطیب اسلام حضرت مولانا عبدالکریم ندیم صاحب کی شائع شدہ
تجلیات